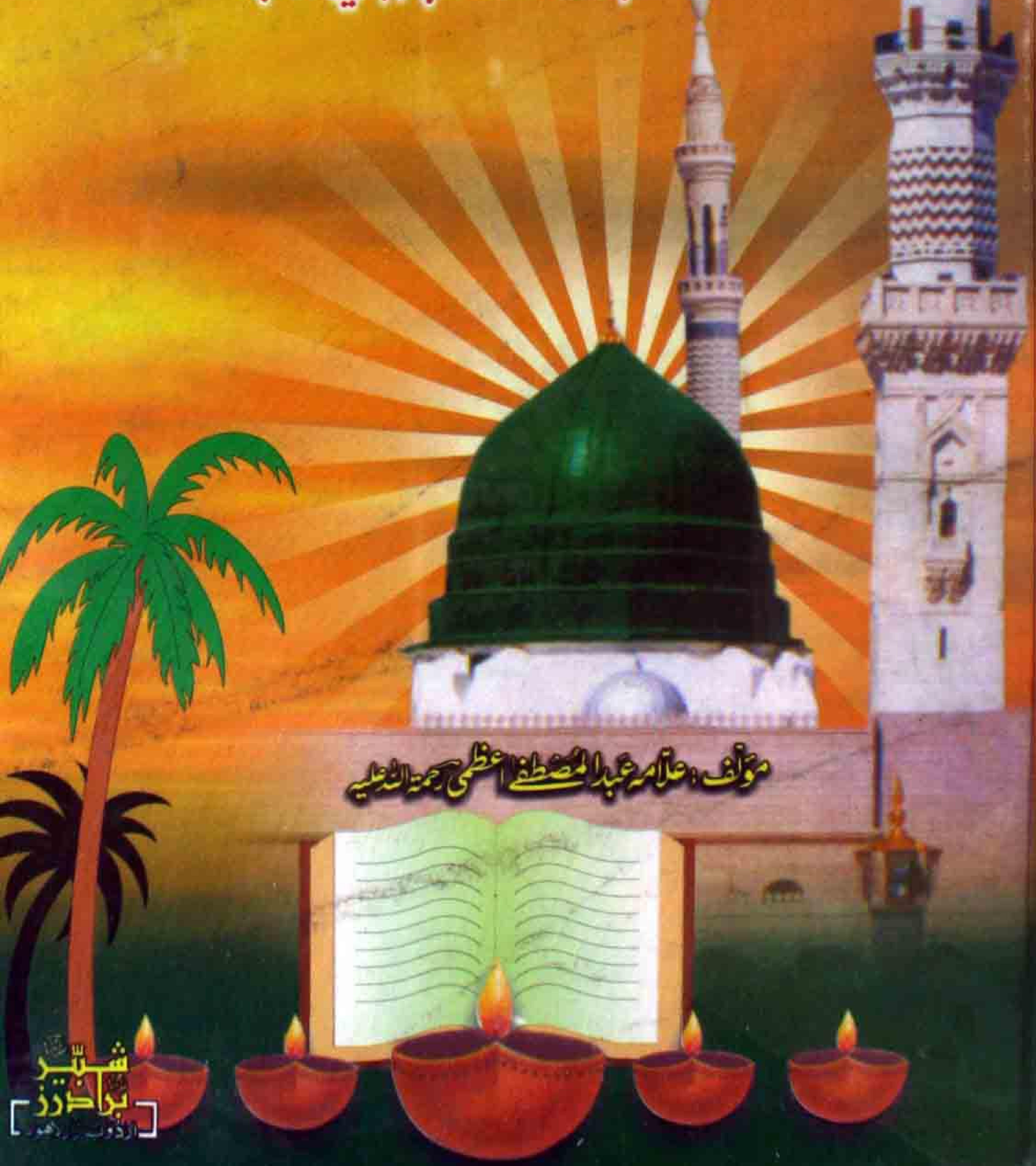
اولیاءِ رجال الحدیث

۲۰۰ محدثین و فقہائے کرام کے حالات اور
عبادات و کرامات پر بہترین کتاب



مؤلف: علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

۲۰۰ محدثین وفقہائے کرام کے حالات
اور عبادات وکرامات پر بہترین کتاب

اولیاءِ رجال الحدیث

مؤلف

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

شبیر برادرز

40 بی اُردو بازار لاہور فون: 7246006

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نام کتاب	....	اولیاء رجال الحدیث
موضوع	....	محدثین کرام کے حالات' عبادات اور کرامات
مؤلف	....	شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی
کمپوزنگ	....	words maker Lhr.
صفحات	....	۲۴۰
مطبع	....	اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور
تاریخ اشاعت	....	۱۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء ۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ
ناشر	....	شبیر برادرز لاہور
قیمت	....	75 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

40 بی اُردو بازار لاہور فون : 7246006

فہرست مضامین

رائے گرامی

حضرت شیخ العلماء علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

محدثین کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات عالیہ و احادیث مبارکہ کی جمع و ترتیب میں جو محنتِ شاقہ اور ذہنی اور فکری کاوش فرمائی ہے اس کی مثال علوم و معارف کی دنیا میں ہزار جستجو کے بعد بھی کہیں نظر نہیں آتی۔ ان ہستیوں کا پوری ملت اسلامیہ پر ایک احسانِ عظیم ہے کہ رُشد و ہدایت کے ان روشن چراغوں کو حوادثِ لیل و نہار کی تیز و تند آندھیوں سے بچا کر ساری کائنات کو ان کی روشنی سے دل و دماغ کو منور و تابناک بنانے کا موقع عطا فرمایا۔

حضرت علامہ الحاج مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی زیدت معالیہم کی یہ معرکۃ الآراء اور تاریخ حدیث و فقہ کا عبرت انگیز مرقع پیش کرنے والی عظیم و جلیل کتاب ہے جو **اولیائے رجال الحدیث** کے مبارک نام سے منظر عام پر آ رہی ہے۔ اس میں دو سو راویانِ حدیث کے مختصر مگر اہم حالاتِ زندگی آسان پیرایہ میں درج کیے گئے ہیں۔ زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت اگر ایک طرف قارئین کے دل و دماغ میں ایمان و عرفان کی تازگی و شگفتگی پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف اس کی اثر پذیری کو دوچند کر دیا ہے۔ اس کتاب سے قبل آپ کی دو کتابیں ''موسم رحمت'' اور ''معمولات الابرار'' طبع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہو چکی ہیں۔ مولانا اعظمی صاحب کا یہ سلسلہ تصنیف و تالیف یقیناً لائق تحسین و قابل مبارکباد ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور عمر کو بیش از بش درازی بخشے۔ (آمین ثم آمین)

دعا گو

اویس حسن عرف غلام جیلانی اعظمی

۲۴ ذی القعدہ ۸۵ھ

۷۸۶

تجلّیات تمہید

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

پیروں' درویشوں بلکہ مجذوبوں اور باباؤں کے مجاہدات اوران کے کشف وکرامات کے بارے میں تو اردو کے مصنفین نے بہت کچھ لکھا۔ لیکن عالمانِ دین یعنی فقہاء و محدثین کی عبادات وکرامات کے تذکروں سے اردو کا لٹریچر تقریباً بالکل ہی تہی دست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیروں اور باباؤں کی ولایت وکرامات کا چرچا تو ہر خاص و عام کی زبانوں پر ہے مگر فقہاء ومحدثین جو درحقیقت ملتِ اسلامیہ کے ستون اور امتِ مسلمہ کی روحِ رواں ہیں' ان کی ولایت وکرامات تو کجا لوگ ان کے ناموں تک سے بھی واقف نہیں۔ عوام تو عوام بعض خواص کا یہ حال ہے کہ جب وعظ یا دورانِ گفتگو میں کرامت کا تذکرہ کرتے ہیں تو کسی قلندر یا مجذوب کا کوئی قصہ ضرور سناتے ہیں۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ یا امام بخاری وغیرہ کی طرف اس خصوص میں کبھی ان کے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کا ایک بہت بڑا گروہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگیا کہ طبقہ علماء میں کوئی ولی و صاحبِ کرامت ہوا ہی نہیں۔ اور بعض جاہل بے شرع فقیروں کو بھی یہ راگ الاپنے کی جرأت ہوگئی کہ علماء تو صرف صاحبِ قال ہوتے ہیں' صاحبِ حال اور اولیاء تو صرف فقراء اور درویش ہی لوگ ہوتے ہیں۔

حالانکہ مورخین اسلام گواہ ہیں کہ فقہاء اور محدثین کی جماعت میں ایسے ایسے صاحبِ ولایت و باکرامت ہزاروں باکمال اولیاء ہوئے ہیں جو گلشن کرامت میں پھولوں کی طرح مہکتے ہیں اور آسمان ولایت پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔

فقہاء ومحدثین میں کیسے کیسے چھپے ہوئے گدڑی کے لعل اور اس سلسلہء مبارکہ کی چمکدار لڑیوں میں کیسے کیسے گوہر آبدار درِ شہوار ہیں۔ اس نورانی منظر کی ایک جھلک دکھانے کیلئے صرف دو سو کثیر العبادات و صاحبِ کرامت فقہاء ومحدثین کا یہ مختصر تذکرہ ہدیہ ناظرین ہے جو امید ہے کہ ان شاءَ اللہ تعالیٰ اربابِ بصیرت کے لئے منارۂ نور و

مشعل تجلی ثابت ہوگا۔ اور یقین ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ تعالیٰ اہل نظر اس کو پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ مولیٰ عزوجل نے فقہ و حدیث کی خدمت کرنے والے بعض عالموں کو فضل و کرامت کی ایسی رفعت بخشی ہے کہ ان کے درجات کی بلندی کا نظارہ کرتے وقت بڑے بڑے آسمانِ فضل و کمال کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں اور ان علماء ربانیین کی جماعت میں ایسے ایسے مطلع انوارِ ولایت ہیں کہ جن کا نقش پا عابدوں اور زاہدوں کیلئے شمع ہدایت اور جن کا غبارِ راہ فقیروں اور باباؤں کیلئے سرمہءِ چشم بصیرت ہے۔

۲- میں نے اس کتاب میں قصداً نہ تو کسی صحابی کا تذکرہ لکھا اور نہ کسی ہندوستانی فقیہ و محدث کا ذکر کیا' کیونکہ میرا عزم ہے کہ اگر توفیق ربانی نے میری دستگیری فرمائی تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ تعالیٰ حدیث روایت کرنے والے صحابہ کا ایک مستقل تذکرہ اور مشاہیر علمائے ہند کی سوانح حیات میں ایک الگ کتاب تحریر کروں گا۔

۳- اس کتاب میں فقہاء و محدثین کے ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی پر مرتب کی گئی ہے تاکہ ناظرین کو ناموں کی تلاش میں آسانی ہو اور ہر حرف کی فہرست میں اُن فقہاء و محدثین کے تذکرے کو مقدم رکھا ہے جو تابعی ہیں' بجز چند ناموں کے کہ اگر کوئی غیر تابعی فضل و کمال کے لحاظ سے بعض تابعین پر فوقیت رکھتا تھا تو اس کا تذکرہ مقدم کردیا ہے۔

۴- ناظرین سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کہیں سہو و خطا نظر آئے تو ضرور اس کی اصلاح فرماکر مجھ فقیر کو مطلع فرمائیں اور خاص طور پر دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرماکر ناظرین کیلئے ذریعہ رشد و ہدایت اور مجھ گنہگار کیلئے زادِ آخرت و وسیلہ مغفرت بنائے۔

وَمَا ذَالِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَهُوَ حَسْبِی وَنِعْمَ الْوَكِيْلِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

یکم شعبان ۱۳۸۵ھ — دھوراجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت اور لقب امام اعظم ہے۔ ۸۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۵۰ھ میں وفات پائی اور بغداد کے قبرسان خیزران میں مدفون ہوئے۔

خاندان

تمام مورخین کے نزدیک اتنی بات تو مسلم الثبوت ہے کہ آپ کا خاندانی تعلق عجمی نسل سے ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس نسل سے ہیں؟ اور عرب میں کیونکر آئے؟ اس سلسلے میں آپ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد کا بیان ہے کہ ہمارا شجرہ نصب اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے اور ہم لوگ نسل فارس سے ہیں اور ہم کبھی بھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا ثابت کوفہ میں پیدا ہوئے تو ان کے والد انہیں لیکر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور امیر المومنین نے ان کیلئے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہیں رہی۔ (تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہ)

ظاہر ہے کہ گھر کا حال گھر والا ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں اسمٰعیل بن حماد ہی کا بیان سب سے زیادہ قابل وثوق ہے۔

حلیہء مبارک

امام اعظم ابوحنیفہ میانہ قد' خوبصورت' خوش لباس اور انتہائی وجیہہ تھے۔ عطر کا بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ نہایت ہی کریم النفس' سخی' غمخوار' متواضع' بلند ہمت' شیریں آواز اور خوش

بیان تھے۔

آپ کا علم

ابتداء عمر میں آپ ایک تجارت پیشہ صالح نوجوان تھے۔تعلیم وتعلّم سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتے تھے۔ ناگہاں ایک دن کوفہ کے عظیم الشان اور مشہور محدث حضرت امام شعبی نے آپ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوحنیفہ! مجھ کو تم میں علمی صلاحیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔لہٰذا تم علماء کی درسگاہوں میں حاضر ہوکر علم حاصل کرو۔حضرت امام شعبی کی اس مخلصانہ نصیحت کا آپ کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ ایک دم تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے اور اپنی فطری ذہانت اور ذوق وشوق کے ساتھ بے پناہ محنت کی بدولت تمام علوم مروجہ یعنی ادب، علم الانساب، ایام العرب، علم کلام، فقہ وحدیث وغیرہ میں مرتبۂ کمال پر پہنچ گئے۔ خاص کر علم فقہ میں تو ایسے باکمال ہوگئے کہ بڑے بڑے علم حدیث و فقہ کے پہاڑوں نے آپ کی علمی جلالت وبرتری کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے امام الائمہ ہونے کی شہادتیں دیں۔علم فقہ میں امام ممدوح نے حضرت حماد بن ابی سلیمان ہی کی درسگاہ کو اپنے لیے کافی سمجھا اور دس برس تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔مگر علم حدیث کی طلب میں بہت زیادہ شیوخ حدیث کی درسگاہوں میں حاضری دی۔یہاں تک کہ بڑے بڑے باکمال محدثین وفقہاء نے آپ کے علم وفضل کی داد دی۔

حضرت امام اوزاعی جو ملک شام کے مسلم الثبوت امام الحدیث ہیں، آپ کے مخالفین کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکر آپ سے بدگمان تھے۔لیکن جب آپ کی تصنیفات کے چند اوراق کا مطالعہ کیا اور پھر ایام حج میں مکہ مکرمہ کے اندر جب امام ابوحنیفہ سے ملاقات ہوئی اور رفع یدین کے مسئلہ میں مکالمہ ہوا تو امام اوزاعی آپ کی علمی جلالت پر حیران رہ گئے اور اپنی بدگمانی پر کف افسوس ملنے لگے اور خوش ہوکر اپنی سند سے امام ابوحنیفہ کو سرفراز فرمایا اور تمام عمر آپ کے مداح رہے۔

(فتح القدیر وحجۃ اللہ البالغہ وغیرہ)

حضرت امام محمد باقر کا فیض صحبت

اہل بیت کے چشم و چراغ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں جب حضرت امام ابوحنیفہ نے حاضری دی اور چند مسائل پر سیر حاصل تقریر فرمائی تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ جوشِ مسرت میں اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی (عقود الجمان باب نمبر ۱۶)

پھر ایک مدت تک آپ امام ممدوح کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر معلومات حاصل کیں۔ چنانچہ شیعہ و سنی دونوں مؤرخین نے اس کو مانا اور امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ حضرت امام محمد باقر کا فیض صحبت تھا۔

حضرت امام جعفر صادق سے علمی استفادہ

اسی طرح آپ نے حضرت امام باقر کے فرزند رشید اور جانشین حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض صحبت سے بھی بہت زیادہ علمی استفادہ فرمایا۔ اور یہ دونوں مقدس ہستیاں جن کے گھر سے فقہ و حدیث بلکہ تمام مذہبی علوم نکلے' اپنے سعادت مند شاگرد امام ابوحنیفہ کو اپنے علمی فیضان سے ہمیشہ سرفراز فرماتی رہیں اور ان دونوں بزرگوں اور دوسرے اکابر نے آپ کی وسعتِ معلومات پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی اور آپ کے تمام اساتذہ آپ پر انتہائی شفیق اور آپ کی علمی قابلیت کے مداح رہے۔

حماد بن ابی سلیمان کی درسگاہ میں امام ابوحنیفہ کے سوا کوئی شخص آپ کے سامنے نہیں بیٹھتا تھا۔ ایک موقع پر حماد بن ابی سلیمان آپ کو اپنی جگہ بٹھا کر کہیں باہر چلے گئے۔ آپ تمام لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے' ایسے مسائل بھی لوگوں نے آپ سے دریافت کیے جو آپ نے استاد سے نہیں سنے تھے۔ استاد کی واپسی پر ایسے ساٹھ مسائل کو خدمت میں پیش کیا۔ استاد نے چالیس سے اتفاق کیا اور بیس سے اختلاف۔ امام ابوحنیفہ نے قسم کھالی کہ ساری عمر حاضر خدمت رہوں گا' چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے۔

(تاریخ بغداد وغیرہ)

عقل و دانائی

جلیل القدر محدث علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام ابوحنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل کا پلہ بھاری رہے گا۔

اسی طرح خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ میں نے ایک ہزار علماء کا دیدار کیا ہے۔ مگر ان میں تین یا چار ہی کو بہت بڑا عاقل پایا۔ ان میں سے ایک ابوحنیفہ ہیں۔

محمد بن عبداللہ انصاری مشہور محدث نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کی عقل ان کے کلام' ان کے ارادہ اور ان کی نقل و حرکت سے ظاہر ہوتی تھی۔ (تاریخ بغداد وغیرہ)

آپ کی تابعیت

علماء محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ تابعی ہیں اور یہی صحیح و رائج قول ہے کہ آپ حضرت انس بن مالک وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیدار و شرف صحبت سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ بعض علماء نے ان صحابہ کی فہرست بھی مرتب فرمائی ہے جن کی زیارت سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفراز ہوئے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

امام صاحب نے جن صحابہ کی زیارت کی

۱- انس بن مالک' ۲- اسعد بن سہل بن حنیف انصاری' ۳-بسر بن ارطاۃ' ۴-سائب بن یزید کندی' ۵- سہل بن سعد ساعدی' ۶- صدی بن عجلان ابوامامہ باہلی' ۷- طارق بن شہاب عجلی کوفی' ۸- عبداللہ بن ابی اوفی' ۹-عبداللہ بن بسر' ۱۰-عبداللہ بن ثعلبہ' ۱۱-عبداللہ بن الحارث بن نوفل' ۱۲-عبداللہ بن حارث بن جزء' ۱۳-عتبہ بن عبد سلمی' ۱۴-عامر بن واثلہ' ۱۵-ابوالطفیل عمرو بن ابی سلمہ' ۱۶-عمرو بن حریث قرشی مخزومی' ۱۷-قبیصہ بن ذویب' ۱۸- مالک بن حویرث' ۱۹-محمود بن لبید' ۲۰-مقدام بن معدیکرب' ۲۱- مالک بن اوس' ۲۲-واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم (تبصرۃ الدرایہ)

صحابہ ء کرام سے روایت حدیث

ہاں البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے حدیث کی روایت

کی ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں بعض علماء نے صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ جہاں تک معلومات بہم پہنچی ہیں سب سے پہلے دار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ پھر خطیب بغدادی نے بھی تاریخ بغداد میں بعینہٖ یہی بات دہرا دی۔ بعد کو دوسرے شوافع نے بھی ان دونوں کے بیانوں پر عام طور پر یہی فیصلہ کر دیا۔ یہاں تک کہ علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ان ہی لوگوں کے ہم زبان بن گئے۔ لیکن ایک منصف مزاج پر یہ بات مخفی نہیں کہ دار قطنی اور خطیب بغدادی کو حضرت امام اعظم کی جناب میں جو سوءِ عقیدت ہے' اس کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کے اس انکار کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ خصوصاً جبکہ بڑے بڑے آئمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے حق میں ہے۔ چنانچہ اقلیم حدیث و رجال کے بادشاہ یحییٰ بن معین جو جرح و تعدیل کے مسلم الثبوت امام ہیں' اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ نے عائشہ بنت عجرہ سے حدیث سنی ہے جو صحابیہ ہیں۔ اسی طرح حافظ ابونعیم صاحب ''حِلْیَتُہُ الْاَوْلِیَاء'' المتوفی ۴۳۰ھ (خطیب بغدادی فن حدیث میں شاگرد و طفل مکتب ہیں) نے صاف صاف فرمایا کہ امام ابوحنیفہ نے حسب ذیل صحابہ کا دیدار فرمایا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں۔

۱- انس بن مالک' ۲- عبداللہ بن حارث' ۳- عبداللہ بن ابی اوفیٰ

(الانتصار والترجیح لمذہب الصحیح)

ان کے علاوہ دوسرے فقہاء و محدثین کی ایک بڑی جماعت نے مستند روایتوں کے ساتھ اس کو ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہء کرام سے حدیث سن کر روایت کی ہے' چنانچہ ایسی پچاس حدیثیں ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نے صحابہء کرام سے روایت فرمایا ہے۔

(تبصرۃ الدرایہ)

پھر اس بحث میں روایت کے علاوہ ایک درایت و عقلی شہادت بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن

واثلہ بن عبداللہ بن لیثی ہیں جنہوں نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی' لہٰذا ان کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ کی عمر یقیناً تیس برس کی تھی اور دُرِمختار وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پچپن حج فرمائے ہیں۔ اس حساب سے پندرہ حج تو امام ابوحنیفہ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی کی حیات ہی میں کیے اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے اور مکہ مکرمہ ہی میں وفات پائی۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ پندرہ مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی سے ملاقات اور سماع و روایت حدیث نہ کریں؟ جبکہ یہ آخری صحابی تھے اور تمام لوگ انہیں ایک نادرالوجود تبرک سمجھتے تھے اور خصوصاً جبکہ وہ دور بھی ایسا تھا کہ ہر محدث اپنی اونچی اسناد پر فخر کرتا تھا' پھر بھلا امام ابوحنیفہ کیلئے کون سا ایسا مانع تھا کہ وہ ایک صحابی سے روایت کر کے اپنی سند کو عالی نہ بناتے؟ یہ روایت یقیناً ان روایتوں کی بہترین موئد ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بعض صحابہ سے بھی سماع حدیث کا شرف حاصل ہوا۔

بہرکیف امام ابوحنیفہ نے صحابہء کرام کا دیدار فرمایا اور ان سے روایت بھی کی۔ یہ دونوں باتیں ثابت ہیں کہ آپ یقیناً تابعی ہیں اور صحابہء کرام کے شاگرد رشید بھی ہیں۔

آپ کے مشائخ وتلامذہ

صحابہء کرام کے علاوہ آپ بہت سے کبار تابعین و تبع تابعین کے شاگرد جلیل ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری نے فرمایا کہ آپ کے مشائخ حدیث کی تعداد چار ہزار ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- ابراہیم بن محمد بن المنتشر ' ۲-اسمٰعیل بن عبدالمالک' ۳-ابوہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی' ۴-حماد بن ابی سلیمان' ۵-خالد بن علقمہ' ۶-ربیعہ بن عبدالرحمٰن' ۷-زیاد بن علاقہ' ۸-سعید بن مسروق ثوری' ۹-سلمہ بن کہیل' ۱۰-سماک بن حرب' ۱۱-شداد بن عبدالرحمٰن قشیری' ۱۲-شیبان بن عبدالرحمٰن' ۱۳-طاؤس بن کیسان' ۱۴-عبداللہ بن دینار' ۱۵-امام زہری' ۱۶-عطا بن ابی رباح' ۱۷-قتادہ بن دعامہ' ۱۸-ابوجعفر محمد بن علی

۱۹-علقمہ بن مرثد، ۲۰-عکرمہ مولیٰ ابن عباس، ۲۱-امام شعبی، ۲۲-منصور بن معتمر، ۲۳-ابواسحٰق سبیعی، ۲۴-عطاء بن سائب، ۲۵-امام اعمش۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

یہ سب حدیثوں کے وہ جلیل الشان شیوخ ہیں جو تمام دنیا میں حدیثوں کے پہاڑ شمار کیے جاتے ہیں۔

آپ کے شاگردوں کے بارے میں حافظ عبدالقادر قرشی کا بیان ہے کہ چار ہزار افراد نے امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کی اور ان کے مذہب کو نقل کیا۔ (الجواہر المضیۃ)

اسی طرح امام حافظ الدین بن البزاز کردری نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے سات سوتیس ایسے مشاہیر علماء کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے جن کی جلالتِ شان پر مشرق و مغرب کے ماہرین فقہ و حدیث کا اجماع ہے جن میں چند حسب ذیل ہیں:

۱-عبداللہ بن مبارک، ۲-امام ابویوسف، ۳-امام محمد بن الحسن شیبانی، ۴-امام زفر، ۵-حسن بن زیاد ۶-یحیٰی حمانی، ۷-وکیع بن الجراح، ۸-یزید بن ہارون، ۹-علی بن عاصم، ۱۰-عباد بن العوام، ۱۱-حفص بن غیاث نخعی کوفی، ۱۲-اسد بن عمرو بجلی، ۱۳-ابوعصمہ نوح بن ابی مریم مروزی، ۱۴-ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی، ۱۵-یوسف بن خالد سمتی، ۱۶-داؤد طائی، ۱۷-حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کی روایات

آپ بہ نسبت دوسرے کبار محدثین کے قلیل الروایت ہیں، پھر بھی ایک قول ہے کہ آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے۔ (زُرقانی علی المواہب)

آپ کی روایت کم ہونے کے چند اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جو اہل علم پر مخفی نہیں کہ روایت حدیث کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے شرائط اس قدر سخت ہیں کہ بہت سی حدیثیں آپ کے معیار پر قابل قبول نہیں رہتیں اور دوسرے محدثین نے چونکہ شرائط میں نرمی برتی اس لیے ان کے نزدیک وہ سب احادیث قابل

قبول ہو گئیں جن کو امام ابوحنیفہ نے ترک فرما دیا تھا' لہٰذا یہ لوگ کثیر الاحادیث ہو گئے۔

بہر حال غیر مقلدین[1] کا یہ پراپیگنڈا کہ امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں' یہ ایک ایسا مردود قول ہے کہ اہل علم تو اہل علم' غیرت مند جہال بھی اس کو زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس کریں گے۔

سوچنے کی بات ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ جن کو صحابہ کی زیارت و شاگردی کا شرف حاصل ہوا اور چار ہزار ایسے ایسے جلیل القدر محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہوئے جو فن حدیث میں بحر ناپیدا کنار تھے' وہ امام ابوحنیفہ جنہوں نے حدیث کی طلب میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا اور اکثر سال سال بھر بصرہ میں مقیم رہ کر علم حدیث پڑھا۔

وہ امام ابوحنیفہ جنہوں نے پچپن حج کر کے ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے آنے والے محدثین سے استفادہ کیا۔

وہ امام ابوحنیفہ جنہوں نے چھ برس مکہ مکرمہ میں قیام کر کے علم حدیث کی تحصیل کی'

وہ امام ابوحنیفہ جن کی نگاہِ انتخاب نے اپنی تصنیف ''کتاب الآثار'' کو چالیس ہزار حدیثوں کے مجموعہ میں سے چن کر مرتب فرمایا'

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد امام ابو یوسف کو بے شمار احادیث صحیحہ کے علاوہ ہزاروں موضوع حدیثیں بھی یاد تھیں۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد امام محمد کے درس میں اتنا کثیر مجمع ہوتا تھا کہ کوفہ کی سڑکیں بھر جاتی تھیں'

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد علی بن عاصم کی درسگاہ میں روزانہ تیس ہزار طلباء شریک درس ہوتے تھے۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار سامعین حاضر رہتے تھے۔

---

[1] اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے۔

للہ! انصاف

کیا ان تاریخی شواہد کی موجودگی میں بھی کوئی صاحبِ عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ معاذ اللہ

بہ سوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

آپ کی علمی جلالت پر اماموں کی شہادت

ناقدین حدیث نے آپ کو ثقہ' وصاحبِ اتقان حفاظِ حدیث کی فہرست میں شمار فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام مالک نے ارشاد فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اگر وہ اس پتھر کے ستون کو سونا ثابت کرنے کیلئے دلائل پر اُتر آتے تو وہ اپنی دلیلوں سے اسے سونا ثابت کردیتے۔ (تبصرہ)

امام شافعی کا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ حدیث میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں' اور میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔

یحیٰی بن معین محدث کا قول ہے کہ ہم خدا کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے۔ ہم نے ابوحنیفہ سے بہتر کسی کی فقہ نہیں پائی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کر لیے ہیں۔

جعفر بن ربیع کا قول ہے کہ پانچ برس میں امام ابوحنیفہ کے پاس رہا' ان سے زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ مگر جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو دریا کی روانی کی طرح آپ کی تقریر تشنگانِ علم کو سیراب کردیتی تھی۔ (تبصرۃ الدرایہ وتاریخ بغداد)

محمد بن بشر بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کی درسگاہ سے اٹھ کر حضرت سفیان ثوری کی مجلس درس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے محمد بن بشر! تو ایسے شخص کی درسگاہ سے آیا ہے کہ آج روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے۔ (تبصرہ وغیرہ)

مسند العراق حافظ علی بن عاصم نے فرمایا کہ اگر تمام ہمعصروں کا علم امام ابوحنیفہ کے علم سے تولا جائے تو یقیناً امام ابوحنیفہ کا علم سب سے بھاری پڑے گا۔

(مناقب موفق بن احمد وتاریخ بغداد)

امام اعمش نے جب چند مسائل دریافت کیے اور امام ابوحنیفہ نے ہر ایک کا جواب امام اعمش ہی کی روایت کردہ حدیثوں سے ارشاد فرمایا تو امام اعمش بول اٹھے کہ اے فقہا یقیناً تم لوگ طبیب ہو اور ہم لوگ (محدثین) عطار (دوا فروش) ہیں۔

حافظ علی بن الجعد جو امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے استاد ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ جب حدیث بیان فرماتے ہیں تو وہ موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

(جامع مسانید الامام الاعظم)

ابوبکر بن عیاش محدث فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید کا جب انتقال ہوا تو ہم لوگ سفیان ثوری کے پاس تعزیت کیلئے گئے۔ مجلس میں عبداللہ بن ادریس اور دوسرے بہت سے محدثین موجود تھے، اس عرصے میں امام ابوحنیفہ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے۔ سفیان ثوری نے جب ان کو دیکھا تو ایک دم کھڑے ہوگئے اور آگے بڑھ کر نہایت ہی گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کو اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر مجھ کو بڑا سخت غصہ آیا، چنانچہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ حضرت! آج آپ نے ایسا کام کیا جو مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو برا معلوم ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو میں نے کہا کہ آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے تو آپ ان کیلئے کھڑے ہوگئے۔ ان کیلئے اپنی مسند خالی کردی اور ان کے ادب میں آپ نے بہت ہی زیادہ مبالغہ سے کام لیا، یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا۔ یہ سن کر سفیان ثوری نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میرا یہ عمل کیوں ناپسند ہوا؟ ابوحنیفہ بہت ہی بڑے عالم اور بلند مرتبہ شخص ہیں۔ مجھے ان کے علم کی تعظیم کیلئے اٹھنا ہی چاہئے تھا۔ اگر میں ان کے علم کیلئے نہ اٹھتا تو ان سن و سال کی بزرگی کیلئے اٹھتا۔ اگر اُن کے سن و سال کیلئے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ کے واسطے اٹھتا۔ اگر فقہ کیلئے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کیلئے اٹھتا۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے مجھ کو ایسا خاموش کردیا کہ میں بالکل ہی لاجواب ہوگیا۔ (تاریخ بغداد وغیرہ)

ابوجعفر کا قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور پارسا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت فضیل بن عیاض کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ مرد فقیہ تھے۔ فقہ میں معروف' پارسائی میں مشہور' بڑے دولتمند' انتہائی سخی' شب و روز تعلیم و عبادت میں مصروف' رات اچھی گزارنے والے' کم سخن' لیکن اگر کوئی مسئلہ سامنے آجاتا تو ایسا کلام فرماتے کہ ہدایت کا حق ادا کردیتے۔ مسعر بن کدام کہا کرتے تھے کہ کوفہ میں صرف دو آدمیوں پر مجھ کو رشک آتا ہے۔ ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر ان کے زُہد کی وجہ سے۔
(تاریخ بغداد وغیرہ)

حضرت وکیع بن الجراح کے حالات میں جو ایک مشہور محدث تھے' لکھا ہے کہ ایک موقع پر چند اہل علم کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' ناگہاں کسی نے یہ کہہ دیا کہ فلاں مسئلہ میں امام ابوحنیفہ نے غلطی کی۔ حضرت وکیع بن الجراح ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کیوں کر غلطی کرسکتے تھے؟ ابویوسف اور زُفر قیاس میں' یحییٰ بن زائدہ و حفظ بن غیاث و مندل و حبان حدیث میں۔ قاسم بن معن لغت و عربیت میں۔ داؤد طائی و فضیل بن عیاض زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں' بھلا وہ کہیں غلطی کرسکتا ہے؟ اور اگر کرتا بھی ہے تو یہ لوگ بھلا اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے؟ واضح رہے کہ یہ وہی وکیع بن الجراح ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو ان کے آگے زانوئے تملمذ تہ کرنے پر فخر تھا' چنانچہ امام احمد بن حنبل جب ان کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو ان لفظوں سے شروع فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی ہے کہ تیری آنکھوں نے ان کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔ (تہذیب الاسماء علامہ نووی)

آپ کا زہد و تقویٰ

آپ علم و فضل میں اعلیٰ درجہ کے باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ زُہد و تقویٰ میں بھی بے مثال تھے۔ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں عمر بن میسرہ گورنر نے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ گورنر نے آپ کو کوڑے لگوائے اور اس منصب کو قبول کرنے کیلئے طرح طرح سے مجبور کیا مگر آپ نے ایک ظالم حکومت کا

چیف جسٹس بنا کسی طرح قبول نہیں فرمایا۔

پھر عباسی دورِ حکومت میں خلیفہ ابوجعفر منصور نے بھی آپ کو اس عہدہ کیلئے مجبور کیا لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا تو اس ظالم حکمران نے آپ کو جیل میں قید کر دیا اور روزانہ دس کوڑے لگواتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کوڑوں کی ضرب سے نڈھال ہوتے ہوتے قید خانے ہی میں وفات پاگئے۔ مگر ایک ظالم بادشاہ کا قاضی القضاۃ بنا قبول نہیں فرمایا۔

علامہ ابن جوزی نے نقل فرمایا ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے اس عہدہ قضا کیلئے امام ابوحنیفہ و سفیان ثوری و مسعر و شریک چار شخصوں کو طلب کیا۔ امام ابوحنیفہ نے دربارشاہی میں جانے سے پہلے ہی یہ فرمادیا تھا کہ میں تو یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اور سفیان ثوری فرار ہوکر روپوش ہوجائیں گے اور مسعر دیوانے بن کر اس بلا سے خلاصی پائیں گے۔ مگر شریک ضرور اس کیچڑ کی دلدل میں پھنس جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سفیان ثوری تو کسی گمنام گاؤں میں فرار ہوکر چھپ گئے۔ مگر امام ابوحنیفہ و مسعر و شریک تینوں شاہی دربار میں حاضر کیے گئے مسعر دربار میں پہنچتے ہی ایک دم پاگل بن گئے اور خلیفہ منصور سے جلدی جلدی سوال کرنے لگے کہ امیر المومنین! تمہارا کیا حال ہے؟ تمہارے بچے کیسے ہیں؟ تمہارے گدھے آج کل تندرست ہیں یا لاغر؟ تمہارے گھوڑے آج کل کون سا چارہ کھاتے ہیں؟ مسعر کی ان بے تکی باتوں کو سن کر خلیفہ غضبناک ہوگیا اور بولا یہ تو مجنون ہے' اس کو فوراً دربار سے نکال دو' چنانچہ مسعر دربار سے باہر کر دیئے گئے۔ پھر امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے کہا امام ابوحنیفہ تم جھوٹے ہو۔ امام نے فرمایا سبحان اللہ۔ اب تو امیر المومنین نے بھی اس کی شہادت دے دی کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں کیونکہ میں جب جھوٹا ہوں تو بھلا ایک جھوٹا شخص کس طرح قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوسکتا ہے؟ منصور نے جھلا کر کہا کہ اے ابوحنیفہ! خدا کی قسم تم کو قاضی القضاۃ کا منصب قبول کرنا پڑے گا۔ امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس عہدے کو کبھی قبول

نہیں کروں گا۔ درباریوں نے کہا کہ ابوحنیفہ! کیا کرتے ہو؟ تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو؟ امام نے فرمایا کہ امیر المومنین کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا بے حد آسان ہے۔ منصور نے غضبناک ہوکر آپ کو کوڑے لگانے اور جیل میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ شریک نے ہوا کا رخ دیکھا تو مجبوراً اس عہدے کو قبول کرلیا۔

امراء وسلاطین کے ہدایا وتحائف کو آپ نے کبھی قبول نہیں فرمایا۔ عمر بھر آپ نے کسی کی غیبت نہیں فرمائی۔ کبھی کسی سنت کو ترک نہیں فرمایا اور نہ کبھی خلاف مروّت کوئی عمل کیا۔ آپ اپنے قرضداروں کی دیوار کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس قرض سے کوئی نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے اور اپنے قرضدار کی دیوار کے سائے میں کھڑا ہونا بھی ایک طرح کا نفع اٹھانا ہے۔

آپ کی عبادت وکرامت

آپ بہت ہی کثیر العبادت وصاحبِ کرامت بھی تھے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ آپ چالیس برس تک پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرماتے رہے۔ گرمیوں میں ظہر وعصر کے درمیان سوتے اور اٹھ کر تازہ وضو فرماتے تو اسی وضو سے عصر ومغرب وعشاء وظہر وفجر ادا فرمالیتے۔ رات بھر قیام اللیل کی وجہ سے لوگ آپ کو کھونٹی کہا کرتے تھے۔ رات کو خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا تھا۔ جیل خانے کی جس کوٹھڑی میں آپ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد بغداد کے کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ اے امام! آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا الحمدللہ میری مغفرت ہوگئی۔ بزرگ نے عرض کی غالباً آپ کی علمی خدمتوں کی وجہ سے مغفرت ہوئی ہوگی؟ آپ نے جواب دیا کہ جی نہیں! مجھے تو ارحم الراحمین نے صرف اتنی بات پر بخش دیا کہ میرے مخالفین

میرے بارے میں ایسی افواہیں اور تہمتیں پھیلایا کرتے تھے جو مجھ میں نہیں تھیں اور میں مخالفین کی ان ایذاؤں پر صبر کرتا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنا کر قاضی القضاۃ نے ہزاروں کے مجمع میں بھرائی ہوئی آواز سے چلا چلا کر یہ کہا کہ اے امام ابوحنیفہ! آپ پر خدا کریم رحم فرمائے۔ آپ نے تیس سال تک مسلسل روزہ رکھا اور چالیس برس تک رات میں بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا ہجوم تھا کہ پانچ مرتبہ نماز جنازہ ہوئی اور سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد بن ابوحنیفہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے بے شمار فضائل و مناقب اور خوارق و عادات و کرامات کے جلوے دیکھنے ہوں تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرو:

امام ابوجعفر طحاوی کی کتاب "عقود الدرر و العقیان فی مناقب النعمان" اور موفق بن احمد مکی کی کتاب "مناقب الامام الاعظم" اور عبدالقادر قرشی کی کتاب "البستان فی مناقب النعمان" اور امام جلال الدین سیوطی کی تصنیف لطیف "تبیض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفه" اور ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی کی کتاب "عقود الجمان فی مناقب النعمان" اور ابن کاص کی کتاب "تحفة السلطان فی مناقب النعمان" وغیرہ۔

۲-حضرت امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم فقہ و حدیث میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بہت ہی عظیم الشان شاگرد جلیل ہیں۔ آپ ۱۱۳ھ میں کوفہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین بہت ہی مسکین تھے۔ وہ آپ کو طلب علم سے منع کرتے تھے اور محنت و مزدوری کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ مگر آپ کے ذہن و حافظہ اور علمی شوق و ذوق کو دیکھ کر حضرت امام ابوحنیفہ آپ کی مالی مدد فرماتے تھے اور اپنے حلقہ درس میں بٹھاتے

تھے۔امام ابویوسف کا بیان ہے کہ میں نے سترہ برس تک برابر نماز فجر حضرت امام ابوحنیفہ کے ساتھ پڑھی اور روزانہ ان کے درس میں شامل ہوتا رہا۔

آپ نے علم حدیث کی طلب میں عراق و حجاز وغیرہ کے شہروں کا سفر بھی فرمایا اور ابواسحٰق شیبانی و امام اعمش وسلیمان تیمی و یحیٰی بن سعد و ہشام بن عروہ و عطار بن سائب و محمد بن اسحٰق بن یسار ولیث بن سعد وغیرہ محدثین سے بھی حدیث کی سماعت و روایت کی ہے اور آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل و بشر بن الولید کندی ومحمد بن سماعہ ومعلٰی بن منصور و بشر بن غیاث وعلی بن جعد و یحیٰی بن معین و احمد بن منیع وغیرہ محدثین آسمانِ علم وفضل پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ چالیس ہزار موضوع حدیثوں کے حافظ تھے۔ پھر بھلا آپ کی صحیح حدیثوں کا کیا شمار ہوگا؟

فن حدیث میں آپ کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کے دو نامور شاگردوں امام احمد بن حنبل و امام یحیٰی بن معین کی شہادتیں بہت کافی ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ امام ابویوسف حدیث میں منصف تھے اور امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں' میں نے اصحاب رائے (فقہاء) میں امام ابویوسف سے زیادہ اثبت اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث اور صحیح الروایہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ)

اسی طرح حافظ ابوالفتح بن سید الناس نعیمری مصری شافعی اپنی کتاب ''عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابویوسف و امام محمد سے سن کر اتنی حدیثوں کو لکھا کہ تین الماریاں بھر کر کتابیں تیار ہوگئیں۔

حافظ عبدالقادر قرشی اپنی کتاب ''الجواہر المضیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف سے جن لوگوں نے ان کی کتاب امالی کو سن کر روایت کیا ہے ان کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی۔

آپ نے بغداد کی سکونت اختیار فرمائی تھی اور عباسی دورِ حکومت میں خلیفہ مہدی و

خلیفہ ہادی و خلیفہ ہارون رشید' تینوں خلفاء کے عہد حکومت میں آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے اور خاص کر خلیفہ ہارون رشید آپ کی بیحد تعظیم کرتا تھا۔ ایک دن خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالودہ پیش ہوا۔ خلیفہ نے ان سے کہا کہ یہ کھاؤ۔ یہ روز روز نہیں تیار ہوتا۔ پوچھا امیرالمومنین! یہ کیا ہے؟ کہا فالودہ اور روغن پستہ۔ یہ سن کر امام ابو یوسف ہنس پڑے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ کیوں ہنسے؟ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میری ماں غریبی کی وجہ سے مجھے امام ابوحنیفہ کی درسگاہ سے اس لیے اٹھا لے جاتی تھی تاکہ میں کچھ محنت مزدوری کر کے کماؤں۔ ایک روز امام ابوحنیفہ نے میری ماں سے فرمایا کہ نیک بخت! جا۔ تیرا بیٹا علم سیکھ کر فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا۔ یہ سن کر میری ماں غصہ میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ آج مجھ کو فالودہ اور روغن پستہ دیکھ کر وہ بات یاد آ گئی۔ خلیفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے۔ وہ عقل کی آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھ لیا کرتے تھے جو ہم کو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

تمام مصنفین سے پہلے آپ نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ کی کتابیں تصنیف فرمائیں اور حنفی مذہب کے روئے زمین پر خوب خوب نشرواشاعت کا شرف حاصل فرمایا۔

آپ عہدۂ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے اور بلاشبہ آپ صاحب کرامت تھے اور آپ کی بڑی خاص کرامت یہ ہے کہ آپ نے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول فرما کر اپنی علمی و عملی جلالت سے سلطنت عباسیہ کو ہر قسم کی لامذہبی و گمراہی سے بچائے رکھا۔ قاضی القضاۃ ہونے کی مدت میں باوجود انتہائی مصروفیات کے روزانہ دو سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ (عمدۃ الرعایہ)

سترہ برس تک آپ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی علالت کے دوران بغداد کے مشہور و معروف ولی حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک رفیق سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے امام ابو یوسف بہت زیادہ علیل ہیں۔ تم ان کی وفات کی خبر

مجھ کو ضرور دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں "دارالرقیق" کے دروازہ پہ پہنچا تو امام ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا۔ دل میں کہا کہ اگر اب میں حضرت معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی' چنانچہ میں نماز جنازہ پڑھ کر ان کے پاس پہنچا اور خبر وفات سنائی تو ان کو سخت صدمہ ہوا۔ بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا حضرت! آپ کو نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ امام ابو یوسف کے لئے! میں نے سوال کیا کہ یہ بلند مرتبہ انہوں نے کیونکر پایا؟ جواب ملا کہ اچھی تعلیم دینے اور تعلیم دین کے شوق کے صلہ میں' اور لوگوں نے ان کو جو اذیت پہنچائی اور انہوں نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ اس کے اجر میں خداوند قدوس نے ان کو یہ رتبہ بلند عطا فرمایا ہے۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم امام ابو یوسف کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کو چاہئے کہ امام ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں۔ خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور خود خلیفہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقابر قریش میں اُم جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ (شذرات الذہب لابن عماد)

۱۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں انہتر برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ نے یہ فرمایا کہ کاش میں اسی غریبی فقیری کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی اور قاضی القضاۃ کے عہدہ میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے قصداً کسی پر بال برابر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق مقدمہ کی دوسرے فریق کے مقابلہ میں کبھی پروا کی' خواہ وہ بادشاہ ہو یا بھکاری۔

یہ بھی منقول ہے کہ عین وفات کے وقت آپ نے اس طرح دربار الٰہی میں عرض کیا

اور دعا مانگی کہ خداوند! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلہ میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا، کبھی خودرائی سے کام نہیں لیا۔ اپنی طاقت بھر تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کی پیروی کی اور جہاں مجھ کو اشکال پیش آیا، امام ابوحنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں نے واسطہ بنایا اور امام ابوحنیفہ میرے نزدیک ان بزرگوں میں سے تھے جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے اور کبھی جان بوجھ کر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے۔

وفات کے وقت یہ کلمات بھی آپ کی زبان پر تھے کہ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی جان کر کوئی حرام کام نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی درہم حرام کا کھایا۔

آپ بہت ہی دولتمند اور متمول تھے۔ لیکن اپنی دولت کا استعمال ہمیشہ شریعت مطہرہ کے مطابق کیا۔ بوقت وفات وصیت فرمائی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ و بغداد کے محتاجوں کو دیئے جائیں۔

آپ کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے، وہ یہ ہے کہ ہارون رشید جیسے جابر اور خود پرست بادشاہ کے دربار میں اپنے فرائض اس عالمانہ جرأت اور آزادی کے ساتھ ادا کرتے تھے جس کی مثال بہت ہی نادرالوجود ہے۔ کتاب الخراج میں ایک جگہ ہارون رشید کو مخاطب فرما کر لکھتے ہیں کہ اے امیرالمومنین! اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کیلئے مہینے میں ایک بار بھی دربار کرتا اور مظلوموں کی فریاد سنتا تو میں امید کرتا ہوں کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہوتا جو رعیت سے پردہ کرتے ہیں اور اگر تو دو ایک دربار بھی کرتا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیل جاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آتے بلکہ اگر گورنروں اور حاکموں کو یہ خبر پہنچے کہ تو برس دن میں انصاف کیلئے بیٹھتا ہے تو ظالموں کو کبھی ظلم سے جرأت نہ ہونے پائی۔ غور فرمائیے کہ آپ کے سوا کس کو جرأت تھی کہ ہارون رشید کو یہ الفاظ لکھ دیتا۔ (سیرۃ النعمان وغیرہ)

۳-امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی مروزی ہے۔ ۱۶۴ھ میں شہر بغداد کے اندر آپ کی ولادت ہوئی۔ سب سے پہلے آپ نے بغداد کے محدثین وفقہاء سے علمی استفادہ فرمایا۔ پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ وکوفہ و بصرہ ویمن وشام و جزیرہ وغیرہ کا علمی سفر فرما کر اپنے زمانے کے تمام مشہور مشائخ حدیث وفقہ کی شاگردی کی سعادت حاصل فرمائی۔

آپ کے استادوں میں امام ابویوسف و یزید بن ہارون (تلامذۂ امام ابوحنیفہ) و امام شافعی و یحییٰ بن سعید قطان وسفیان بن عینیہ وعبدالرزاق و ابوداؤد طیالسی و بشر بن مفضل وغندر وغیرہ ہزاروں باکمال فقہاء ومحدثین ہیں اور آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے جن میں امام بخاری و امام مسلم بن الحجاج قشیری و ابوزرعہ و ابوداؤد سجستانی اور آپ کے دونوں صاحبزادگان صالح بن احمد وعبداللہ بن احمد اور آپ کے چچازاد بھائی حنبل بن اسحٰق وغیرہ بہت ہی نامور ہیں۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں بغداد سے مصر روانہ ہوا تو امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی فقیہ وصاحبِ علم ومتقی بغداد میں نہیں تھا۔

ابوزرعہ کا قول ہے کہ امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ آپ کے مزاج میں توکل اور استغنا حد درجہ تھا۔ حسن بن عبدالعزیز نے تین ہزار دینار کا نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ میرا حلال مال ہے۔ آپ اس کو قبول فرما کر اپنی حاجتوں میں خرچ فرمائیے تو آپ نے نہایت بے پروائی سے فرمایا کہ مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہی میرے لیے کافی ہے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میرے والد نمازوں کے بعد اکثر یہ دعا فرماتے تھے کہ یااللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کو غیراللہ کے سجدے سے بچایا' اسی طرح

میرے چہرے کو کسی کے آگے سوال کرنے سے بھی بچالے۔

آپ ہمیشہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی روٹی سرکہ بھی تناول فرماتے۔ آپ کو گوشہ نشینی بہت محبوب تھی۔ بلاضرورت مکان سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ساری رات شب بیداری و گریہ وزاری کرتے اور روزانہ بلاناغہ تین سو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے مگر جب کوڑوں کی مار سے آپ نڈھال ہو گئے تو روزانہ ڈیڑھ سو رکعت پڑھنے لگے۔

آپ نے پانچ حج کیے' تین پیدل چل کر اور دو حج سواری پر مگر کسی حج میں بھی اپنی ذات پر بیس درہم سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔

ابوداؤد سجستانی نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل کی مجلس آخرت کی مجلس تھی جس میں کبھی بھی کوئی دنیا کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔

ہلال بن علاء فرماتے ہیں کہ خلق قرآن کے فتنے میں اگر امام احمد بن حنبل کوڑے کی سزا پانے کے باوجود حق پر ثابت قدم نہ رہتے تو ہزاروں مسلمان کافر ہوجاتے۔ خداوند کریم امام احمد بن حنبل کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کوڑوں کی مار برداشت کر لی اور حق پر ثابت قدم رہ کر ساری اُمت کو گمراہی سے بچالیا۔

خلیفہ مامون رشید کے بھائی معتصم باللہ نے آپ کو گرفتار کیا اور اٹھائیس ماہ آپ کو جیل خانے میں قید رکھ کر کوڑے لگواتا رہا۔ خلیفہ معتصم باللہ کی موت کے بعد واثق باللہ خلیفہ ہوا تو اس کے دورِ حکومت میں بھی آپ پر کوڑوں کی مار اور جیل کی سختیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ متوکل باللہ جب خلیفہ ہوا تو فرقہ معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا اور آپ قید خانے سے رہا کیے گئے۔

میمون بن اصبع کا بیان ہے کہ میں اس وقت بغداد میں موجود تھا جب امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگائے جارہے تھے۔ انہوں نے اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کیا کہ جلاد نے جب آپ کو پہلا کوڑا مارتو آپ نے بلند آواز میں بسم اللہ پڑھا اور دوسرے کوڑے

پر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ جب تیسرا کوڑا پڑا تو اَلْقُرْآنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْق فرمایا اور چوتھے کوڑے کی مار پر لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا پڑھا۔ اسی طرح انتیس کوڑے جلاد نے آپ کی پشت مبارک پر لگائے اور اسی حالت میں آپ سے ایک عجیب کرامت صادر ہوئی کہ تمام اہل بغداد حیران رہ گئے۔ کوڑوں کی مار سے آپ کا کمربند ٹوٹ گیا اور پائیجامہ نیچے کو آنے لگا اور آپ کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور آپ کے ہونٹ ہلنے لگے۔ ناگہاں آپ کا پائیجامہ خود بخود اوپر چڑھ گیا اور کمربند ٹوٹ جانے کے باوجود پائیجامہ اپنی جگہ پر قائم رہا اور کسی نے آپ کا ستر نہیں دیکھا۔

میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں ایک ہفتے کے بعد امام احمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ نے کمربند ٹوٹنے کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کون سی دعا پڑھی تھی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ الٰہی! اگر میں حق پر ہوں تو میری پردہ پوشی فرمالے اور مجھے اپنے بندوں کے روبرو رسوائی سے بچالے۔

۲۴۱ھ میں بعمر ستتر (۷۷) سال بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر شہر و اطراف میں تہلکہ مچ گیا اور لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ امام احمد کی نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار مسلمان شریک ہوئے اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ دس لاکھ اور ایک روایت میں ہے کہ بیس لاکھ کا مجمع تھا اور آپ کی وفات کے دن آپ کی نماز جنازہ و دفن کے منظر سے متاثر ہوکر بیس ہزار یہودی و نصرانی و مجوسی مسلمان ہوگئے۔

احمد بن کندی نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ خداوند کریم نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ رب کریم نے میری مغفرت فرمادی اور مجھ سے یہ فرمایا کہ اے احمد بن حنبل تو نے میری رضا کیلئے کوڑوں کی مار برداشت کی اور صبر کیا تو اب تو میرے جمال پاک کا

دیدار کرلے۔ میں نے تیرے لیے اپنا دیدار مباح کردیا ہے۔

ابوالحسن بن زاغولی سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کی وفات کے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کے پہلو میں جب ابوجعفر بن ابی موسیٰ کیلئے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ دو سو تیس برس گزر جانے کے باوجود امام احمد کا کفن صحیح و سالم اور آپ کا جسم بالکل تر و تازہ تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(اکمال التہذیب' طبقات شعرانی)

۴۔حضرت ابراہیم تیمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

زمانہء تابعین کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہے۔ نہایت عابد و زاہد اور خوف و خشیتِ الٰہی میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ تم جب کسی شخص کو دیکھ لو کہ وہ تکبیر اولیٰ پانے میں سستی کرتا ہے تو تم اس سے ناامید ہوجاؤ اور اس کی صلاح و فلاح سے ہاتھ دھولو۔

آپ کے شاگردوں میں منصور بن معتمر جیسے سینکڑوں باکمال محدثین ہیں۔

امام اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم تیمی سے پوچھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ایک ایک مہینے تک کچھ بھی نہیں کھاتے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں صحیح ہے بلکہ بعض اوقات تو میں دو دو مہینے تک کچھ نہیں کھاتا اور اس وقت بھی چالیس راتوں سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ بیوی کی زبردستی سے ایک دانہ انگور منہ میں رکھ لیا تھا مگر بیوی کے چلے جانے کے بعد میں نے اس کو تھوک دیا اور اس کا رس بھی حلق کے نیچے نہیں اتارا۔

آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی حسرتناک ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کوفہ کا گورنر تھا۔ حضرت امام ابراہیم نخعی کی حق گوئی پر ناراض ہوکر ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ کوتوال نے ابراہیم نخعی کے بدلے ابراہیم تیمی کو گرفتار کرلیا۔ کوتوال کی اس زبردست غلطی سے آپ بلاوجہ جیل خانے میں بند کردیئے گئے اور ظالم حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ ان

کورسی میں باندھ کر ایک ایسی جگہ قید میں رکھو کہ یہ دن بھر دھوپ میں جلتے رہیں اور رات بھر حمام کی گرمی سے جھلستے رہیں۔ جہاں اور بھی بہت سے نیک و صالح علماء قید کی سختیاں برداشت کررہے تھے' آپ قید خانے کی مشقت کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کرسکے' چند ہی دنوں میں بیمار ہوگئے اور اسی حالت میں ۹۲ھ میں وفات پاگئے۔

جس رات آپ نے وفات پائی حجاج بن یوسف ظالم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اے حجاج اٹھ دیکھ تیرے قیدیوں میں سے آج ایک جنتی کا انتقال ہوگیا۔ حجاج نے صبح کو قیدیوں کا حال پوچھا تو پتہ چلا کہ اس رات میں ابراہیم تیمی کا انتقال ہوگیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

۵-حضرت ابوالعالیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا اسم مبارک رُفیع بن مہران ہے۔ آزادشدہ غلام تھے مگر بہت ہی بلند مرتبہ بصری تابعی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضرت عمر و ابی بن کعب وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ تین مرتبہ پورا قرآن مجید آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا۔

آپ کی درسگاہ حدیث سے سینکڑوں محدثین نے فیض حاصل کیا اور آپ کے شاگرد خاص عاصم احول تو محدثین کی صفوں میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے تسبیح کے دانوں میں امام۔

آپ بہت ہی گوشہ نشین اور تنہائی پسند تھے اور زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی بہت ہی ممتاز و مشہور تھے۔ نمازوں میں آپ کا خضوع و خشوع ضرب المثل ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو نماز میں خشوع و خضوع قلب حاصل نہیں ہوتا پھر بھلا اس کو کب اور کہاں خشوع حاصل ہوگا؟ عبادت میں بھی آپ کے ذوق و استقامت کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ سفر اور وطن میں کبھی آپ کی نماز تہجد

فوت نہیں ہوئی۔ آپ کا قول ہے کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ عالم و حافظ قرآن ہو کر رات بھر سوتا رہے اور نماز تہجد میں قرآن نہ پڑھے۔

اتباع شریعت کا یہ عالم تھا کہ اس حدیث پر کہ داہنے ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھونا چاہئے۔ اس طرح عمل کیا کہ پچاس برس تک کبھی دایاں ہاتھ شرمگاہ پر نہیں لگایا۔

اس پیکر علم و عمل نے ۹۰ھ میں وصال فرمایا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(اکمال و طبقات شعرانی)

۶۔ حضرت ابوعثمان نہدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔ آپ کے بزرگوں میں ایک شخص نہد بن لیث تھے۔ ان کی طرح نسبت کر کے آپ نہدی کہلاتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے ہی سے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے مگر آپ کو دیدار نبوی نصیب نہیں ہوا۔

حدیث میں آپ حضرت عمرو بن عبداللہ بن مسعود ابوموسیٰ اشعری وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد رشید ہیں اور قتادہ جیسے صاحب فضل و کمال محدث آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ امام احمد بن حنبل آپ کے بیحد مداح تھے۔ آپ کا اصلی وطن کوفہ تھا مگر جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں شہید کر دیا تو آپ کو کوفہ سے اتنی نفرت پیدا ہوگئی کہ آپ یہ کہہ کر کوفہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر بصرہ چلے آئے کہ میں اس شہر میں قدم رکھنا نہیں چاہتا جہاں کے لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نواسے کو قتل کر دیا۔

ایک سو تیس برس کی عمر شریف ہوئی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گزرے اور باقی عمر خدمت اسلام و تبلیغ دین اور علم حدیث کے درس و تدریس میں گزاری۔

اپنے دور کے بہت بڑے عابد و زاہد اور اپنے ہم عصروں میں تقویٰ و دیانت کے

اعتبار سے کامل اور صاحبِ ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔ علم و عمل کا یہ آفتاب ۹۵ھ میں غروب ہوگیا جس سے عراق کی علمی دنیا میں اجالا تھا اور شہر بصرہ کو آپ کی آخری آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اکمال ونووی وغیرہ)

☆☆☆☆☆☆☆

۷۔حضرت اسود بن یزید نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عمرو یا ابو عبدالرحمٰن ہے۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے دادا استاد حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں پیدا ہو چکے تھے لیکن شرف صحبت حاصل نہیں ہوا۔ نہایت جلیل القدر تابعی اور حضرات ابوبکر و عمر و عبداللہ بن مسعود و بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور ابراہیم نخعی و ابواسحاق سبلیعی وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔ امام احمد نے ان کو صاحب خیر اور یحییٰ بن معین و ابن سعد وغیرہ نے ثقہ و صالح الحدیث فرمایا اور ابراہیم نخعی نے ان کو عبداللہ بن مسعود کے اُن شاگردوں میں شمار فرمایا جو صاحبِ فتویٰ تھے۔

عبادت و ریاضت میں ان کا بہت ہی بلند و بالا مقام ہے۔ روزانہ سات سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ روزہ و عبادت کی کثرت اور شب بیداری کی مشقتوں کی وجہ سے ان کے بدن کا رنگ پہلے زرد پھر سبز ہوگیا تھا۔

کوفہ آپ کا وطن تھا اور اپنے وطن سے آپ نے چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کیے اور ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں کبھی ادا نہیں کیے بلکہ ایک مرتبہ حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر کرتے اور دوسری مرتبہ عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ حاضری دیتے' اسی طرح آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن اسود نے بھی چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کیے۔

اسود بن یزید خوف الٰہی سے راتوں کو اس قدر رویا کرتے تھے کہ روتے روتے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی اور اتنے لاغر ہوگئے تھے کہ بدن پر ہڈی اور چمڑے کے

سوا گوشت کی کوئی بوٹی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

آپ سے بہت سی کرامتیں صادر ہوئیں اور کوفہ میں آپ کی عبادتوں اور کرامتوں کا اس قدر چرچا تھا کہ عوام و خواص سب آپ کو "اسود جنتی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ۷۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور کوفہ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(عمدۃ القاری وطبقات وتہذیب التہذیب)

۸-حضرت ابومسلم خولانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام عبداللہ بن ثوب اور لقب "زاہد شامی" ہے۔ آپ یمن کے باشندے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے کیلئے اپنے وطن سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے مگر ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

انہوں نے علم حدیث حضرت عمرو معاذ بن جبل و ابوعبیدہ بن الجراح و عبادہ بن صامت و ابوذر غفاری وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حاصل کیا اور ابوادریس خولانی و عطا بن ابی ریاح ومکحول وغیرہ محدثین نے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

تابعی محدثین میں یہ بہت بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔ یحیٰ بن معین و ابن اسعد و عجلی وغیرہ نے ان کو ثقہ و حافظ ومحدث کبیر فرمایا۔

بہت بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے بلکہ صاحب ولایت و باکرامات ولی تھے اور ان سے بہت سی کرامتیں منقول ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ کئی کئی مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے، مگر ان کے چہرے پر ضعف و نقاہت کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تھا۔ نہ کثرت عبادت و درس حدیث کے مشاغل میں فتور پڑتا تھا۔

ابن سعد نے اپنے طبقات میں ان کی ایک بہت ہی عجیب و غریب کرامت نقل فرمائی ہے کہ اسود بن قیس ذوالخمار نے جب یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے بے پناہ ظلم سے لوگوں کو مجبور کرکے اپنی نبوت کا اقرار کرنے لگا تو اس نے ابومسلم خولانی کو بھی

گرفتار کیا اور کہنے لگا کہ اے ابومسلم! کیا تم میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتے ہو؟ تو آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ فرمایا کہ میں تیری اس بات کو سننے کی بھی تاب نہیں لاسکتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی دیتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں بے شک! پھر آپ نے بلند آواز سے بار بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھا۔ اسود بن قیس ذوالحمار نے جھلا کر ایک زبردست آگ جلوائی او رجب آگ کے شعلے کافی بلند ہو گئے تو اس ظالم نے ابومسلم خولانی کو اس آگ میں ڈال دیا اور آپ آگ کے شعلوں میں کلمہ شہادت پڑھتے رہے اور چلتے پھرتے رہے اور آگ نے آپ کے جسم یا کپڑوں پر بالکل اثر نہیں کیا۔ اسود بن قیس ذوالحمار نے حیران ہو کر آپ کو یمن سے نکال دیا اور آپ یمن سے مدینہ منورہ چلے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ابومسلم کی اس کرامت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ! کہ خداوند کریم نے مجھ کو اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک ایسے شخص کا دیدار کر لیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا اور زندہ سلامت رہا۔ مفضل کا قول ہے کہ ۶۲ھ میں آپ کا وصول ہوا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) (تہذیب التہذیب)

۹-حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن مدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ خاندان قریش کے علماء میں بہت جید و ممتاز ہیں اور مدینہ منورہ کے مشہور سات فقیہوں میں آپ کا شمار ہے۔ علم حدیث میں آپ کو حضرت ابوہریرہ و اُمُ المومنین عائشہ صدیقہ و اُمِ سلمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کے شاگردوں میں امام زہری و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ واقدی نے آپ کو ثقہ، فقیہ، عالم، شیخ اور کثیر الحدیث تحریر فرمایا اور ابن حراش وغیرہ نے امام المسلمین اور علم و فضل میں سردار قریش کہا۔

آپ نابینا تھے۔ مگر جلالت علم و کثرت حدیث میں آپ کا نام ضرب المثل تھا۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ کثرت عبادت میں بھی یہ اپنے دور کے امام العابدین شمار کیے جاتے تھے، چنانچہ کثرت نماز کی وجہ سے عام طور پر لوگ ان کو قریش کا راہب (سادھو) کہا کرتے تھے۔ یہ نفل نمازوں میں بہت ہی طویل سجدے کرتے تھے۔ دیر تک ہتھیلی زمین پر رکھنے سے ان کی ہتھیلی گرم ہو جاتی تھی اس لیے یہ دو طشتوں میں پانی بھر کر رکھ لیتے تھے اور بوقت سجدہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں طشتوں میں رکھ کر سجدہ کرتے تھے۔ امام شعبی عمر بن عبدالرحمٰن سے ناقل ہے کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بہت زیادہ نوافل ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ لگاتار روزہ بھی رکھتے تھے۔ ابن مدینی و خلیفہ وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) (تہذیب التہذیب)

۱۰- حضرت ابراہیم نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعمران اور نام و نسب ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی ہے۔ آپ کوفہ کے فقیہ اعظم اور مشہور استاد فقہ و حدیث ہیں۔ آپ نے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری دی ہے مگر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ عجلی کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے لیکن کسی صحابی سے حدیث کی روایت نہیں کی۔

آپ علم حدیث میں علقمہ بن قیس و اسود بن یزید و مسروق وغیرہ سینکڑوں باکمال محدثین کے فیض یافتہ ہیں اور امام شعبی و اعمش و منصور وغیرہ آپ کی درسگاہ کے فاضل طلباء ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ جب ابراہیم نخعی کا انتقال ہو گیا تو امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نخعی سے بڑھ کر حدیث و فقہ کا جاننے والا اب کوئی روئے زمین پر موجود نہیں رہا، تو لوگوں نے سوال کیا کہ کیا حسن بصری و ابن سیرین بھی اس مرتبہ پر نہیں پہنچے؟ تو امام شعبی نے جواب دیا کہ نہیں۔ حسن بصری اور ابن سیرین

تو کیا پورے عراق و شام و حجاز میں کوئی بھی ابراہیم نخعی کا ہم مثل باقی نہیں رہا۔

امام اعمش فرماتے تھے کہ محدثین تو بہت ہیں لیکن حدیث کو پرکھنے والا ابراہیم نخعی کے سوا کوئی بھی نہیں۔

آپ بہت ہی صاحب زہد و تقویٰ بھی تھے اور کثرت عبادت نماز و تلاوت وغیرہ میں بھی اپنے ہمعصروں پر بہت زیادہ فوقیت رکھتے تھے لیکن بہت چھپ کر عبادت کرتے تھے اور شہرت سے انتہائی نفرت کرتے تھے۔ منقول ہے کہ اپنے کو چھپانے کیلئے کبھی کبھی زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہن کر بازار میں نکلا کرتے تھے تاکہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکیں کہ آپ کوفہ کے محدث کبیر و فقیہ اعظم ہیں یا کوئی منچلے نوجوان!

آپ بنی امیہ کے ظالم امراء کو کھلم کھلا نصیحت فرماتے تھے۔ اسی لیے کوفہ و بصرہ کا گورنر حجاج بن یوسف ثقفی آپ کی جان کا دشمن ہوگیا تھا اس لیے فقہاء و محدثین نے آپ سے درخواست کی کہ للہ آپ کہیں روپوش ہوجائیں کیونکہ آپ کی جان بڑی قیمتی ہے۔ اگر حجاج نے آپ کو شہید کردیا تو فقہ و حدیث کا چراغ گل ہوجائے گا۔ چنانچہ آپ ایک پوشیدہ مقام پر چھپ گئے اور حجاج نے آپ کو گرفتار کرانے کی انتہائی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ اسی حالت میں ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں آپ کا وصال ہوگیا اور فقہ و حدیث کا یہ چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہوگیا جس سے ہزاروں علم و فضل کے چراغ روشن ہوئے تھے۔ حجاج بن یوسف کے خوف سے آپ کے جنازہ میں سات آدمیوں کے سوا کوئی شریک نہیں ہوا۔ ان ہی سات سرفروشوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس سرمایہ کرامت کو پورے اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ (عینی و طبقات شعرانی وغیرہ)

۱۱۔ حضرت ابواسحٰق سبیعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا اسم گرامی عمرو بن عبداللہ ہمدانی اور وطن کوفہ ہے۔ نہایت عابد و زاہد اور کثیر الروایت و صاحب کرامت تابعی بزرگ ہیں۔ اور اپنے ایک جد اعلیٰ سبیع بن صعب

کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے سبیعی کہلاتے ہیں۔علی بن مدینی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت علی و براء بن عازب و زید بن ارقم وغیرہ اَسی (۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث کی روایت کی ہے اور سینکڑوں کبار محدثین کے استاذ حدیث ہیں۔علی بن مدینی آپ ہی کے قابل فخر شاگرد ہیں جو آسمانِ حدیث پر آفتاب بن کر چمکے۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال کوفہ میں پیدا ہوئے اور عمر بھر عبادت و ریاضت اور علم حدیث کی خدمت کر کے ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ (اکمال ونووی)

۱۲-حضرت اعمش (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو محمد اور نام و نسب سلیمان بن مہران کاہلی اسدی اور لقب اعمش ہے۔آپ ۶۰ھ میں ایران کے اندر پیدا ہوئے اور بعد میں کوفے کے متوطن بن گئے اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم حدیث و فن قرأت میں آپ کا شماران باکمال عالموں میں ہے جو جبال العلم (علم کا پہاڑ) کہلاتے ہیں۔آپ نے حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار کیا ہے' اس لیے تابعی ہیں۔

علم حدیث میں آپ کے استادوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ شمار دشوار ہے۔ جن میں سے زید بن وہب و ابووائل و عامر شعبی و ابراہیم نخعی وغیرہ اکابر بہت مشہور ہیں۔ ہزاروں محدثین آپ کے شاگرد ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کوفہ کے اکثر محدثین کی روایات کا دارومدار آپ ہی کی ذات پر ہے۔آپ کے تلامذہ میں سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و شعبہ و سلیمان تیمی و عبداللہ بن مبارک و فضیل بن عیاض و ابوبکر بن عیاش وغیرہ سینکڑوں ایسے ایسے علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب ہیں' جن سے قیامت تک علمی دنیا میں اجالا رہے گا۔

آپ بہت ہی مفلس بلکہ نانِ شبینہ کے بھی محتاج تھے۔ مگر اس کے باوجود اپنی مجلس میں امیروں اور بادشاہوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور عمر بھر کبھی کسی بادشاہ یا امیر کا نذرانہ قبول نہیں فرمایا۔

آپ کا زہد و تقویٰ نادرالوجود اور کثرت عبادت بے مثال ہے۔ ہر وقت باوضو رہتے اور فرماتے تھے کہ مجھے ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں بلاوضو میری موت نہ ہوجائے۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ستر برس تک نماز باجماعت کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

مزاج میں تواضع و انکسار بھی حد سے زیادہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں مر جاؤں تو کسی کو میری موت کی خبر مت دینا' بس چپکے سے مجھے قبر میں ڈال دینا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ دیندار مسلمان میرے جنازے کو کندھے پر اٹھا کر چلیں۔ ربیع الاوّل ۱۴۸ھ میں بعمر اٹھاسی سال وفات پائی۔ (طبقات شعرانی و اکمال وتہذیب التہذیب)

۱۳- حضرت ابوبکر بن محمد انصاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے اور یہ ایک تاریخی لطیفہ ہے کہ ابوبکر بن محمد کے سوا کوئی انصاری کبھی مدینہ منورہ کا امیر نہیں ہوا۔ ان کے بارے میں امام مالک کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر بن محمد سے بڑھ کر متبع شریعت و مستقیم الحال کسی کو نہیں دیکھا۔

ناقدین حدیث نے بالاتفاق ان کو ثقہ و معتمد و کثیرالحدیث لکھا۔ یہ علم حدیث میں اپنی خالہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن و عباد بن تمیم و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ جماعت محدثین کے شاگرد رشید ہیں اور امام زہری و یحیٰی بن سعید انصاری وغیرہ بڑے بڑے محدثین ان کی مجلس درس کے فیض یافتہ ہیں۔

علم و فضل اور تقویٰ و دیانت میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ شب بیداری و

کثرت عبادت میں بھی اپنے دور کے ممتاز عابدوں میں ہیں۔ عطاف بن خالد اپنی والدہ سے ناقل ہیں کہ ابوبکر بن محمد نے چالیس برس تک رات میں بستر پر پیٹھ نہیں لگائی۔ تمام رات نوافل پڑھتے اور اتنا طویل سجدہ کیا کرتے تھے کہ ان کی پیشانی اور ناک پر بہت نمایاں سجدوں کا نشان پڑ گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے بیحد مداح و معتقد تھے۔ اپنے دورِ خلافت میں ان کو مدینہ کا حاکم اور قاضی اور امیرالحج مقرر کیا اور جب کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ ابوبکر بن محمد کی نماز پر اس قدر فریفتہ ہو گئے کہ ان کو اتنے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ابوبکر بن محمد جیسے نمازیوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو پھر کس پر فریفتہ ہوتا؟

عمر بن عبداللہ تمیمی کا قول ہے کہ ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ ۱۱۷ھ میں ان کا وصول ہوا اور واقدی و ابن مدینی وغیرہ نے ان کا سن وفات ۱۲۰ھ تحریر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

۱۴- حضرت ابوجعفر قاری مدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام یزید بن قعقاع ہے۔ یہ بچپن میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُم المومنین نے شفقت فرما کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

یہ فن قرأت میں اہل مدینہ کے امام و استاد ہیں۔ اسی لیے قاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ اگرچہ بہت ہی کم روایت حدیث فرماتے تھے مگر ابن معین ونسائی و ابوحاتم وغیرہ نے ان کو ثقہ و صالح و مستقیم الحدیث بتایا ہے۔ یہ تابعی ہیں اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ و ابن عمر و ابن عباس وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور امام مالک و نافع بن نعیم قاری و عبیداللہ بن عمر و اسمٰعیل بن جعفر و دراوردی وغیرہ نے ان سے حدیث

کی روایت کی ہے۔ یہ بہت ہی پرہیزگار اور بہت بڑے عبادت گزار اور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ ان کو وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ ان کے سینے میں دل کے مقام پر کھال کا رنگ کاغذ کے ورق کی طرح سفید و شفاف نظر آتا تھا اور اس میں ایک خاص قسم کی چمک بھی تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر تمام حاضرین نے یقین کے ساتھ بالاتفاق یہی کہا کہ بلاشبہ یہ قرآن کا نور ہے جو ان کے قلب میں چمک رہا ہے کیونکہ تمام عمر انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی ہے۔ ابوموسیٰ کا قول ہے کہ آپ نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی اور خلیفہ نے آپ کا سن وفات ۱۳۰ھ بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۵-حضرت ابن جریج (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوالولید اور نام نسب عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اُموی ہے۔ یہ وہ جلیل القدر استاد حدیث ہیں جو عطا بن ابی رباح و امام زہری و امام جعفر صادق وغیرہ سینکڑوں محدثین کی درسگاہِ حدیث سے فیض پاکر کثیرالحدیث و بلند پایہ حافظ حدیث ہوئے۔ ان کی جلالت شان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری ان کو علم کا خزانہ کہا کرتے تھے اور یحیٰی بن سعید ان کی کتابوں کو ''کتب الامانۃ'' کا لقب دیتے تھے اور علی بن مدینی تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حدیثوں کی سندوں میں غور کیا تو ساری سندوں کا دارومدار چھ محدثین پر پایا۔ پھر ان چھ محدثین کا سارا علم ابن جریج کے سینے میں پہنچ گیا۔ علی بن مدینی کا یہ بھی قول ہے کہ مکہ مکرمہ کے محدثین میں سب سے پہلے علم حدیث کی کتابیں تصنیف فرمانے والے ابن جریج ہی ہیں۔

ابن حبان نے لکھا ہے کہ ابن جریج ثقہ اور اہل حجاز کے فقہاء و محدثین میں بہت ہی ٹھوس علمی قابلیت کے مالک ہیں۔ عبداللہ بن مبارک جیسے ہزاروں محدثین ان کے دریائے

علم سے سیراب ہوئے اور سب ان کی جلالت علم وفضیلت روایت کے معترف ہیں۔

یہ بہت ہی طاقتور وتندرست تھے اور نکاح کے بیحد شوقین تھے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن کسی عورت سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

مگر اس کے ساتھ عبادت کا شوق و ذوق بھی کرامت کی منزل پر پہنچا ہوا تھا۔ عبدالرزاق محدث کا قول ہے کہ میں نے ابن جریج سے بڑھ کر بہترین نماز پڑھنے والا کسی نمازی کو نہیں دیکھا۔ ابو عاصم ناقل ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اپنے دور کے سب سے بڑے عبادت گزار اور زاہد شب زندہ دار تھے۔ ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ باقی سال بھر روزانہ روزہ دار ہی رہتے تھے۔ ۱۴۹ھ یا ۱۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پاکر مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۶- حضرت اوزاعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو عمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے۔ آپ شامی محدثین کے مسلم الثبوت امام و استاد حدیث ہیں۔ اوزاعی اس لیے کہلاتے ہیں کہ یمن یا ہمدان کے ایک قبیلہ اوزاع سے آپ کا تعلق تھا اور بعض کا قول ہے کہ اوزاع دمشق کے قریب میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ اس کی طرف نسبت کرکے آپ اوزاعی مشہور ہوگئے۔

آپ کا زہد وتقویٰ مشہور زمانہ اور آپ کی امامت و بزرگی پر تمام اکابر کا اجماع ہے۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ ستر ہزار فتاویٰ کا جواب آپ نے اپنے حفظ سے تحریر کرایا اور تیرہ برس کی عمر سے آپ نے فتویٰ دینا شروع کردیا تھا۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں اور بڑے بڑے بلند پایہ تابعین سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے اور قتادہ وزہری ویحییٰ بن کثیر وغیرہ کے آپ استاد ہیں۔ تمام اہل شام و اہل مغرب امام مالک کے مشہور ہونے سے پہلے آپ ہی کے مذہب وفتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔

پہلے آپ دمشق میں باب الفردیس کے باہر سکونت فرماتے تھے پھر آپ بیروت چلے گئے اور وہاں مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہو گئے اور آخر عمر تک جہاد میں مشغول رہے۔

خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور آپ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اور آپ کی خدمت میں مؤدبانہ حاضری دیتا تھا اور آپ نہایت جرأت و بیباکی کے ساتھ اس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرمایا کرتے تھے۔

آپ ۸۸ھ میں بعلبک شہر کے اندر پیدا ہوئے اور بچپن سے آخر عمر تک علم کی طلب و درس حدیث اور حج و جہاد کیلئے سفر فرماتے رہے۔ آپ جلیل الشان فقیہ و کثیر الحدیث محدث ہونے کے ساتھ عبادت و ریاضت کی منزل میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صاحب کرامت اولیاء میں سے تھے۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی دردناک و عجیب ہے۔ آپ حالت جہاد میں غسل کیلئے غسل خانہ میں داخل ہوئے اور حمام کے مالک نے باہر سے تالا بند کر دیا اور کسی ضرورت سے باہر چلا گیا۔ پھر اس کو تالا کھولنا یاد نہ رہا اور کئی دن کے بعد جب اس نے تالا کھولا' دیکھا کہ آپ حمام کی دیوار سے ٹیک لگائے قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ یہ واقعہ ۱۵۷ھ کا ہے۔ (نووی و طبقات شعرانی وغیرہ)

۱۷۔حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم بلخی جو بہت ہی نامور شیخ طریقت و سلطان ولایت گزرے ہیں اور جن کی کرامتوں کے تذکرے مشہور خلائق ہیں۔ یہ اپنے دور کے بڑے فاضل حدیث و مشہور ثقہ محدث بھی تھے۔

یہ حدیث و فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بڑے خاص شاگرد ہیں۔ ان کا اصلی وطن بلخ ہے مگر بعد میں انہوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ زہد و تقویٰ عبادت و

ریاضت میں بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ جب حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ممدوح نے ان سے فرمایا کہ اے ابراہیم! تمہیں عبادت کی توفیق تو بہت کچھ مل چکی ہے اس لیے اب تمہیں کچھ علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے' کیونکہ علم عبادت کی اصل اور تمام عبادتوں کا دارومدار ہے۔ چنانچہ امام ممدوح کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ابراہیم بن ادہم علم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے اور حضرت امام ابوحنیفہ و یحییٰ بن سعید بن مرزبان و مقاتل بن حبان نبطی وغیرہ محدثین کی درسگاہوں میں علم حدیث پڑھ کر استاد حدیث ہوگئے اور آپ کے حلقہ درس میں سفیان ثوری وشفیق بلخی و ابراہیم بن بشار و اوزاعی جیسے باکرامت محدثین وعباد وزہاد امت پیدا ہوئے۔

امام نسائی و یحییٰ بن معین و ابن نمیر و عجلی وغیرہ نے ان کو ثقہ' زاہد' عابد' فاضل' محدث' فقیہ اور سخاوت میں یکتائے روزگار تحریر کیا اور ابن حبان نے کتاب ''الثقات میں ان کے اوصاف کا تذکرہ ان لفظوں میں فرمایا کہ ابرہیم بن ادہم مجاہدہ' فقہ اور مسلسل تقویٰ شعاری وسخاوت میں آخری دم تک ثابت قدم رہے۔

آخری عمر میں آپ درس و تدریس سے کنارہ کش ہوکر ہمہ تن عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئے اور آپ کی روحانی توجہ سے ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور سینکڑوں گناہگار مسلمان آپ کے دست حق پرست پر تائب ہوکر مرتبہ ولایت پر فائز ہوگئے۔ مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہوکر جہاد کیلئے آپ روم بھی تشریف لے گئے اور بلاد روم ہی میں ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ومناقب صدر الائمہ)

۱۸- حضرت ابراہیم بن طہمان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ امام ابوحنیفہ کے بلند پایہ شاگردوں میں سے ہیں اور اکابر ائمہ حدیث میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے فخر کیلئے یہی کافی ہے کہ خود امام اعظم نے بھی ان سے

حدیثوں کی روایت کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس کی تصریح کی ہے کہ ان کے استادوں میں سے امام ابوحنیفہ اور صفوان بن سلیم نے بھی ان سے روایت حدیث کی ہے۔ اصطلاحِ محدثین میں اس قسم کی روایتوں کو ''روایۃ الاکابر عن الاصاغر'' کہتے ہیں۔ یعنی بڑوں کی روایت اپنے چھوٹوں سے۔

عبداللہ بن مبارک نے ان کو صحیح الحدیث و قابل اعتماد اور تقویٰ شعار کہا اور قاضی یحیٰ بن اکثم کا تو ان کے بارے میں یہ قول ہے کہ خراسان و عراق اور حجاز کے محدثین میں سے بہت سے زیادہ معزز و معتمد اور وسیع العلم ہیں، مگر افسوس ہے کہ ایسا باکمال و بلند مرتبہ محدث بھی ارباب ظواہر کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ چونکہ یہ امام اعظم کے شاگرد تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ ایمان و عمل دو جداگانہ چیزیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے اس لیے امام ابوحنیفہ کی جناب میں سوء عقیدت رکھنے والے ظاہر ہیں۔ محدثین نے انکو ''مرجبہ'' کہا اور ان پر کلام کیا مگر ان کی کرامت ہے کہ ان متعصب محدثین کا وار خالی گیا، کیونکہ آخر حافظ ذہبی کو میزان الاعتدال میں یہ تصریح کرنی پڑی کہ فلاعبرۃ لمضعفہ یعنی ان کو ضعیف بنانے والوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح تمام اصحاب صحاح ستہ نے بھی ان کی حدیثوں کو نقل کیا اور صالح بن محمد نے بھی اعتراف کیا کہ یہ صالح و حسن الحدیث ہیں۔

علمی جلالت کے ساتھ تقویٰ و دیانت اور عبادت و ریاضت میں بھی نہایت جلیل الشان بزرگ و باکرامت ولی تھے۔ امام احمد بن حنبل کے قلب میں ان کی بزرگی کا اس قدر احترام تھا کہ ایک بار ان کی مجلس میں ابراہیم بن طہمان کا ذکر چھڑ گیا اور امام موصوف اس وقت بیماری کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے تو فوراً سیدھے اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے۔ لاینبغی ان یذکر الصالحون فیتکا یعنی جب صالحین کا تذکرہ ہو تو تکیہ لگائے رہنا مناسب نہیں ہے۔

ابراہیم بن طہمان ہرات میں پیدا ہوئے۔ پھر ایک مدت دراز تک نیشاپور میں

سکونت پذیر رہے۔ مگر آخری عمر میں مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنالیا اور جوار بیت اللہ میں رہے اور ۱۶۳ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ' تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۹- حضرت ابوبکر بن عیاش کوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام محمد اور بعض نے عبداللہ اور بعض نے سالم یا شعبہ یا روبہ یا مسلم وغیرہ بتایا ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

یہ بہت ہی پائے کے محدث ہیں اور کوفے کے محدثوں اور قاریوں میں ان کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ انہوں نے علم حدیث میں ابواسحٰق سبیعی وحمید طویل وسفیان تمار وغیرہ کی شاگردی اختیار کی اور ان کے تلامذہ کی طویل فہرست میں عبداللہ بن مبارک و امام احمد بن حنبل وسفیان ثوری ویحیٰی بن معین بھی ہیں۔

ان کے تقویٰ و دیانت کا یہ حال ہے کہ زندگی بھر کوئی بیہودہ لفظ ان کی زبان پر نہیں آیا اور تمام عمر میں کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے اور کثرت عبادت کا یہ عالم ہے کہ تیس برس تک مسلسل روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور ستر برس تک متواتر ساری رات بیدار رہ کر نوافل پڑھتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے بڑھ کر کسی کو متبع شریعت نہیں پایا اور امام احمسی کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے زیادہ اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

یہ بہت بڑے صاحبِ کرامت بھی تھے۔ ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنویں میں ڈول ڈالا تو ڈول بھر کر دودھ نکالا اور ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنویں میں سے بھر ڈول شہد نکالا۔

یہ ہارون رشید خلیفہ بغداد کو علانیہ نصیحت فرماتے تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ میں چھیانوے برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! تم کیوں ڈرتی ہو؟ کیاتم روتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نور نظر تمہیں کیا خبر؟ میں نے اپنے مکان کے صرف اس ایک کونے میں ۲۴ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ونودی)

ان کے صاحبزادے ابراہیم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے مجھ سے فرمایا بیٹا! سن لو۔ تمہارے باپ نے زندگی بھر کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا ہے اور تیس برس سے مسلسل میں روزانہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔ اور خبردار! اس بالا خانے پر ہرگز تم کوئی گناہ کا کام مت کرنا کیونکہ اس بالا خانے پر میں نے بارہ ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ (نودی)

۲۰- حضرت ابن علیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابومبشر اور نام اسمٰعیل بن ابراہیم بصری ہے اور ابن علیہ ان کا مشہور لقب ہے۔ یہ سلیمان تیمی و حمید طویل و ابن عون و معمر وغیرہ محدثین کے نامور شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں امام شافعی و امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ حدیث و فقہ ہیں۔ محدثین عام طور پر ان کو سید المحدثین و ریحانۃ الفقہاء (فقہاء کا پھول) کہا کرتے تھے۔

یہ زہد و تقویٰ میں طاق اور عبادت و ریاضت میں اپنے زمانے کے فرد تھے۔ تمام عمر کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں ایک رات ان کے مکان پر سویا تو انہوں نے رات میں ایک تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی اور نوافل میں رات گزار دی۔

عبداللہ بن مبارک ان کا بیحد احترام فرماتے تھے بلکہ عبداللہ بن مبارک تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ و فضیل بن عیاض و سماک بن حرب و ابن علیہ یہ پانچوں محدثین نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا۔ یہ پانچوں محدثین حدیث شریف کے درس میں مشغول رہتے تھے اور عبداللہ بن مبارک تجارت کر کے کماتے تھے اور

ان پانچوں عالمانِ حدیث کی مالی امداد فرماتے تھے۔

منقول ہے کہ جب ابن علیہ نے قاضی کا عہدہ قبول کرلیا تو عبداللہ بن مبارک کو اتنا رنج و صدمہ ہوا کہ بغداد آئے تو تمام محدثین کو نذرانہ پیش کیا مگر ابن علیہ سے آپ نے ملاقات بھی نہیں کی۔ ابن علیہ نے پہلے تو انتظار کی۔ پھر خود ہی ملاقات کیلئے گئے تو عبداللہ بن مبارک نے منہ پھیر لیا اور سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ ابن علیہ مایوس ہوکر واپس چلے آئے' پھر دوسرے دن عبداللہ بن مبارک کے نام ایک خط بھیجا کہ میرے کس جرم کی سزا میں آپ نے اتنی بے اعتنائی برتی اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ عبداللہ بن مبارک خط پڑھ کر اور بھی غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ جب تک چھڑی سے اس شخص کی چمڑی نہ ادھیڑ دی جائے گی یہ شخص ماننے والا نہیں' چنانچہ خط کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر آپ نے ابن علیہ کے پاس بھیج دیے۔

يَا جَاعِلَ الْعِلْمِ بَازِيًا   يَصْطَادُ اَمْوَالَ الْمَسَاكِيْنِ

اے علم کو ایک باز (شکرہ) بنانے والے   جو مسکینوں کا مال شکار کرتا ہے

اِحْتَلْتَ لِلدُّنْيَا وَلَذَّاتِهَا   بِحِيْلَةٍ تَذْهَبُ بِالدِّيْنِ

تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کیلئے ایک ایسا حیلہ بنایا ہے جو تیرے دین کو برباد کردیگا۔

فَصِرْتَ مَجْنُوْنًا بِهَا بَعْدَمَا   كُنْتَ دَوَاءً لِّلْمَجَانِيْنِ

تو خود دنیا کا دیوانہ بن گیا حالانکہ تو پہلے تمام دیوانوں کی دوا تھا۔

اَيْنَ رِوَايَاتُكَ فِيْمَا مَضٰى   عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَ ابْنِ سِيْرِيْنِ

تیری وہ روایتیں کہاں گئیں۔ جو تو پہلے ابن عون اور ابن سیرین سے روایت کرتا تھا۔

اَيْنَ رِوَايَاتُكَ فِيْ سَرْدِهَا   فِيْ تَرْكِ اَبْوَابِ السَّلَاطِيْنِ

تیری وہ روایتیں کدھر گئیں جو تو بادشاہوں کے دروازے سے دور رہنے کے بارے میں روایت کیا کرتا تھا۔

اِنْ قُلْتَ اُكْرِهْتَ فَذَا بَاطِلٌ"   زَلَّ حِمَارُ الْعِلْمِ فِى الطِّيْنِ

اگر (عذر کے طور پر) تو یہ کہے کہ مجھ کو مجبور کیا گیا تو یہ بالکل غلط ہے (درحقیقت بات یہ ہے) کہ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا ہے۔

عبداللہ بن مبارک کے ان اشعار کو پڑھ کر ابن علیہ کی دینی غیرت کو ایسی ٹھیس لگی کہ ایک دم ان کے تقویٰ و دیانت کی رگ رگ پھڑک اٹھی۔ فوراً کچہری سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دربار میں جا کر کہہ دیا کہ اے سلطان! میں خدا کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ میرے اس بڑھاپے پر رحم کیجئے اور عہدۂ قضا سے میرا استعفیٰ قبول فرمالیجئے۔ اب ایک لحہ کیلئے بھی میں اس عہدہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہارون رشید نے آپ کی اس بیقراری کو دیکھ کر کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اس مجنون (عبداللہ بن مبارک) نے آپ کو بھی بہکا دیا ہے۔

غرض آپ کا استعفیٰ منظور کرلیا گیا اور آپ پھر بدستور سابق درس حدیث و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ عبداللہ بن مبارک کو پتہ چلا تو انہیں بیحد خوشی ہوئی اور فوراً درہموں سے بھری ایک تھیلی نذرانے میں ابن علیہ کے پاس بھیج دی اور پھر پرانے تعلقات استوار ہو گئے جو آخری عمر تک قائم رہے۔ ۱۹۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۲۱- حضرت ابو حفظ کبیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام احمد بن حفص اور کنیت ابو حفص ہے اور ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص کی کنیت بھی حفص ہے، چونکہ باپ بیٹے دونوں کی کنیت ابو حفص ہے اس بنا پر باپ ابو حفص کبیر اور بیٹے کو ابو حفص صغیر کہا جاتا ہے اور باپ بیٹے دونوں فقہ و حدیث میں امامت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ابو حفص کبیر بخارا کے ان ائمہ و حدیث میں سے ہیں جن کے دم سے بخارا میں علم حدیث کی گرم بازاری تھی۔ یہ امام ابو یوسف و امام محمد (شاگردان امام ابوحنیفہ) کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور بخارا میں علمائے احناف کے امام و مقتدیٰ ہیں اور ان کے شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی انہیں شمار نہیں کر سکا۔ حافظ

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ امام بخاری نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے۔ چنانچہ ابوحفص کبیر اکثر امام بخاری کے بارے میں فرماتے تھے کہ ھذا یکون له صیت یعنی اس شخص کا ہر طرف شہرہ ہوجائے گا۔

یہ حضرت امام شافعی کے ہم عصر تھے۔ مگر امام شافعی کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ ان کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے بڑے عجیب عجیب واقعات اور ان کی کرامتوں کے بڑے بڑے نادر احوال منقول ہیں جن کو امام زندوستی نے اپنی کتاب ''روضتہ العلماء'' میں تحریر فرمایا ہے مگر افسوس کہ یہ کتاب فقیر راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزری۔ ان کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی۔ (مقدمہ الجواہر المضیہ وغیرہ)

۲۲۔حضرت ابواسحٰق ہروی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا اسم گرامی ابراہیم بن عبداللہ ہے۔ یہ اصل میں ہرات کے رہنے والے تھے لیکن بغداد کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ امام ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ مشہور محدثین کے استاد ہیں اور ہشیم (تلمیذ امام ابوحنیفہ) کے خاص الخاص شاگرد ہیں۔ ان کا خود بیان ہے کہ ہشیم کی کوئی ایسی حدیث نہیں ہے کہ جس کو میں نے ان سے بیس مرتبہ یا اس سے زیادہ نہ سنا ہو۔ حافظ ذہبی نے ان کے تذکرہ میں تحریر فرمایا کہ کان صدوقاً زاھداً صواماً عابداً کبیر القدر یعنی یہ بہت ہی سچے' زاہد' بہت زیادہ روزے رکھنے والے' عبادت گزار اور نہایت ہی بلند مرتبہ شخص تھے۔ رمضان ۲۴۴ھ میں جبکہ ان کی عمر نوے برس سے زائد ہوچکی تھی' انتقال فرمایا۔ (تذکرہ الحفاظ)

۲۳۔حضرت احمد بن منیع (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب اصم ہے اور چونکہ بغشور کے رہنے والے تھے' اسی لیے بغوی کہلاتے ہیں۔ بعد کو بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ علم حدیث میں امام ابویوسف

(شاگرد امام ابوحنیفہ) کے تلمیذ رشید اور امام بخاری وغیرہ صحاح ستہ کے مصنفین کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ محدث خلیلی نے فرمایا کہ یہ علم حدیث میں امام احمد بن حنبل کے ہم پلہ ہیں۔ فن حدیث میں ان کی کتاب مسند مشہور و معروف ہے جس کو ان کے شاگرد نامور اسحٰق بن ابراہیم بن جمیل ان سے روایت کرتے ہیں۔

بڑے عابد و زاہد اور مشہور صاحب کرامات ہیں۔ امام بغوی نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کے طبقہ ابدال میں سے تھے۔ عبادت کا یہ ذوق تھا کہ چالیس سال تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور ترک دنیا اور زہد کا یہ عالم تھا کہ وفات کے بعد جب آپ کا کل متروکہ سامان فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان چوبیس درہم کا ہوا۔ آپ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۲۴-حضرت ابوزرعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام و نسب عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ مخزومی ہے اور وطن رے ہے۔ آپ علم حدیث کے مشہور امام اور اس فن میں امام بخاری کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ امام مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ جیسے ائمہ حدیث آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

آپ نے علم حدیث پڑھنے کیلئے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عراق، شام، جزیرہ خراسان اور مصر وغیرہ کا سفر کیا اور صرف ابوبکر بن ابی شیبہ سے سن کر ایک لاکھ حدیثیں آپ نے لکھیں اور اپنے دوسرے استاد ابراہیم بن موسیٰ رازی کی درسگاہ میں بھی آپ نے ایک لاکھ حدیثوں کو تحریر فرمایا۔ آپ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوزرعہ سے بڑھ کر کوئی حدیثوں کا حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے منہ سے نکل گیا کہ اگر ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اس شخص نے

آپ سے آ کر صورتِ حال بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور مطمئن رہو کہ مجھ کو ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔

ایک بار امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور یہ جوان (ابوزُرعہ) ان میں سے چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر چکا ہے۔ ابوزُرعہ اور ابوحاتم رازی دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور ابوحاتم رازی کی جلالت علم سے کون واقف نہیں؟ مگر یہی ابوحاتم رازی اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ میرے علم میں مشرق و مغرب کا کوئی محدث بھی ایسا نہیں ہے جو حدیثوں کو پہچاننے میں ابوزُرعہ کا ہمسر ہو سکے۔ ابوزُرعہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں تو اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو سورۂ قل ھواللہ شریف یاد ہوتا ہے۔

آپ بلاشبہ اپنے زمانے کے امام المسلمین اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور علم و عمل کے اعتبار سے یقیناً آپ ایک خدارسیدہ بزرگ اور صاحب کرامت ولی ہیں اور وقتِ وفات تو آپ سے ایک ایسی عجیب و غریب کرامت صادر ہوئی جو عدیم المثال ہے۔ آپ سکرات موت و جان کنی کے عالم میں تھے اور اس وقت آپ کے پاس ابوحاتم رازی محمد بن مسلم و منذر بن شاذان وغیرہ بہت سے محدثین حاضر خدمت تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہئے مگر ابوزُرعہ کی جلالت شان کے سامنے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کر سکے۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہئے تا کہ ان کو کلمہ طیبہ یاد آ جائے' چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی۔ حدثنا الضحاک بن مخلد عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر محمد بن مسلم کی زبان بند ہوگئی اور باقی حضرات بھی خاموش ہی رہے۔ اس پر ابوزرعہ نے جان کنی کے عالم میں روایت شروع کر دی کہ حدثنا بندار حدثنا عبدالحمید بن جعفرعن صالح عن کثیر بن مرة عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسمل من کان آخر کلامہ لاالہ الا اللہ اتنا ہی

کہنے پائے تھے کہ طائر روح عالم قدس کی طرف پرواز کرگیا اور آپ کی وفات ہوگئی۔ پوری حدیث یوں ہے کہ من کان آخر کلامه لااله الا الله دخل الجنة یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لااله الا الله نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ۔ ابوزرعہ کتنے خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان پاک روحوں کو کتنا لگاؤ اور والہانہ تعلق تھا کہ موت کی آخری سانس تک بھی علم وعمل کا ساتھ رہا۔

۲۰۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ماہ ذوالحجہ ۲۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب وغیرہ)

۲۵۔ حضرت ابن ماجہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
(صاحب السنن)

ابوعبداللہ کنیت' محمد بن یزید نام' ربعی قزوینی نسبت ہے اور عام طور پر ابن ماجہ کے عرف کے ساتھ مشہور ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ حدیث کے چھ اماموں میں آپ کا شمار ہے اور صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۲۰۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ قزوین کے رہنے والے ہیں جو ایران کے صوبہ آذربائیجان کا ایک بہت ہی مشہور مردم خیز شہر ہے۔ آپ نے علم حدیث کی طلب میں بڑی جدوجہد فرمائی اور اس سلسلے میں حجاز وعراق' شام وخراسان اور مصر وغیرہ کا علمی سفر فرمایا اور خاص کر بصرہ وکوفہ اور بغداد وحرمین شریفین ودمشق کے شہروں میں مقیم رہ کر تقریباً تین سو دس شیوخ سے احادیث کی روایت فرمائی۔

آپ کی امامت فن وجلالت شان اور اعلیٰ حفظ واتقان کے تمام علمائے محدثین معترف ومداح ہیں۔ محدث خلیلی وعلامہ ابن جوزی وحافظ ذہبی وابن خلکان وغیرہ نے آپ کو ثقہ' حافظ کبیر' امام' صاحب اتقان' کبیر الشان عارف علوم حدیث وغیرہ تحریر کیا ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے جس کا ذکر بموجب طوالت ہے۔

آپ کے عام حالات زندگی کے بارے میں تمام تذکرہ نویسوں نے بہت ہی کم معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ تاہم اس قدر ظاہر ہے کہ علم حدیث کی طلب میں آپ نے جس قدر طویل سفر کیے پھر وطن آ کر جس طرح درس و تصنیف کا مشغلہ رہا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ساری زندگی علم حدیث کی تحقیق و اشاعت ہی میں بسر ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں تفسیر و تاریخ و سنن قابل ذکر ہیں جن میں سنن ابن ماجہ تو بہت ہی مشہور ہے۔

سنن ابن ماجہ

امام ممدوح نے لاکھوں حدیثوں کے ذخیرے میں سے انتخاب کر کے چار ہزار روایات کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ اس کتاب میں درج فرمایا ہے۔حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا کہ سنن ابن ماجہ میں بتیس کتابیں پندرہ سو ابواب اور چار ہزار حدیثیں ہیں جو تھوڑی سی روایات کے علاوہ سب عمدہ ہیں۔

قدمائے محدثین سنن ابن ماجہ کو ''صحاح ستہ'' میں داخل کرنا پسند نہیں کرتے تھے مگر عام متاخرین کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ کی کتاب الجامع میں فرمایا کہ جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں رواہ الشیخان یا رواہ الاماماں کہیں تو اس سے امام بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب رواہ الائمة الستة کہیں تو اس سے امام بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب رواہ الخمسہ فرمائیں تو امام بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد مراد ہوتے ہیں۔

بہرحال اس میں شک نہیں کہ سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ سچ پوچھئے تو سنن ابن ماجہ دو حیثیتوں سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز ہے۔ ایک حسن ترتیب یعنی جس خوبی و عمدگی کے ساتھ احادیث کو باب کے مناسب بغیر تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے' صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں یہ خوبی ناپید ہے اور اسی خوبی کو دیکھ کر حافظ

ابوزرعہ نے سنن ابن ماجہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اکثر جوامع وغیرہ حدیث کی کتابیں بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جو صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں نہیں ہیں، اس بنا پر ظاہر ہے کہ اس کی افادیت دوسری کتب سے بڑھ کر ہے۔ مگر باوجود ان خوبیوں کے چونکہ سنن ابن ماجہ میں صحاح ستہ کی باقی پانچ کتابوں کی نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لیے اس کا درجہ صحاح ستہ کی کتابوں میں سب سے کمتر ہے۔

۲۱ رمضان بروز دوشنبہ ۲۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قہرمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا اور آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے دونوں برادران ابوبکر و عبداللہ اور آپ کے فرزند عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔ آپ کی وفات پر محدثین و عوام میں تہلکہ مچ گیا۔ بہت سے شعراء نے آپ کا مرثیہ لکھا اور محمد بن الاسود قزدینی نے تو آپ کا ایسا پر درد مرثیہ لکھا جس کو پڑھ کر آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ نمونے کے طور پر دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

لَقَدْ اَوْهی دَعَائِمَ عَرْشِ عِلْمٍ وَضَعْضَعَ رُكْنَهٗ فَقَدُ ابْنُ مَاجَه

یقیناً ابن ماجہ کی مت نے سریر علم کے ستونوں کو توڑ ڈالا اور اس کے پایوں کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے۔

وَخَابَ رِجَاءُ مَلْهُوْفٍ كَئِيْبٍ يُدَاوِيْهِ مِنَ الدَّاءِ ابْنِ مَاجَه

اور اس دردمند مغموم کی آس ٹوٹ گئی جس کی ابن ماجہ چارہ سازی کیا کرتے تھے۔

(تاریخ ابن ماجہ)

۲۶۔ حضرت ابوقلابہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام عبدالملک رقاشی ہے۔ یہ بصرہ کے اصلی باشندے ہیں۔ بعد میں بغداد کو اپنا وطن بنالیا۔ یہ بڑے پائے کے محدث ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو عالم، مستند زاہد اور

محدث بصرہ کے لقب سے یاد کیا ہے اور محمد بن جریر طبری نے تو یہاں تک کہا کہ میں نے ان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ کسی کو نہیں دیکھا۔ مسلمہ کا بیان ہے کہ ان کو شعبہ محدث کی تمام حدیثیں اسی طرح یاد تھیں جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورۃ یاد کی جاتی ہے۔ قاضی احمد بن کامل نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کو ساٹھ ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔

علمی کمالات کے ساتھ عبادت و ریاضت کی منزل میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ روزانہ بلاناغہ چار سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور بلاشبہ یہ صاحبِ کرامت ولی تھے۔ ان کا سن ولادت ۱۹۰ھ اور سن وفات شوال ۲۷۶ھ ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

۲۷-حضرت ابوداؤد سجستانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(صاحب السنن)

آپ کا نام و نسب سلیمان بن اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔ ۲۰۲ھ میں آپ کی ولادت مقام بصرہ ہوئی اور ۱۴ شوال ۲۷۵ھ کو بصرہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا وطن بصرہ تھا مگر بار بار آپ نے بغداد میں اقامت فرمائی اور مدتوں بغداد میں رہے۔

آپ نے علم حدیث کی طلب میں حجاز، عراق، شام، خراسان، جزیرہ وغیرہ کا سفر فرمایا اور ہزاروں محدثین سے حدیث کی سماعت فرمائی اور عمر بھر حدیث کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اسی لیے آپ کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ شمار انتہائی دشوار ہے۔

آپ نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد بغداد میں تصنیف فرما کر امام احمد بن حنبل کی خدمت میں پیش فرمائی تو امام ممدوح نے اس کو ایک بہترین کتاب قرار دیا اور بہت ہی تحسین فرمائی اور ابن اعرابی نے تو سنن ابوداؤد کو دیکھ کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کسی کے پاس قرآن مجید کے سوا دوسری کوئی کتاب نہ ہو اور اس کو سنن ابوداؤد مل جائے تو بس یہی

دونوں کتابیں اس کیلئے کافی ہیں اور اس کو مزید کسی دوسری کتاب کی حاجت نہیں پڑیگی۔

پانچ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کر کے چار ہزار آٹھ سو احادیث آپ نے اپنی سنن ابوداؤد میں جمع فرمائی ہیں۔

فن حدیث میں شان کمالی کے ساتھ آپ کے خصائص میں سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ اپنے دور کے بعض تنگ نظر محدثین کی طرح ائمہ فقہ کے مخالف نہیں تھے بلکہ فقہاء کی مساعی جمیلہ کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور فقہ کے اماموں کا بڑے ادب و احترام کے ساتھ تذکرہ فرماتے۔ چنانچہ ابن عبدالبر قرطبی ناقل ہیں کہ ابوداؤد اکثر یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ امام مالک پر اپنی رحمت نازل فرمائے' وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحمت نازل فرمائے' وہ امام تھے۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں آپ کی یہ بھی ایک خاص خصوصیت ہے کہ آپ پر فقہی ذوق کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں فقہی حدیثوں کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے وہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔

ابراہیم حربی جو آپ کے زمانے میں قابل اعتماد محدث شمار کیے جاتے تھے' انہوں نے جب سنن ابوداؤد کا مطالعہ کیا تو فرمایا کہ ابوداؤد کیلئے علم حدیث کو اللہ تعالیٰ نے ایسا نرم کردیا ہے جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے لوہے کو نرم فرما دیا تھا۔ آپ ایک جلیل القدر محدث و عظیم المرتبہ مصنف ہونے کے علاوہ صلاح وتقویٰ و اعمال صالحہ اور عبادت و ریاضت کے اعتبار سے بھی یکتائے روزگار ہیں۔ موسیٰ بن ہارون محدث جو آپ کے معاصر (ہم زمانہ) تھے' علانیہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کیے گئے ہیں۔

بغداد کے اولیائے کرام آپ کا بیحد احترام فرماتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ بغداد کے ایک صاحب کرامت مشہور ولی سہل بن عبداللہ تستری ایک دن ابوداؤد کی ملاقات کیلئے آئے اور فرمایا کہ اے ابوداؤد! اپنی زبان باہر نکالیے میں آپ کی زبان کا بوسہ لوں

گا کیونکہ آپ اس زبان سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں' چنانچہ ان کے اصرار سے مجبور ہوکر ابوداؤد نے اپنی زبان باہر نکالی اور سہل بن عبداللہ تستری نے نہایت گرم جوشی اور پیار کے ساتھ ابوداؤد کی زبان چوم لی۔

ابوداؤد کے مذہب میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شافعی تھے اور بعض کا قول ہے کہ حنبلی تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بستان المحدثین وتاریخ ابن ماجہ وغیرہ)

۲۸- حضرت ابن نجید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوعمرو اسمٰعیل بن نجید نیشاپوری علم حدیث میں محدث کبیر اور تصوف و عبادات و معاملات میں اپنے زمانے کے شیخ اکبر' زہد وتقویٰ میں یکتائے زمانہ اور اپنے دور کے ولی کامل تھے۔ چنانچہ آپ کے احوال و کرامات کو دیکھ کر عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ اپنے وقت کے ابدال ہیں۔

خراسان میں حدیث کی عالی سندوں کے اعتبار سے بیحد مشہور تھے۔ علم حدیث میں عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کے فاضل شاگرد اور تصوف میں شیخ جنید و ابوعثمان جبری کے صحبت یافتہ تھے اور ان کے شاگردوں میں ان کے نواسے ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں جو صوفیاء کرام کے شیخ اعظم شمار ہوتے ہیں اور ابوعبداللہ حاکم جیسے باکمال محدث نے بھی ابن نجید کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور کمال کو پہنچے۔ ابن نجید کے والد بہت مالدار شخص تھے۔ میراث میں ابن نجید کو بے شمار مال ملا مگر دولت علم و عمل کے اس دھنی نے درہم و دینار کی ساری دولت کو علماء و مشائخ وطلبہ پر نثار کردیا اور چند ہی دنوں میں میراث کا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالا۔

ان کی سخاوت کے سلسلے میں یہ واقعہ عجیب وغریب ہے کہ ایک مرتبہ ان کے شیخ ابوعثمان حیری کو مجاہدین کی ضروریات کیلئے کچھ رقم کی ضرورت آن پڑی' انتظام نہ ہوسکا تو شیخ ابن نجید سے اس ضرورت کو بیان فرمایا۔ ابن نجید نے فوراً دو ہزار درہموں کی تھیلیاں

لاکر شیخ کے قدموں پر ڈال دیں۔ شیخ بیحد خوش ہوئے اور بھری مجلس میں اس کا اعلان فرمادیا اور لوگوں نے خوب واہ واہ کی۔ مگر ابن نجید کو انتہائی صدمہ ہوا کہ افسوس میرا یہ عمل خیر لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ بے تابانہ مجلس سے اٹھے اور تھوڑی دیر میں پھر واپس آئے اور بھری مجلس میں شیخ سے عرض کیا کہ حضور! مجھے میرا مال واپس کردیجئے۔ میں ابھی اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ شیخ نے فوراً درہموں کی تھیلیاں ابن نجید کے سامنے ڈال دیں اور ابن نجید تھیلیاں اٹھا کر گھر لائے اور حاضرین مجلس میں خوب چہ میگوئیاں ہوئیں' مگر جب رات ہوئی اور شیخ اکیلے رہ گئے تو ابن نجید پھر دو ہزار درہموں کی تھیلیاں لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے شیخ! آپ اس مال کو پوشیدہ طور پر خرچ فرمائیں اور میرا نام ہرگز کسی پر ظاہر نہ فرمائیں۔ شیخ ابوعثمان پر حالت گریہ طاری ہوگئی اور فرمانے لگے کہ ابن نجید! تیری ہمت پر صد آفرین ہے۔ شیخ ابوعثمان فرماتے تھے کہ میں ابن نجید سے جو اس قدر والہانہ محبت رکھتا ہوں تو لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں۔ لیکن لوگ نہیں جانتے کہ میرے طریق پر ابن نجید کے سوا کوئی چلنے والا نہیں ہوگا اور یقیناً میرے بعد یہی شخص میرا سچا جانشین اور خلیفہ ہوگا۔ جز ابن نجید کے نام سے علم حدیث میں آپ کی کتاب مشہور ہے۔ ترانوے سال کی عمر پاکر ۳۶۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (بستان المحدثین)

۲۹۔ حضرت ابوبکر جصّاص (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام احمد بن علی رازی ہے۔ مشہور اکابر حنفیہ سے ہیں اور اپنے دور کے بڑے نامور محدث و فقیہ گزرے ہیں۔ فن حدیث میں امام ابوالحسن کرخی و ابوالعباس اصم و حافظ عبدالباقی قانع وغیرہ کے شاگرد خاص ہیں اور ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ائمہ کبار پیدا ہوئے جن میں امام ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی و امام ابوجعفر محمد بن احمد نسفی و امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی و امام ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر المعروف بہ ابن

المسلمہ و امام ابوالحسین محمد بن احمد زعفرانی و امام ابوالحسین محمد بن احمد بن طیب کماری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علم حدیث کی تحصیل کیلئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ ۳۲۵ھ میں پہلی مرتبہ بغداد میں آئے اور امام ابوالحسن کرخی کی درسگاہ کے طالبعلم بنے۔ پھر بغداد سے اہواز چلے گئے، پھر جب دوبارہ بغداد آئے تو امام ابوالحسن کرخی کے مشورہ سے حاکم نیشاپوری کے پاس فن حدیث کی تکمیل کیلئے نیشاپور گئے۔ ابھی نیشاپور ہی میں تھے کہ امام ابوالحسن کرخی کا انتقال ہوا۔ پھر ۳۴۴ھ میں تیسری مرتبہ بغداد آئے تو پھر بغداد ہی کو اپنا وطن بنالیا اور علم حدیث کی درسگاہ قائم کی جس میں عالم اسلام کے طلبہ بکثرت فیضیاب ہوتے رہے اور بڑے بڑے صاحب کمال اکابر ائمہ آپ کی درسگاہ سے پیدا ہوئے۔

آپ کے زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت کا پورے بغداد میں چرچا تھا۔ خلیفہ بغداد نے بارہا آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی پیشکش کی۔ مگر آپ اپنی پاکبازی وتقویٰ شعاری کی بنا پر ہمیشہ اس کو ٹھکراتے رہے۔ امام صمیری کا بیان ہے کہ بغداد میں ابوبکر جصاص رازی کے درس کا سلسلہ قائم ہوا تو آپ کی درسگاہ مرجع خلائق بن گئی اور تمام دنیائے اسلام کے طلبہ آپ کے دریائے علم سے سیراب ہونے کیلئے بغداد میں وارد ہونے لگے اور آپ زہدوتقویٰ کے اعتبار سے بزرگانِ سلف کا نمونہ تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ابوبکر جصاص علمائے حنفیہ کے امام تھے اور زہدوتقویٰ میں ان کی بزرگی تمام عالم اسلام میں مشہور تھی۔

حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں آپ کا ذکر ان لفظوں میں فرمایا کہ احمد بن علی الرازی الامام کبیر الشان یعنی احمد بن علی رازی بہت بڑی شان والے امام ہیں۔

آپ ۳۰۵ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور ۳۷۰ھ میں وفات پائی اور شہر بغداد کو آپ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں اور آپ کی کتاب ''احکام القرآن'' بہت مشہور ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حسن بن رشیق وغیرہ)

۳۰۔ حضرت ابن جمیع (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام ونسب محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن جمیع ہے۔ ان کو صیداوی وغسانی بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ وکوفہ و بصرہ و بغداد ومصر کے مشہور شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے استادوں میں ابن اعرابی و محاملی و ابوالعباس بن عقدہ بہت نامور ہیں اور حافظ عبدالغنی بن سعید وتمام رازی ان کے شاگردوں کی فہرست میں بہت ممتاز ہیں۔

ابوبکر خطیب وغیرہ نے ان کو عادل و ثقہ تحریر فرمایا۔ بہت عبادت گزار و صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر سے وفات تک یہی معمول رہا کہ سال بھر ہمیشہ روزہ دار ہی رہے۔

آپ کی تصانیف میں سے ''معجم ابن جمیع'' بہت مشہور ہے۔ آپ کی ولادت ۳۰۵ھ میں ہوئی اور آپ کا سن وفات ۴۰۲ھ ہے۔ (بستان المحدثین)

۳۱۔ حضرت ابوموسیٰ مدینی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام ونسب محمد بن ابوبکر عمر بن ابوعیسیٰ احمد بن عمر بن محمد مدینی ہے۔ یہ اصفہان کے رہنے والے ہیں اور یہ ان باکمال محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں' چنانچہ ان کی تصانیف میں سے ''نزہۃ الحفاظ'' بہت مشہور ہے۔ انہوں نے حافظ ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن فضل تیمی ،غیرہ محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ حاکم کی کتاب ''علوم الحدیث'' کو ایک مرتبہ پڑھا اور پوری یاد ہوگئی۔

ان کے مزاج میں بہت زیادہ استغناء تھا۔ دنیاداروں سے بہت دور رہتے اور کبھی کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ ان کے پاس تھوڑا سا مال تھا' اسی سے تجارت

کر کے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ حافظ عبدالقادر رُہادی فرماتے ہیں کہ میں ڈیڑھ سال تک برابر دونوں وقت ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا مگر اس مدت میں کوئی بات خلاف شریعت ان سے صادر ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھی۔ انتہائی پابند شریعت' کثیر العبادت و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اصفہان میں قحط پڑ گیا اور لوگ گرمی اور پانی کی کمی سے بے حد پریشان تھے' انہیں دنوں میں ۹ جمادی الاخریٰ ۵۸۱ھ کو آپ کا وصال ہو گیا۔ ابھی لوگ آپ کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس کثرت سے بارش ہوئی کہ سارا علاقہ سیراب ہو گیا۔

اس زمانے کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ اسی روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ انہوں نے گھبرا کر ایک معبر سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو اس نے کہا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کسی ایسے کامل شخص کی وفات ہو گی جو اپنے وقت کا بے مثل عالم ہو گا کیونکہ ایسا ہی خواب حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل و حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہم کی وفات کے وقت پر بھی دیکھا گیا تھا۔ خواب دیکھنے والے بزرگ کا بیان ہے کہ ابھی شام نہیں ہونے پائی تھی کہ گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حافظ ابو موسیٰ مدینی کا انتقال ہو گیا۔ (بستان المحدثین)

۳۲۔ حضرت بسر بن سعید مدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ وہ کثیر الحدیث تابعی محدث ہیں جو روایت و درس حدیث کے ساتھ اس قدر بکثرت عبادت کرتے تھے کہ ہر خاص و عام ان کو عابد کے لقب سے پکارتا تھا۔ یہ حضرت عثمان و ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تربیت یافتہ فاضل شاگرد ہیں اور سالم ابو النضر و بکیر بن اشج و محمد بن ابراہیم وغیرہ مشہور محدثین کے شیخ ہیں۔

علی بن مدینی و ابن سعد وغیرہ نے ان کو ثقہ و متقی اور بہت بڑا عابد و زاہد تحریر فرمایا۔

یہ ان تابعین کرام میں سے ہیں جو زہد و توکل اور کثرت عبادت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ بالکل بے سروسامان ایک پردیسی مسافر کی طرح اپنے وطن میں رہتے تھے۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پوچھا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں سب سے افضل کون بزرگ ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ بسر بن سعید۔

ابن حبان کا قول ہے کہ بسر بن سعید انتہائی نیک و صالح اور اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔ عمر بھر مال و سامان سے کنارہ کش رہے۔ یہاں تک کہ اپنے کفن کا سامان بھی اپنے بعد نہیں چھوڑا۔ ۱۰۱ھ میں رحلت فرمائی۔ (تہذیب التہذیب)

۳۳۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوعبداللہ بکر بن عبداللہ مزنی دورِ تابعین میں مشہور محدث و فقیہ گزرے ہیں۔ علم حدیث میں حضرت اَنس بن مالک و ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور حسن بصری وغیرہ کبار تابعین کی درسگاہوں سے بھی فیض پائے ہوئے ہیں اور ان کے شاگردوں میں ثابت بنانی و سلیمان تیمی و عاصم احول وغیرہ بڑے شہرت و قابلیت کے مالک ہیں۔

ابن معین و نسائی و ابوزُرعہ و ابن سعد وغیرہ نے ان کو قابل اعتماد و حجت و فقیہ و فاضل لکھا اور ان کے تقویٰ شعار و عبادت گزار ہونے کی شہادت دی اور حمید طویل کا بیان ہے کہ یہ اولیائے مستجاب الدعوات میں سے تھے' یعنی یہ ان برگزیدہ باخدا صالحین میں سے ہیں جن کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوتی ہیں۔ ۱۰۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۳۴۔ حضرت بلال بن سعد بن تمیم اشعری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعمرو یا ابوزرعہ ہے۔ دمشق کے باشندے تھے' اپنے والد و ابوالدرداء و

امیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام اوزاعی بہت مشہور محدث ہیں۔ ابن سعد و عجلی وغیرہ نے ان کو بزرگ تابعی و ثقہ محدث لکھا اور ابوزرعہ نے فرمایا کہ یہ بہترین واعظ بھی تھے اور علم و عمل و تقویٰ و عبادت و ریاضت کے اعتبار سے شام میں ان کا وہی درجہ تھا جو عراق میں خواجہ حسن بصری کا اور امام اوزاعی نے تو یہاں تک فرمایا کہ عبادت کے معاملے میں بلال بن سعد کا وہ مرتبہ ہے کہ اس امت میں سے کسی کے بارے میں اتنی کثیر عبادت کا حال سننے میں نہیں آیا۔ ابن حبان نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ قابل اعتماد محدث اور اپنے دور کے سب سے افضل و اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔ یہ دوسری طرح طرح کی عبادتوں کے علاوہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔ ان کا سنہ وفات تقریباً ۱۲۰ھ ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۳۵۔ حضرت بشر بن منصور سلمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابومحمد اور وطن بصرہ ہے۔ یہ حدیث میں ایوب سختیانی و عاصم احول و ابن جریج وغیرہ مشہور محدثین کے شاگرد ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی و فضیل بن عیاض و بشر حافی و شیبان بن فرّوخ جیسے باخدا و عابد و زاہد محدثوں نے ان سے سبق پڑھا۔

یہ بڑے خداترس و متقی استاد حدیث تھے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی عام طور پر کہا کرتے تھے کہ میں نے بشر بن منصور سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ قواریری کا قول ہے کہ میں نے جتنے مشائخ کو دیکھا ان میں سب سے افضل بزرگ بشر بن منصور ہی ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ محدث اور بصرہ کا سب سے نیک و صالح عالم اور سب سے بڑا عبادت گزار عابد بتایا۔ یہ روزانہ پانچ سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور ہر تیسرے دن قرآن مجید کا ایک ختم پورا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے مگر پھر بھی ان کی عبادت کے معمولات میں ذرّہ برابر فرق نہیں پڑا۔ ۱۸۰ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی۔

(تہذیب التہذیب)

٣٦-حضرت بشر بن المُفَضَّل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابواسمٰعیل بشر بن المُفَضَّل رقاشی بصری بصرہ کے ان علمائے حدیث میں سے ہیں جو حدیث و فقہ اور تقویٰ و عبادت میں اپنے دور کے ممتاز علمائے ربانیین میں سے ہوئے۔ یہ حمید طویل و ابوریحانہ و محمد بن منکدرو ابن عون وغیرہ مشہور محدثین کے گہوارۂ تعلیم و تربیت کے پروردہ ہیں اور امام احمد بن حنبل و اسحٰق وغیرہ کبار محدثین ان کے سینے سے علم کا دودھ پی کر بالغ النظر ہوئے۔

عجلی و بزاز وغیرہ نے ان کو ثقہ و فقیہ اور بہترین حدیثوں والا بتایا اور علی بن مدینی نے ان کے تقویٰ و عبادات اور ریاضت و مجاہدہ کی تفصیل بتاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ یہ روزانہ بلاناغہ چار سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور عمر بھر صوم داؤدی کے پابند رہے' یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ ١٨٧ھ میں ان کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

٣٧-حضرت بشر بن حارث مروزی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابونصر ہے اور یہ وہی مشہور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ ہیں جو تذکرۃ الاولیاء میں ''بشر حافی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ عام طور پر لوگ ان کو صرف ایک ریاضت و مجاہدہ کرنے والا صوفی سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنے باکمال شیخ الحدیث و فقیہ و مفتی اعظم تھے کہ امام احمد بن حنبل ان کی درسگاہ کے طالب علم بنے۔

یہ حدیث میں امام مالک و حماد بن زید و فضیل بن عیاض و عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ سینکڑوں اولیائے محدثین کے شاگرد رشید ہیں اور علم و عمل' زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں اس قدر کامل و اکمل ہوئے کہ اپنے معاصرین سے خراج تحسین حاصل کیا اور علمائے متاخرین نے ان کی مدح و ثنا فرمائی' چنانچہ دارقطنی و ابن سعد وغیرہ نے ان کو معتمد' ثقہ' صاحب فقہ' کثیر حدیثوں والا محدث اور بہت بڑا عابد و زاہد تحریر کیا ہے اور خطیب

بغدادی نے فرمایا کہ یہ اپنے زمانے میں تقویٰ و زہد و عبادت وغیرہ قسم قسم کی فضیلتوں میں سب سے بڑھ کر تھے۔ خلیب بغدادی نے حج کے موقع پر زمزم شریف کے کنویں کے پاس جو چند دعائیں مانگی تھیں' ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ یااللہ مجھے بشر حافی کی قبر کے پہلو میں دفن کی جگہ مل جائے' چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور خطیب بغدادی حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ابوعبداللہ کو جب آپ کی وفات کی خبر ہوئی تو فرمایا کو بشر حافی اس امت میں یقیناً بے نظیر صاحب علم وعمل تھے۔

بغداد میں بشر خافی کی درس گاہ حدیث بہت مشہور تھی جہاں ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوتے تھے اور اہل بغداد آپ سے فتاویٰ بھی حاصل کرتے تھے۔ مگر بعد میں مجلس درس و فتاویٰ ختم کرکے آپ بالکل گوشہ نشین ہوگئے اور ۱۱ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ جنازہ میں اتنا ہجوم ہوا کہ صبح کو جنازہ اٹھایا گیا اور رات کو قبرستان پہنچا اور نماز جنازہ میں حاضرین کی تعداد کا شمار نہیں ہوسکا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۳۸- حضرت امام بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام و نسب محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بردزبہ بخاری جعفی ہے۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور چونکہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا تو اس کو اسی قبیلے کی طرف منسوب کرتے تھے اس لیے امام بخاری کو بھی جعفی کہنے لگے۔

آپ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے اور باسٹھ سال کی عمر میں شب شنبہ عیدالفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور خرتنگ گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلے پر ہے' مدفون ہوئے۔ کسی بزرگ نے آپ کے سن ولادت و مدتِ عمر و سن وفات کو ایک قطعہ میں بیان کیا ہے۔

کان البخاری حافظاً و محدثًا جمع الصحیح مکمل التحریر
میلاده صدق و مدة عمره فیها حمید و انقضیٰ فی نور
۱۹۴ ۶۲ ۲۵۶

اس قطعہ میں لفظ صدق کے اعداد ۱۹۴ سن ولادت اور حمید کے اعداد ۶۲ مدت عمر اور نور کے اعداد ۲۵۶ وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

امام بخاری بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے ان کی والدہ کو بڑا رنج وقلق رہتا تھا اور وہ ہر وقت نہایت گریہ وزاری کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے فرزند کی بصارت کیلئے دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ ناگہاں ایک رات ان کی والدہ کو خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عنایت فرمائی' چنانچہ جب وہ صبح اٹھیں تو اپنے نور نظر کی آنکھوں کو روشن و بینا پایا۔

امام بخاری کو احادیث یاد کرنے کا شوق بچپن ہی سے تھا اور حافظہ بیحد قوی تھی' چنانچہ دس سال کی عمر میں آپ کا یہ حال تھا کہ مکتب میں جو حدیث سنتے' اس کو یاد کرلیتے۔ مکتب سے فراغت پانے کے بعد پتہ چلا کہ امام داخلی بہت بڑے عالم حدیث ہیں تو ان کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنی کتابوں سے لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے۔ ان کی زَبان سے نکلا کہ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم امام بخاری فوراً بول اٹھے کہ ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ امام داخلی نے امام بخاری کی بات کو تسلیم نہیں کیا تو امام بخاری نے کہا کہ اس کو کتاب کے اصل نسخہ میں دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ امام داخلی نے مکان میں جا کر اصل نسخہ کا مطالعہ کیا اور باہر آکر فرمایا کہ اس لڑکے کو بلاؤ۔ امام بخاری حاضر ہوئے تو امام داخلی نے فرمایا کہ میں نے اس وقت جو پڑھا تھا' وہ بے شک غلط تھا۔ اچھا اب تم بتاؤ کہ صحیح کس طرح ہے؟ تو امام بخاری نے عرض کیا کہ صحیح سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم ہے۔ امام

داخلی حیران رہ گئے اور فرمایا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو۔ پھر قلم اٹھا کر اپنی کتاب کی تصحیح کر لی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔

جب امام بخاری سولہ برس کے ہوئے تو عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور محدث وکیع کے تمام نسخے بھی ازبر کر ڈالے۔ پھر اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسمٰعیل کے ہمراہ حج کیلئے روانہ ہوئے۔ حج سے فراغت ہوئی تو والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کیلئے ٹھہر گئے اور تمام علمی مرکزوں کا سفر کر کے ایک ہزار اسی شیوخ کی خدمتوں میں حاضری دیکر چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر لیا۔ علم حدیث کی طلب میں آپ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، واسطہ، الجزائر، شام، بلخ، بخارا، مرو، ہرات، نیشاپور وغیرہ علمی مرکزوں کا بار بار سفر فرمایا۔

حاشد بن اسمٰعیل (جو امام بخاری کے زمانے کے محدث ہیں) کہتے ہیں کہ امام بخاری طلب حدیث کیلئے میرے ہمراہ محدثین کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم و دوات وغیرہ لکھنے کا کوئی سامان نہ ہوتا تھا اور نہ وہ درس کی مجلسوں میں کچھ لکھتے تھے۔ آخر میں نے ان سے ایک دن کہہ دیا کہ جب تم حدیث سن کر لکھتے ہی نہیں تو درس گاہ میں تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ؟ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ اچھا آؤ! اب میری یادداشت کا تم لوگ اپنی لکھی ہوئی کاپیوں سے مقابلہ کرو۔ اس مدت میں ہم لوگوں نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے ان پندرہ ہزار حدیثوں کو زبانی اس طرح سنا دیا کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی کاپیوں کو ان کی یادداشت سے صحیح کرتا تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا کہ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں خواہ مخواہ بلا فائدہ اِدھر اُدھر کی درسگاہوں میں سرگردانی کرتا رہتا ہوں۔ حاشد بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں اسی دن یہ سمجھ گیا تھا کہ امام بخاری وہ ہونہار طالب علم ہیں کہ آگے چل کر کوئی ان سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ علم حدیث میں امام الدنیا و شیخ الاسلام و امیر المومنین فی

الحدیث ہوئے اور دنیا بھر کے مشائخ حدیث سے خراج تحسین حاصل کیا۔ امام مسلم بن الحجاج قشیری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر عرض کیا کہ یااستاذالاستاذین ویاسید المحدثین و یاطبیب الحدیث آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کا پاؤں چوم لوں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ خراسان کی زمین پر امام بخاری جیسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا اور محمد اسمٰعیل بن اسحٰق بن خزیمہ (جو مشرق و مغرب کے مشائخ حدیث کی صحبت اٹھا چکے تھے) علانیہ کہا کرتے تھے کہ آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر کوئی عالم حدیث نہیں ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تصنیف کا سلسلہ شروع کردیا۔ یوں تو آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں مگر آپ کی تصنیفات میں کتاب التاریخ و صحیح بخاری یہ دو بہت ہی معرکۃ الآرا و مشہور کتابیں ہیں۔

صحیح بخاری

صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن اسحٰق بن راہوایہ کے احباب نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر کسی محدث کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرماتا کہ وہ علم حدیث میں کوئی ایسی مختصر کتاب تیار کردیتا جس میں صرف وہی حدیثیں درج ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں۔ امام بخاری اس مجلس میں موجود تھے۔ ان کے دل میں یہ بات جم گئی۔ چنانچہ ٦ لاکھ حدیثوں کے ذخیرے میں سے اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثوں کا انتخاب کرکے سولہ برس کی محنتِ شاقہ کے بعد اپنی اس کتاب کو تصنیف فرمایا جو عام طور پر صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ کی سب سے بڑی اور عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کتاب میں کل حدیثیں اگر مکررات و معلقات و متابعات کو شامل کرکے شمار کی جائیں تو نو ہزار بیاسی حدیثیں ہیں اور اگر مکررات کو حذف کرکے گنتی کی جائے تو کل حدیثوں کی تعداد صرف دو ہزار سات سو اکسٹھ رہ جاتی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں یاد تھیں ان کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب امام موصوف کے حسن انتخاب کا

بہترین نمونہ ہے۔ مگر یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ امام بخاری کو لاکھوں صحیح حدیثیں ایسی بھی یاد تھیں جو ان کی کتاب صحیح بخاری میں درج نہیں ہیں اور دوسرے محدثین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا بعض کج فہم ملاؤں کا یہ کہنا کہ جو احادیث صحیح بخاری میں درج نہیں ہیں، وہ صحیح احادیث نہیں ہیں۔ یہ ایک کھلا ہوا فریب اور پہاڑ سے بھی بڑی غلطی ہے۔

حافظ ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جب اپنی صحیح بخاری تصنیف فرمائی تو اسے امام احمد بن حنبل و علی بن مدینی و یحییٰ بن معین وغیرہ کبار محدثین کی خدمت میں پیش کیا تو ان سب حضرات نے اس کتاب کے صحیح ہونے کی شہادت دی، البتہ صرف چار حدیثوں کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا مگر عقیلی کا بیان ہے کہ ان چاروں کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں حدیثیں بھی صحیح ہیں۔
(مقدمہ فتح الباری)

اس کتاب میں امام بخاری جب کسی حدیث کو لکھتے تو پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور مضامین احادیث کے عنوانوں کو (جس کو محدثین ترجمۃ الباب کہتے ہیں) مدینہ منورہ میں قبر انور و منبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھ کر مرتب فرماتے۔ ہر ترجمۃ الباب پر بھی دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ چنانچہ امام بخاری کے اس حسن نیت ہی کی برکت ہے کہ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کو نوے ہزار شاگردوں نے بلاواسطہ خود امام بخاری سے پڑھا اور سنا اور آپ کے ان شاگردوں میں سب سے آخری شاگرد محمد بن یوسف فربری متوفی ۳۲۰ھ ہیں۔ انہوں نے امام بخاری سے دو مرتبہ اس کتاب کا سماع کیا۔ ایک بار ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں جب امام بخاری وہاں تشریف لائے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا جا کر اور آجکل ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں ان کی ہی روایات علو اسناد کی وجہ سے شائع و مشہور ہیں۔

آپ کے مصائب

طریقہء صالحین کی طرح امام بخاری کو بھی امتحان و ابتلاء پیش آیا اور وہ یہ کہ امیر

بخارا خالد بن احمد ذہلی نے حکم دیا کہ آپ شاہی محل میں آ کر میرے فرزندوں کو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں کا سبق پڑھائیں۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ علم حدیث ہے، میں اس علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔ آپ اپنے فرزندوں کو میری درسگاہ میں بھیج دیں۔ دوسرے طالب علموں کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں گے۔ امیر نے کہا کہ جس وقت میرے شاہزادے درسگاہ میں آئیں، آپ دوسرے طلبہ کو اپنی درسگاہ میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان و چوبدار دروازے پر کھڑے رہیں گے کیونکہ میری نخوت اس چیز کو گوارا نہیں کر سکتی کہ غریبوں اور مسکینوں کے لڑکے میرے فرزندوں کے برابر بیٹھیں۔ امام بخاری نے اس کو بھی قبول نہیں فرمایا اور جواب دیا کہ یہ علم حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ اس میں امیر و فقیر ساری امت برابر کی شریک ہے۔ اس علم میں کسی کو کوئی خاص خصوصیت نہیں دی جا سکتی۔ اتنی بات پر امیر بخارا خفا ہو گیا اور اس نے حریث بن ابی الورقاء وغیرہ گمراہ علمائے ظواہر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور امام بخاری کے مذہب و اجتہاد میں خواہ مخواہ کی غلطیاں نکال کر اور عوام کو بھڑکا کر ایک طوفان کھڑا کر دیا اور اس میں دسیسہ کاری و حیلہ سازی سے امام بخاری کو بخارا سے نکال دیا۔

امام بخاری رنج و غم میں ڈوبے ہوئے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے مگر چلتے وقت اپنے دردمند دل سے یہ دعا کی۔ الٰہی! ان لوگوں کو تو اس بلا میں مبتلا کر جس بلا میں یہ لوگ مجھے مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی معزول کر دیئے گئے اور خلیفہ کا حکم پہنچا کہ اس کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گشت کرائیں اور پھر شہر سے باہر نکال دیں۔ اس طرح امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کو کامل تباہی و بربادی کا سامنا ہوا اور ایک بے گناہ اللہ والے کی بے ادبی کی سزا دنیا ہی میں مل گئی۔

اسی طرح حریث بن ابی الورقاء اور دوسرے دنیادار مولویوں کو بھی جو امام بخاری کی توہین میں شریک تھے، بیحد ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان سب لوگوں کا وقار خاک

میں مل گیا اور سب کے سب طرح طرح کی آفتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوئے۔

امام بخاری بخارا سے نکل کر نہایت بے کسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے مگر وہاں کے متکبر امیر سے بھی آپ کی نہیں بنی تو مجبوراً وہاں سے لوٹ کر خرتنگ تشریف لائے اور اس چھوٹے سے گاؤں میں آپ نے قیام فرما کر درسِ حدیث شریف شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اسی گاؤں میں آپ کی وفات ہوگئی اور خاص عیدالفطر کے دن بعد نماز ظہر اسی گاؤں میں آپ مدفون ہوئے۔

قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو

منقول ہے کہ جب آپ دفن کیے گئے تو آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ چنانچہ لوگ انتہائی تعجب کے ساتھ قبر کی مٹی کو سونگھتے تھے اور اٹھا کر لے جاتے تھے اور ایک مدت دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ دور دور سے آکر لوگ آپ کی قبر کی مٹی کو خوشبو کی وجہ سے اٹھا لے جاتے تھے۔

سید عالم اور صحابہء امام بخاری کے منتظر

شیخ عبدالواحد طوسی نے (جو اس زمانے کے اولیائے کاملین میں سے تھے) خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب کے ساتھ راستے پر منتظر کھڑے ہیں۔ انہوں نے سلام عرض کر کے پوچھا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کس کا انتظار فرما رہے ہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں! شیخ عبدالواحد طوسی کا بیان ہے کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے امام بخاری کی وفات کی خبر سنی۔ جب میں نے لوگوں سے وفات کا پوچھا تو پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت اسی گھڑی میں آپ کی وفات ہوئی تھی جس ساعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے خواب میں منتظر دیکھا تھا۔

امام بخاری نہایت زاہد، پرہیزگار اور صاحب تقویٰ و عبادت گزار تھے۔ عمر بھر کسی کی

غیبت نہیں کی۔ امراء و سلاطین کے درباروں میں کبھی نہیں گئے۔ درس حدیث کے بعد فاضل اوقات میں کثرتِ نوافل و تلاوت قرآن مجید کا شغل رکھتے تھے۔

آپ کبھی کبھی نظم کا بھی شوق فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ایک قطعہ تبرکاً تحریر کیا جاتا ہے۔

اِغْتَنِمْ فِی الْفَرَاغِ فَضْلَ رُکُوْعٍ ‎ ‎ فَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَوْتُکَ بَغْتَه

فرصت کے وقت میں ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان' کیونکہ شاید تیری موت اچانک آ جائے۔

کَمْ صَحِیْحٍ رَأَیْتُ مِنْ غَیْرِ سُقْمٍ ‎ ‎ ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِیْحَةُ فَلْتَة

میں نے تو بہت سے تندرستوں کو دیکھا کہ بلا کسی مرض کے ان کی تندرست جان اچانک چل بسی۔

بہت سے محدثین و بزرگان دین نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ آپ کی کتاب صحیح بخاری شریف کا ختم پڑھنا دشمنوں کے خوف' مرض کی سختی اور دوسری بلاؤں میں تریاق کا کام دیتا ہے۔

بہت سے بزرگان دین کے خوابوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحیح بخاری کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے' چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن احمد مروزی مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم و حجر اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے تو یہ خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اے ابوزید! تم شافعی کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہو گے؟ تم ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ محمد بن احمد نے حیران ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میری جان آپ پر قربان ہو۔ آپ کی کتاب کون سی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ''جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری'' یعنی (صحیح بخاری شریف)

واضح ہو کہ صحیح بخاری کا پورا نام اَلْجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِیْحُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ سُنَنِه وَاَیَّامِه ہے۔ مگر بعض لوگ بطور اختصار اس کو ''جامع محمد بن اسمٰعیل'' اور بعض لوگ الجامع الصحیح اور بعض لوگ صحیح البخاری اور

ہمارے ہندوستان میں عام طور پر لوگ اس کو "بخاری شریف" کہتے ہیں۔

(بستان المحدثین ومقدمہ بخاری وغیرہ)

۳۹-حضرت بیہقی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شعبان ۳۸۴ھ میں نیشاپور میں تین کوس دور بیہق نامی گاؤں میں پیدا ہوئے اس لیے بیہقی کہلاتے ہیں۔ حجاز' کوفہ' بصرہ' بغداد' خراسان وغیرہ کے علمی مدارس میں مشہور شیوخ حدیث سے علم حدیث پڑھا۔ آپ کے استادوں میں حاکم وابوطاہر وابن فورک متکلم اصولی وصوفی ابوعلی رودباری وابوعبدالرحمٰن سلمی صوفی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ بڑی بڑی عجیب ومفید کتابوں کے مصنف ہوئے جن میں کتاب مَعرِفَۃُ السُّنَنِ وَالْآثَار بہت مشہور ہے۔ آپ کی کل تصانیف کا اندازہ سولہ ہزار صفحات کے قریب ہے۔

زُہد وتقویٰ اور دیانت وعبادت میں علمائے ربانیین کی تمام خصائل حمیدہ کے جامع تھے۔ امام الحرمین نے ان کے بارے میں فرمایا کہ دنیا میں بیہقی کے سوا کسی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے کیونکہ بیہقی نے اپنی تمام کتابوں میں امام شافعی کے مذہب کی خوب خوب نصرت وتائید کی ہے۔ بیہقی نے جب کتاب "مَعرِفَۃُ السُّنَنِ وَالْآثَار" کی تصنیف شروع کی تو اس زمانے کے بعض اولیاء نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کتاب کے چند ورق اپنے ہاتھ میں لیکر فرماتے ہیں کہ آج میں نے فقیہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی کی کتاب کے سات جزو پڑھے ہیں۔

مشہور فقیہ وقت محمد بن عبدالعزیز مروزی کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جارہا ہے اور اس کے اردگرد ایک نور چمک رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگیا ہے۔

۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۸۵ھ کو شہر نیشاپور میں آپ کا وصال ہوا' لوگ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق گاؤں میں لائے اور مقام خسرو جرد میں دفن کیا۔

کبھی کبھی آپ شاعری کا بھی شوق فرماتے تھے' چنانچہ یہ تین شعر آپ کے فکر سخن کا بہترین نمونہ ہیں۔

مَنِ اعْتَزَّ بِالْمَوْلٰی فَذَاکَ جَلِیْلٌ" وَمَنْ رَامَ عِزًّا عَنْ سِوَاهُ ذَلِیْلٌ"

جو خداوند تعالیٰ سے عزت کا خواستگار ہوا وہ بزرگ ہے' اور جس نے خدا کے سوا کسی دوسرے سے عزت طلب کی وہ ذلیل ہے

وَلَوْ اَنَّ نَفْسِیْ مُذْبَرَاهَا مَلِیْکُهَا مَضٰی عُمْرُ هَا فِیْ سَجْدَةٍ لَقَلِیْلٌ"

اگر میری جان جب سے اسکے مالک نے اسکو پیدا کیا تمام عمر ایک ہی سجدے میں گزار دے پھر بھی یہ نہایت ہی قلیل ہے۔

اُحِبُّ مُنَاجَاةَ الْحَبِیْبِ بِاَوْجُهٍ وَلٰکِنْ لِّسَانُ الْمُذْنِبِیْنَ کَلِیْلٌ"

میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ محبوب سے طرح طرح کی باتیں کروں۔ مگر اس کو کیا کروں کہ گنہگاروں کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

(بستان المحدثین)

۴۰۔حضرت امام ترمذی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعیسیٰ اور نام و نسب محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی بوغی ہے۔ بوغ ایک گاؤں کا نام ہے جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس گاؤں کی طرف نسبت ہونے سے آپ بوغی بھی کہلاتے ہیں۔ آپ اسی گاؤں میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی امام بخاری کے سب سے مشہور شاگرد و جانشین شمار کیے جاتے ہیں' اور ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ خود امام بخاری نے بعض حدیثوں میں ان کی شاگردی اختیار فرمائی ہے۔

امام مسلم و امام ابوداؤد سے بھی آپ کو تلمذ حاصل ہے اور ان دونوں کے شیوخ سے بھی آپ نے روایت فرمائی ہے۔

آپ نے علم حدیث سیکھنے کیلئے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ و بصرہ و کوفہ و واسط و رے و

خراسان و بغداد وغیرہ کے علمی مرکزوں کے سفر و اقامت میں بہت سال گزار دیئے۔

آپ کا حافظہ بیحد قوی تھا۔ مشہور حکایت ہے کہ ایک شیخ کی حدیث کے دو جزو آپ نے نقل کیئے تھے۔ مگر اب تک ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مکہ مکرمہ کے راستے میں اتفاقاً شیخ سے ملاقات ہوگئی۔ امام ترمذی نے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست پیش کی۔ شیخ نے منظور فرمالی اور فرمایا کہ تم ان ورقوں کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔ میں پڑھتا ہوں اور تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ امام ترمذی نے ان ورقوں کو تلاش کیا تو وہ دستیاب نہیں ہوئے۔ فوراً سادے کاغذ کے چند ورق ہاتھ میں لیکر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہوگئے اور شیخ قرأت فرمانے لگے' اتفاقاً شیخ کی نظر سادے کاغذوں پر پڑگئی تو شیخ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا کہ تم میرا مذاق بناتے ہو؟ امام ترمذی نے لکھے ہوئے ورقوں کے گم ہونے کا واقعہ صاف صاف عرض کردیا اور کہا کہ وہ اوراق اگرچہ میرے ساتھ نہیں ہیں مگر مجھے لکھے ہوئے سے بھی زیادہ یاد ہیں۔ شیخ نے فرمایا' اچھا پڑھ کر تو سناؤ۔ امام ترمذی نے ساری حدیثوں کو فرفر سنا دیا۔ شیخ نے انتہائی تعجب کرکے فرمایا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم نے مجھ سے صرف ایک بار سن کر سب حدیثوں کو یاد کرلیا ہوگا۔ امام ترمذی نے عرض کیا کہ اچھا اب امتحان کرلیجئے۔ چنانچہ شیخ نے خاص طور پر اپنی روایتوں میں سے چالیس حدیثیں پڑھیں۔ امام ترمذی نے سن کر فوراً ہی چالیس حدیثوں کو لفظ بہ لفظ سنا دیا اور کہیں ایک جگہ بھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ شیخ نے امام ترمذی کی قوت حافظہ پر انتہائی حیرت و تعجب فرماتے ہوئے ان کے حفظ و یادداشت کی بے حد تحسین فرمائی۔

جامع ترمذی

امام ترمذی کی علم حدیث میں بہت سی تصنیفات ہیں۔ مگر ان کی جامع ترمذی بیحد مشہور و مقبول کتاب ہے جو صحاح ستہ میں داخل ہے۔ یہ کتاب امام بخاری و امام ابوداؤد دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے احادیث احکام میں سے صرف ان حدیثوں کو لیا ہے کہ جن پر فقہائے کرام کا عمل ہے۔ دوسری طرف امام بخاری

کی طرح سب ابواب کی حدیثوں کولیکر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے۔ پھر مزید برآں علوم حدیث کے دوسرے شعبوں کو بھی اس کتاب میں شامل کر کے اس کو اس قدر کثیر المنافع بنا دیا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔

حافظ ابن رُشید نے ان فنونِ حدیث کی جو اس کتاب میں مذکور ہیں' حسب ذیل تفصیل بیان فرمائی ہے۔

(۱) ترتیب ابواب (۲) فقہ حدیث کا بیان (۳) علل احادیث و بیان صحیح وضعیف (۴) راویوں کے ناموں اور کنیتوں کا بیان (۵) جرح وتعدیل (۶) جن سے حدیث نقل کی ہے' ان کے متعلق یہ تصریح کہ ان میں سے کن کن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا اور کس نے نہیں (۷) راویانِ حدیث کا شمار۔

اور حافظ ابوالفتح بن سید الناس نے فرمایا کہ منجملہ ان علوم کے جو امام ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور جن کو ابن رُشید نے ذکر نہیں کیا ہے یہ ہیں۔

(۸) بیان شذوذ (۹) بیان موقوف (۱۰) بیان مدرَج! اور حافظ ابوبکر بن العربی نے تو یہاں تک فرمایا کہ علم حدیث کے شعبوں میں سے چودہ فنون امام ترمذی کی جامع میں موجود ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی ومجموعہ شروحِ اربعۃ ترمذی)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جب میں اپنی اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو سب سے پہلے میں نے اس کو علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بیحد پسند فرمایا۔ پھر علمائے عراق کی خدمت میں لے گیا تو انہوں نے بھی یک زبان ہوکر اس کی مدح سرائی فرمائی۔ پھر علمائے خراسان کے روبرو پیش کیا تو انہوں نے بھی اپنی رِضامندی ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد میں نے اس کتاب کے نشرواشاعت کی کوشش کی۔

امام ترمذی کا یہ بھی قول ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو۔ گویا اس گھر میں حضور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں جو کلام فرما رہے ہیں۔

امام ترمذی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی اپنے دور کے بے مثال عابد و

زاہد تھے اور خوف خدا اس درجہ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ ان کیلئے ممکن نہیں تھا۔ شب بیداری اور خوف الٰہی سے اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ روتے روتے آپ کی آنکھوں میں پہلے آشوب چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔ ۱۷ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ میں آپ نے وفات پائی اور خاص ترمذ شہر میں مدفون ہوئے۔ (بستان المحدثین واکمال وغیرہ)

۴۱-حضرت تقی الدین ابن دقیق العید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوالفتح اور نام ونسب تقی الدین محمد بن علی بن وہب بن مطیع قشیری منفلوطی ہے۔ ان کا عرف ابن دقیق العید ہے۔ یہ مالکی و شافعی دونوں مذہبوں کے پیشوا اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ ماہ شعبان ۶۲۵ھ میں ان کی ولادت بحر ینبع (حجاز) میں ہوئی اور حافظ ذکی الدین منذری و ابن عبدالدائم وغیرہ مشائخ حدیث سے دمشق میں علم حدیث حاصل کیا اور اپنے دور کے اہل علم پر اپنی وسعت علمی کی بنا پر فوقیت وفضیلت رکھتے تھے اور تقویٰ وعبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ہر سات سو برس کے بعد جس عالم کے ظہور کی خوشخبری وارد ہوئی ہے' وہ یہی ہیں۔

فتح مبین کی غیبی خبر

طریق تصوف میں بھی بڑا کمال حاصل تھا اور آپ بلاشبہ ولی کامل و صاحب کشف وکرامات تھے۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ جب ظالم تاتاریوں کی فوجیں دیارِ شام کی طرف حملہ آور ہوئیں تو سلطان نے علماء کو ختم بخاری شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ علماء نے ختم بخاری شریف پڑھا اور صرف چند اوراق کو باقی رکھا تھا کہ جمعہ کے دن ختم کردیں گے' ابھی جمعہ نہیں آیا تھا کہ شیخ تقی الدین جامع مسجد میں تشریف لائے اور حاضرین سے پوچھا کہ کیا علماء ختم بخاری ۔ ے فارغ ہوگئے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ صرف ایک دن کا وظیفہ باقی ہے۔ علماء کی رائے ہے کہ جمعہ کے دن ختم پورا کریں۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ! اسلامی لشکر کو فتح مبین حاصل ہوگئی اور تاتاری فوج شکست کھا کر فرار ہوگئی

اور اسلامی لشکر اس وقت فلاں گاؤں میں جشن فتح منا رہا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا اس خبر کو شائع کر دیں اور شہر میں اعلان کر دیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں ہاں! خوب اچھی طرح اعلان کر دو۔ چنانچہ اس کا اعلان کر دیا گیا اور چند دن کے بعد جب سلطانی ڈاک آئی تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور بال برابر فرق نہیں نکلا۔

بے ادب کی موت ہو گئی

ایک دن کسی دنیادار بے ادب نے بھری مجلس میں آپ کی سخت بے ادبی کی۔ آپ کو جلال آ گیا اور تڑپ کر تین مرتبہ فرمایا کہ تو نے اپنے کو موت کے حوالے کر دیا' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تیسرے دن یہ بے ادب مر گیا۔ ان کے بھائی کو کسی ظالم امیر نے ناحق تکلیف پہنچائی۔ مظلوم بھائی کی مصیبت دیکھ کر طیش میں آ گئے اور ظالم امیر کے حق میں فرما دیا کہ "ہلاک ہو جائے" چنانچہ فوراً ہی وہ ظالم امیر ہلاک ہو گیا۔

اپنے اوقات کے بیحد پابند تھے۔ رات کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ آدھی رات حدیثوں کا مطالبہ اور تصنیف کرتے اور آدھی رات ذکر و تہجد میں گزارتے تھے۔ بہرحال ساری رات بیدار رہتے اور بعض وقت تو ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے تھے' چنانچہ ایک رات نماز تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے کہ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ تو صبح تک اسی کو تلاوت کرتے رہے۔

غرض علم و عمل' زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت میں بے مثل و یگانۂ روزگار تھے۔

ان کی تصنیفات میں سے "الھام فی احادیث الاحکام" وہ علمی شاہکار ہے کہ حدیثوں کے ایسے انمول دقائق و حقائق کا ذخیرہ شاید ہی کسی محدث کی تصنیف میں ملے گا۔ صرف ایک حدیث براءُ بنْ عَازِبْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَھَانَا عَنْ سَبْعٍ سے چار سو فوائد و مسائل استنباط کر کے ان کو ایسے نفیس و عمدہ طرز پر تحریر فرمایا ہے کہ بلاشبہ اہل علم کیلئے یہ کتاب نوادرات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ ایک مرتبہ ان کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے نماز میں خطرات و وسوسے

بہت آتے تھے تو میں نے ایک جاہل فقیر کے پاس جا کر اس سے اپنا حال کہا۔ اس فقیر نے میرا حال سن کر جواب دیا کہ اس دل پر افسوس ہے جس میں نماز کی حالت میں بھی غیراللہ کا خیال آئے۔ فقیر کے ان الفاظ کو سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا اور ایک دم میرے دل سے خطرات و وسوسے جاتے رہے۔ شیخ تقی الدین نے فرمایا کہ تم اس خدارسیدہ اللہ والے فقیر کو جاہل کہتے ہو؟ حالانکہ میرے نزدیک یہ شخص ایک ہزار فقیہوں سے بہتر ہے۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ خالی فقہ کی اصطلاحات جاننے والے فقہاء جو روح عمل اور علم باطن کی روشنی سے کورے ہیں' ایسے فقیہوں سے یہ بے پڑھا لکھا عارف باللہ فقیر بڑھ کر ہے کہ اس کو معرفت الٰہی کی دولت حاصل ہے جو حقیقی فقہ اور تَفَقُّہْ فِی الدِّیْن کی روح ہے۔

آپ تصنیف و درس کے علاوہ چند سال دیارِ مصر میں قاضی بھی رہے اور ۷۰۲ھ میں وفات پائی۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۴۲۔ حضرت ثابت بن اسلم بنانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو محمد اور وطن بصرہ ہے۔ آپ کے والد کا نام صاحب اکمال نے اسلم اور علامہ شعرانی نے اسد تحریر کیا ہے۔ آپ تابعین بصرہ کے بڑے باوقار نامور علمائے حدیث میں سے ہیں۔ چالیس برس تک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے اور عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن ریاح انصاری و مطرف بن عبداللہ بن شخیر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و کبار تابعین کی جماعت کثیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور آپ کے شاگردوں کی جماعت میں شعبہ و اعمش و عطا بن ابی ریاح و قتادہ و سلیمان تیمی جیسے بلند پایہ محدثین بھی ہیں۔

آپ پر خوفِ الٰہی کا بڑا غلبہ تھا' چنانچہ آپ کے سامنے جب جہنم کا ذکر کردیا جاتا تو

آپ کو ایسا اضطراب ہوتا کہ تڑپنے لگتے اور بدن پر اتنا شدید لرزہ طاری ہو جاتا کہ کسی نہ کسی عضو کا جوڑ الگ ہو جاتا۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ پچاس برس تک نماز تہجد فوت نہیں ہوئی۔ رات بھر نماز نفل پڑھتے رہتے اور صبح کو رو رو کر صرف یہی ایک دعا کرتے کہ اے اللہ! اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو ضرور یہ توفیق عطا فرمانا کہ میں اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتا رہوں۔ چنانچہ دعا کی مقبولیت اور آپ کی کرامت تو دیکھئے کہ دفن کے بعد بالکل اچانک نیچے سے ایک اینٹ ٹوٹ گئی اور قبر میں ایک سوراخ ہو گیا تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ تو آپ کی مشہور کرامت ہے کہ وفات کے بعد آپ کی قبر سے ایک مدت تک تلاوت قرآن مجید کی آواز آتی رہی اور ہزاروں انسان سنتے تھے۔

ابوبکر مزنیو ابن حبان نے فرمایا کہ بصرہ میں ثابت بن اسلم بنانی سے بڑا کوئی عابد نہیں تھا۔ رات بھر نوافل پڑھنے کے علاوہ بلاناغہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے اور ہمیشہ روزہ دار بھی رہتے تھے۔ چھیاسی برس کی عمر شریف ہوئی اور ۱۲۳ھ میں یہ مقدس طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔ (اکمال، تہذیب التہذیب وغیرہ)

۴۳۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام و نسب جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے اور لقب ''صادق'' ہے۔ آپ حدیث میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر اور دوسرے اکابر وقت کے شاگرد جلیل ہیں اور آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و یحییٰ بن سعید و ابن جریج وغیرہ اکابر امت و اساطین ملت ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ شعاری نیز ریاضت و مجاہدہ اور عبادت گزاری کے احوال بے شمار ہیں۔ امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا مگر میں نے ہمیشہ آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا یا تو

آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ آپ بلاوضو کبھی حدیث کی روایت نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی دعا بہت جلد مقبول ہوتی تھی اور آپ اس درجہ مستجاب الدعوات و کثیر الکرامات تھے کہ جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوجاتی۔ خلیفہ بغداد منصور عباسی آپ کا دشمن تھا۔ ایک دن اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم امام جعفر صادق کو دربار میں حاضر کرو تاکہ میں انہیں قتل کرادوں وزیر نے امام ممدوح کو طلب کیا۔ خلیفہ نے جلادوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جونہی امام جعفر صادق دربار میں حاضر ہوں اور میں اپنا تاج سر سے اتاروں تو فوراً تم لوگ انہیں قتل کردینا۔ مگر ہوا یہ کہ جب امام دربار میں تشریف لائے تو ناگہاں منصور گھبرا کر کھڑا ہوگیا اور امام کو صدر مقام پر بٹھا کر خود آپ کے روبرو مؤدب ہوکر بیٹھ گیا۔ جلادوں کو سخت تعجب ہوا کہ پروگرام تو کچھ اور ہی تھا' آخر یہ کیا ہورہا ہے؟ منصور نے امام سے عرض کیا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیے۔ امام نے فرمایا کہ بس میری حاجت یہی ہے کہ آئندہ مجھے دربار شاہی میں کبھی نہ بلایا جائے تاکہ میں یکسوئی و اطمینانِ قلب کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول ہوں۔ منصور نے آپ کو رخصت کیا مگر اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ امام کے تشریف لے جانے کے بعد وزیر نے اس حال کا سبب پوچھا تو منصور نے جواب دیا کہ جب امام دربار میں داخل ہوئے تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک اژدہا منہ پھیلائے ہوئے امام کے ساتھ ہے اور وہ گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے امام کو ستایا تو میں تجھے نگل جاؤں گا' چنانچہ اس کے خوف سے میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال کانپنے لگا اور میں نے خوف و ہراس کے عالم میں امام کے ساتھ جو سلوک کیا اس کو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جس کے رزق میں تنگی ہو وہ بکثرت استغفار پڑھے تو اس کے رزق میں بہت جلد کشادگی و فراخی ہوجائے گی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی چیز

دیکھنے میں اچھی لگے تو مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لے تو وہ چیز نظر بد اور ہلاکت سے محفوظ رہے گی۔

آپ کا یہ بھی قول ہے کہ علماء رسولوں کے امین ہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ لوگ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر نہ جائیں ورنہ یہ لوگ امانت میں خیانت کرنے والے شمار کیے جائیں گے۔

آپ اکثر یہ دعا فرماتے تھے کہ یااللہ تو مجھے اپنے مسکین بندوں کا قرب عطا فرما اور ان کی غمخواری کی توفیق دے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

(اکمال' طبقات' تہذیب' تذکرۃ الاولیاء)

۴۴۔حضرت جعفر بن برقان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعبداللہ جزری ہے۔ ان کا اصلی وطن رَقہ تھا مگر کوفہ میں آئے تو یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ انہوں نے علم حدیث یزید اَصم و زہری و عطاء و نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ کبار محدثین سے پڑھا اور عبداللہ بن مبارک و سفیان بن عیینہ و وکیع وغیرہ محدثین ان کی درسگاہ کے طالب علم رہ چکے ہیں۔ ابن معین و ابن سعد وغیرہ نے ان کو سچا' ثقہ اور صاحب فتویٰ فقیہ لکھا اور سفیان ثوری جیسے مسلم الثبوت بزرگ نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں نے جعفر بن برقان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ بالکل اُمی تھے۔ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ تمام احادیث زبانی اپنی یاد سے روایت فرماتے تھے مگر ان کا حفظ بیحد قابل اعتماد تھا۔ کبھی روایت حدیث میں ایک لفظ کی بھی غلطی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث کو پرکھنے والے محدثین نے ان کو صحیح الروایت تسلیم کیا ہے۔

یہ بڑے عابد و زاہد اور صاحبِ کرامت ولی تھے۔ ان کے بارے میں عام طور پر

یہ مشہور تھا کہ مستجاب الدعوات ہیں۔ یعنی ان کی دُعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوتی تھیں اور بہت زیادہ آپ کی دعاؤں سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوئی تھیں۔

۱۵۱ھ یا ۱۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۴۵- حضرتِ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوسعید اور والد کا نام ابوالحسن یسار ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت امیرالمومنین نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ آپ کی والدہ حضرت اُمُ المومنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں۔ بچپن میں جب آپ کی والدہ کسی کام سے باہر جاتیں اور آپ روتے تو حضرت اُمُ المومنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو بہلانے کیلئے اپنا پستان آپ کے منہ میں لگادیتیں اور آپ چوستے رہتے' چنانچہ اہل مدینہ عام طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ حسن بصری کا سینہ جو علم کا سفینہ بن گیا۔ یہ فاروق اعظم کے لعابِ دہن اور اُمُ المومنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ کی برکت ہے۔

آپ علم حدیث میں حضرت انس و عبداللہ بن عباس و ابوموسیٰ اشعری وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں بے شمار تابعین و تبع تابعین ہیں۔ آپ علم شریعت و علم طریقت دونوں میں امام الوقت تھے اور آپ کا زہد و تقویٰ اور آپ کی بے مثال عبادت و ریاضت مشہورِ خلائق ہے اور آپ کے فضل و کمال نیز خوارقِ عادات و کشف و کرامات کا چرچا محدثین و صوفیاء دونوں جماعتوں میں ہے۔ آپ امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ سے بصرہ چلے آئے اور بصری کہلانے لگے۔ آپ کی وفات سے چند دن پہلے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ کوئی پرندہ آیا اور مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھا کر

لے گیا۔ ان بزرگ نے امام محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ امام موصوف خواب سن کر غمگین ہوگئے اور فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ خواجہ حسن بصری کی وفات ہوگئی یا عنقریب ہونے والی ہے۔ چنانچہ اس کے چند ہی دن کے بعد خواجہ حسن بصری کا وصال ہوگیا۔ آپ بڑے حسین و جمیل اور انتہائی وجیہ و صاحبِ وقار تھے۔ عاصم احول محدث کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبی سے کہا کہ میں بصرہ جارہا ہوں' اگر کوئی کام ہوتو فرمایئے۔ ارشاد فرمایا کہ خواجہ حسن بصری سے میرا سلام عرض کردینا۔ عاصم احول نے کہا کہ میں تو ان کو پہچانتا نہیں ہوں تو امام شعبی نے فرمایا کہ تم بصرہ کی جامع مسجد میں داخل ہونا تو سب سے حسین و خوبصورت انسان جس کو دیکھتے ہی تمہارا سینہ ہیبت سے بھر جائے' جب تم کو نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دینا' چنانچہ عاصم احول کہتے ہیں کہ میں جب بصرہ کی جامع مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک پیکر حسن و جمال انتہائی وقار کے ساتھ رونق افروز ہے اور لوگ اُس کے اردگرد حلقہ بنائے انتہائی ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں' چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہوکر امام شعبی کا سلام عرض کردیا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں جب خواجہ حسن بصری کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے کہ سبحان اللہ! حسن بصری کا کیا کہنا؟ ان کے کلام میں تو انبیاء علیہم السلام کے کلاموں کی لذت و تاثیر ہوتی ہے۔ آپ کے مزاج میں تواضع و انکسار بہت زیادہ تھا۔ مجلس درس میں انتہائی سادگی کے ساتھ بغیر مسند لگائے بیٹھتے اور جب حدیث کی روایت یا وعظ فرماتے تو ایسا دردناک لہجہ ہوتا تھا کہ حاضرین کے دل دہل جاتے۔ خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جہنم کا ذکر ہوتا تو آپ مضطرب و بے قرار ہوکر اس قدر گریہ و زاری فرماتے کہ گویا جہنم آپ کے سامنے ہی ہے۔

آپ کا قول ہے کہ علماء کو سب سے زیادہ عیب دار بنانے والی چیز طمع ہے۔ یہ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دنیا تمہاری سواری ہے' اگر تم اس پر سوار ہوگے تو یہ تمہارا بوجھ

اٹھاتی رہے گی اور دنیا تم پر سوار ہوگئی تو یہ تمہیں کچل ڈالے گی۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا کہ فلاں مسئلے میں فقہاء نے ایسا ایسا فرمایا ہے۔ آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ تم نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ اے نادان فقیہ وہ ہے جس کی نگاہوں میں دنیا ایک مچھر سے بھی زیادہ ذلیل ہو اور جس کی نظر ہر وقت اپنے چھوٹے بڑے گناہوں پر ہو اور جو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے رب کی یاد سے غافل نہ ہو۔

آپ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ عالموں کے تقویٰ کا امتحان لینا ہو تو مال و سامان دنیا کے معاملے میں آزما کر دیکھو۔ آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

لَيْسَ مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَيْتٍ
اِنَّمَا الْمَيْتُ مَيِّتُ الْاَحْيَاءِ

رجب ۱۱۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (اکمال، طبقات، تہذیب التہذیب وغیرہ)

۴۶۔ حضرت حماد بن ابی سلیمان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فقیہ عراق ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان کوفی بڑے جلیل القدر استاد حدیث ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیب و زید بن وہب و سعید بن جبیر و ابو وائل و ابراہیم نخعی و امام شعبی وغیرہ فقہاء و محدثین کے مایہ ناز شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں حضرت امام ابوحنیفہ و امام اعمش و شعبہ و سفیان ثوری و حماد بن سلمہ و عاصم احول و ہشام دستوائی وغیرہ ائمہ فقہ و حدیث ہیں۔

معمر محدث کا قول ہے کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان و زُہری و قتادہ سے بڑھ کر کسی کو فقہ حدیث کا ماہر نہیں پایا۔ یحییٰ بن معین و امام نسائی و امام بخاری و ابن حبان وغیرہ بڑے بڑے نقادِ حدیث اماموں نے ان کو کثیر الحدیث و فقیہ و صاحبِ فتویٰ و ثقہ تحریر کیا ہے۔

اگرچہ بعض محدثین نے تعصب یا دوسرے اسباب کی بنا پر ان کو ضعف و خطا کی

طرف منسوب کیا مگر حق یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ و اعمش و شعبہ و سفیان ثوری و عاصم احول جیسے حدیث کے پہاڑوں کا ان کے روبرو زانوئے تلمذ تہ کرنا ان کی جلالت شان و عظمت علم و اتقان کیلئے سورج سے زیادہ روشن دلیل ہے۔

مغیرہ محدث کا بیان ہے کہ جب حماد بن ابی سلیمان حج سے واپس لوٹے اور ہم لوگ ان کے استقبال کیلئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ تمہیں مبارک ہو۔ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد کو دیکھا مگر تمہارے بچے بلکہ بچوں کے بچے ان لوگوں سے زیادہ فقیہ ہیں۔

داؤد طائی کا قول ہے کہ حماد بن ابی سلیمان کوفہ میں سب سے زیادہ مہمان نواز' سب سے زیادہ سخی تھے۔ غرض علم و عمل' فقہ و حدیث زہد و قناعت' سخاوت و عبادت ہر حیثیت سے آپ اپنے دور کے ممتاز و بے نظیر محدث تھے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کا قول ہے کہ ۱۲۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب وعمدۃ القاری وغیرہ)

۴۷۔ حضرت حارث بن یزید حضرمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ مصر کے رہنے والے تھے اور حدیث میں جنادہ بن امیہ و جبیر بن نفیر و علی بن ریاح وغیرہ کے شاگرد ہیں اور لیث و امام اوزاعی وغیرہ مشہور محدثین کے استاد ہیں۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی و عجلی وغیرہ نے ان کو سچا' معتمد اور صحیح الروایت قرار دیا اور ان کے علم و فضل اور تقویٰ و عبادت کی شہادت دی۔ یہ درس حدیث کے بعد اپنا پورا وقت نفلی عبادتوں میں گزارتے تھے۔ لیث کا بیان ہے کہ یہ روزانہ بلاناغہ چھ سو رکعات نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۴۸۔ حضرت حمزہ بن حبیب زیات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعمارہ اور وطن کوفہ ہے۔ یہ علم حدیث و علم قرأت و علم فرائض تینوں

علوم میں فاضل و کامل تھے۔ حدیث کا علم انہوں نے امام اعمش و ابواسحٰق سبیعی وغیرہ کی شاگردی میں سیکھا اور عبداللہ بن مبارک و وکیع بن الجراح وغیرہ اعلیٰ درجہ کے محدثین نے ان کی درسگاہ سے فیض اٹھایا۔ ابن معین نے ان کو ثقہ فرمایا اور امام نسائی کا قول ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ قرأت اور فرائض کے معاملہ میں تو حمزہ سب سے بڑھ کر ہیں۔ ابوبکر بن منجویہ فرماتے ہیں کہ حمزہ فن قرأت میں بہت ہی جید عالم تھے اور بہترین عبادت گزار و پرہیزگار تھے۔ اُمراء و سلاطین کے تحائف سے انتہائی متنفر و بے زار تھے بلکہ عمر بھر کبھی کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرمایا۔ انہوں نے تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا۔ یہ کوفہ سے روغن زیتون لاکر حلوان میں بیچا کرتے تھے۔ اسی لیے ان کا لقب زیات (روغن زیتون والا) ہے۔ شہر حلوان کے اندر ۱۵۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۴۹۔حضرت حیوہ بن شریح (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوزرعہ ہے۔ یہ مصر کے بہت ہی نامور فقیہ اور مشہور عابد و زاہد و باکرامت ولی تھے۔ یہ ابوہانی و سالم بن غیلان و ربیعہ بن یزید دمشقی وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک و ابن لہیعہ بھی ہیں۔

ابن یونس کا قول ہے کہ یہ بہت ہی صاحب فضیلت و باکرامت بزرگ تھے اور عام طور پر ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ مستجاب الدعوات ولی ہیں اور مصر میں ان کی یہ کرامت بہت ہی مشہور ہے کہ یہ کنکریاں ہاتھ میں لے کر دعا فرماتے تو ان کی دعا سے کنکریاں کھجور بن جاتی تھیں اور یہ ان کھجوروں کو فقراءَ مساکین میں تقسیم کردیتے تھے۔

ابن وضاح سے منقول ہے کہ ایک شخص کعبہ معظمہ کا طواف کررہا تھا اور وہ طواف کے وقت صرف یہی ایک دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! میں بہت قرضدار ہوں تو میرے قرض

ادا ہونے کا سامان پیدا فرمادے۔ یہ شخص طواف سے فارغ ہوکر سو گیا تو کسی نے خواب میں آ کر اس کو یہ بشارت دی کہ اگر تم اپنا قرض ادا کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے اسکندریہ چلے جاؤ اور وہاں سے شیخ الحدیث حیوہ بن شریح سے دعا کراؤ چنانچہ یہ شخص اسکندریہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کی درخواست کی اور طواف کعبہ اور اپنے خواب کا سارا ماجرا بیان کیا تو حیوہ بن شریح نے جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا تو تھوڑی دیر میں اس شخص نے دیکھا کہ آپ کے اردگرد سونے کے دیناروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے شخص دیکھ خدا سے ڈر اور اپنی حاجت سے زیادہ اس میں سے مت لے، چنانچہ اس شخص کا بیان ہے کہ میں تین سو دینار کا قرضدار تھا تو میں نے گن کر تین ہی سو دینار اس میں سے اٹھالیے اور اسکندریہ سے اپنے وطن چلا آیا۔

اس طرح کی دوسری بہت سی کرامتیں بھی آپ سے منقول ہیں۔ ۱۵۸ھ میں اس پیکر کرامت نے دنیا سے عالم آخرت کا سفر فرمایا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۵۰-حضرت حماد بن سلمہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ آپ نے ثابت بنانی و قتادہ و یحییٰ بن سعید انصاری و سلیمان تیمی وغیرہ تابعی محدثین سے علم حدیث پڑھا اور آپ کی مجلس درس کے فاضل طالب علموں میں سفیان ثوری و شعبہ و عبداللہ بن مبارک و یحییٰ بن سعید قطان و امام ابوداؤد جیسے کبار محدثین ہیں۔

یحییٰ بن معین و ابن مدینی وغیرہ ناقدین حدیث نے ان کو ثقہ و فقیہ اور کثیر حدیثوں والا تحریر کیا ہے۔ ابن حبان نے فرمایا کہ حماد بن سلمہ بصرہ میں اپنے تمام ہمعصر عالموں میں دین و دیانت اور کثرت حدیث کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھے اور حمایت وسنت و رد بدعت میں بھی بے مثال تھے اور پرہیزگاری و عبادت گزاری میں بھی سب سے ممتاز اور مقبولیت دعا و کرامت کے اعتبار سے تو بہت مشہور تھے، چنانچہ شہاب بن معمر بلخی نے تو

یہاں تک فرمایا ہے کہ بصرہ کا بچہ بچہ یہ یقین رکھتا تھا کہ حماد بن سلمہ ابدال اولیاء میں سے ہیں۔ ابدال کی ایک خاص نشانی یہ بھی ہے کہ وہ صاحبِ اولاد نہیں ہوتے۔ چنانچہ حماد بن سلمہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح کیا مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ حماد بن سلمہ دن رات اس قدر عبادت کرتے تھے کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل آپ کی وفات ہونے والی ہے تو وہ اس سے زیادہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ سلیمان بن حرب و ابن حبان و امام بخاری وغیرہ کا قول ہے کہ آپ نے ماہ ذی الحجہ ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

۵۱-حضرت حسین بن ولید قرشی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فقیہ نیشاپور ابوعبداللہ حسین بن ولید قرشی کا لقب مکیل ہے۔ یہ سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ و حماد بن زید و حماد بن ابی سلیمان و امام مالک و ابن جریج و اسرائیل و شعبہ وغیرہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل و عبدالرحمٰن بن بشر و اسحٰق بن راہویہ و یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری وغیرہ کے استاد حدیث ہیں۔

یہ بہت ہی سخی تھے۔ اپنے ہر شاگرد کو حدیث سنانے سے پہلے فالودہ کھلاتے تھے۔ یحییٰ بن معین و دارقطنی و حاکم و ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ و فقیہ بتایا اور خطیب نے بھی ان کو قابل اعتماد اور صاحب فتویٰ فقیہ تحریر کیا اور حاکم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے شہر (نیشاپور) میں حسین بن ولید سے بڑا نہ کوئی فقیہ ہوا نہ ان سے بڑھ کر کوئی سخی و متقی ہوا ۔ درس حدیث و فتاویٰ کے ساتھ قسم قسم کی نفلی عبادتوں میں دن رات مشغول رہتے اور بلاناغہ ہر تیسرے سال جہاد کیلئے تشریف لے جاتے اور ہر پانچویں سال حج کرتے تھے۔

امام بخاری کا قول ہے کہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۵۲-حضرت حسین بن علی بن الولید جعفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا وطن کوفہ ہے اور یہ امام اعمش و زائدہ و اسرائیل بن موسیٰ وفضیل بن عیاض وغیرہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کی آغوش تعلیم و تربیت کے پروردہ ہیں اور امام احمد بن حنبل و اسحٰق و یحییٰ بن معین و ابوبکر بن ابی شیبہ وسفیان بن عیینہ جیسی شخصیتوں نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی ہے۔ یہ اپنے دور کے بہت ممتاز و باوقار شیخ الحدیث تھے۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں نے حسین جعفی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ قتیبہ و موسیٰ بن داؤد بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ اپنی درسگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا حسین جعفی تشریف لائے تو سفیان بن عیینہ جلدی سے کھڑے ہوگئے اور چند قدم آگے بڑھ کر حسین جعفی کا ہاتھ چوم لیا۔ سفیان بن عیینہ اکثر فرماتے تھے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو کوفہ میں داخل ہو اور حسین جعفی کی پیشانی کو بوسہ نہ دے۔

حجاج بن حمزہ کا قول ہے کہ میں نے حسین جعفی کو کبھی ہنستے بلکہ مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا اور ان کی زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں سنا جس میں دنیاداری کی بو آتی ہو۔

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے امام کسائی سے پوچھا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو امام کسائی نے حسین جعفی کا نام لیا۔

حمید بن ربیع خزاز کہتے ہیں کہ حسین جعفی نے کچھ دنوں ملک حدیث کا درس بند کردیا تھا اور ہمہ دن عبادت میں مشغول ہو گئے تھے مگر پھر انہوں نے کوئی خواب دیکھا جس سے متاثر ہوکر پھر درس گاہ میں بیٹھ گئے اور درس حدیث کی مجلس گرم ہوگئی اور ہم لوگوں نے دس ہزار سے زیادہ احادیث کو ان سے سن کر لکھا۔

عجلی نے ان کو سچا و صالح ومعتمد محدث لکھ کر فرمایا کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ سفیان ثوری کا یہ حال تھا کہ جب حسین جعفی کو دیکھتے تھے تو لپک کر بڑا ہی

پرجوش معانقہ فرماتے اور لوگوں سے کہتے کہ دیکھو! یہ حسین جعفی ہیں۔ یہ تو سادھو ہیں سادھو!

مشہور ہے کہ انہوں نے عمر بھر شادی نہیں کی' حالانکہ خود بہت ہی خوبصورت اور تندرست تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری علانیہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں اگر طبقہ ابدال میں سے کوئی ولی باقی رہ گیا ہے تو وہ حسین جعفی ہیں۔ ۱۱۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۲۰۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۵۳-حضرت حسن بن زیاد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہت ہی ذہین شاگردوں میں سے ہیں۔ علم فقہ میں انتہائی ماہر بلکہ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بلند مرتبہ محدث بھی ہیں۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں نے اپنے مشائخ سے سن کر بارہ ہزار حدیثوں کو لکھا۔ باقی وہ احادیث ان کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے زبانی یاد کرلیا تھا اور دائرہ تحریر میں نہیں لائے۔

یہ بہت ہی متقی و عبادت گزار تھے اور اتباع سنت میں تو بے مثال تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں سے ان کو انتہائی عشق تھا۔ ان کا اصلی وطن کوفہ ہے اور یہ کوفہ کے قاضی بھی ہوئے مگر ان کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود خود جولباس پہنتے تھے وہی لباس اپنے غلاموں کو بھی پہناتے تھے۔ ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ (تبصرۃ الدرایہ فی مقدمۃ الہدایہ)

۵۴-حضرت حبیب بن محمد عجمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابومحمد اور نام حبیب بن محمد اور وطن بصرہ ہے اور یہ وہی بزرگ ہیں جو سلسلہ چشتیہ کے شجرہ میں خواجہ حبیب عجمی کے نام سے مشہور ہیں۔ عام طور پر لوگ ان کو خالی ایک صوفی اور پیر طریقت سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ اپنے دور کے مایہ ناز محدث جلیل

القدر شیخ الحدیث بھی تھے۔ یہ علم حدیث میں حضرت حسن بصری ومحمد بن سیرین وبکر بن عبداللہ وغیرہ باکمال ومشہور محدثین کے شاگرد و جانشین تھے اور ان کے شاگردوں میں سلیمان تیمی وحماد بن سلمہ ومعتمر بن سلیمان وعثمان بن ہیثم مودِبْ وغیرہ محدثین کی بہت بڑی جماعت ہے۔

یہ بہت بڑے عابد و زاہد، کثیر العبادت و صاحب ولایت تھے۔ ابن حبان نے ان کو عابد و زاہد اور فاضل و صاحب تقویٰ لکھ کر فرمایا کہ یہ صاحبِ کرامات و مستجاب الدعوات تھے۔

ان کی کرامتوں کے بے شمار واقعات تذکرۂ اولیاء کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان کی ایک کرامت بہت ہی مشہور ہے کہ یہ ہر سال حج کے موقع پر آٹھویں ذوالحجہ کو بصرہ میں رہتے تھے اور نویں ذوالحجہ کو میدان عرفات میں لوگ انہیں دیکھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب)

۵۵۔ حضرت حاکم شہید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام و نسب محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن عبدالمجید بن اسمٰعیل بن حاکم مروزی بلخی ہے۔ یہ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور نہایت ہی بلند پایہ محدث تھے۔ ساٹھ ہزار حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔

یہ علم حدیث میں علی بن محمد بن عصام بن اسمٰعیل مروزی و ابراہیم بن یوسف رازی و ہیثم بن خلف بغدادی و علی ابوالعباس بجلی کوفی و مفضل بن محمد مکی و احمد بن سلیمان مصری وغیرہ عالمان حدیث و فقہائے کرام کے شاگرد ہیں۔

جس زمانے میں آپ بخارا کے قاضی ہوئے تو بادشاہ وقت امیر حمید کو بھی آپ فقہ حنفی کی تعلیم دیتے تھے اور بادشاہ آپ پر اس قدر اعتماد کرتا تھا کہ اس نے آپ کو وزیر بنا کر پوری سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ اس حالت میں بھی آپ نے علم

دین کا مشغلہ ترک نہیں کیا اور مختصر و منتقی وکافی وغیرہ فقہ حنفی کی کتابیں آپ نے اپنی وزارت ہی کے دور میں تصنیف فرمائی ہیں۔

منقول ہے کہ آپ کو شہادت کی بیحد تمنا تھی اور ہر نماز کے بعد شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہوگئی اور شہادت نصیب ہوئی۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے اور وہ یہ ہے کہ تنخواہ میں دیر ہونے کی وجہ سے بادشاہ کے کچھ فوجیوں نے بغاوت کردی اور وزیر سلطنت ہونے کی وجہ سے ان باغی فوجیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ حجامت بنوائی اور غسل کرکے بہترین کفن پہنا اور پوری رات صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ بادشاہ نے باغیوں کے مقابلے کیلئے فوج بھیجی اور باغیوں سے اس فوج کی خونریز جنگ بھی ہوئی مگر باغی فوج غالب آئی اور بالآخر مکان کے اندر داخل ہوگئی' آپ بحالت نماز سجدے میں تھے کہ باغیوں نے آپ کو شہید کردیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۳۳۴ھ میں ہوا۔ (تبصرۃ الدرایہ)

۵۶- حضرت حمیدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ بن حمید ازدی اور لقب حمیدی ہے۔ ان کا اصلی وطن اُندلس ہے مگر آخر عمر میں بغداد کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ ابوبکر خطیب وغیرہ محدثین سے علمی استفادہ کیا تھا۔ مشہور محدث امیر بن ماکولا ان کے دوستوں میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ پرہیزگاری و پاکدامنی میں حمیدی کے برابر میں نے کسی محدث کو نہیں دیکھا۔ بہت سے لوگوں نے گھر اور مجلس میں ان کا امتحان کیا۔ مگر کبھی کہیں بھی ان کی زبان پر دنیا کا تذکرہ نہیں آیا۔ تقویٰ و پابندی شریعت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ابوبکر بن میمون ان کے مکان پر گئے' دروازہ کھٹکھٹایا مگر حمیدی غافل تھے' خاموش رہے۔ ابوبکر بن میمون یہ سمجھ کر اندر چلے گئے کہ جب ممانعت نہیں فرمائی تو مجھے

اندر جانے کی اجازت ہے مگر اندر تشریف لے گئے تو حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی۔ حمیدی کو اس کا بیحد صدمہ ہوا اور دیر تک یہ کہتے ہوئے روتے رہے کہ افسوس کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا، آج تک کسی نے میری ران نہیں دیکھی تھی۔

۱۷ ذوالحجہ ۴۸۸ھ میں حمیدی کی وفات ہوئی۔ ابوبکر شامی مشہور شافعی فقیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حمیدی نے بغداد کے رئیس الرؤسا امیر مظفر کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو حضرت بشر حافی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے مگر امیر مظفر نے کسی وجہ سے وصیت پر عمل نہیں کیا اور آپ کو شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے پہلو میں دفن کر دیا۔ اس کے بعد بار بار امیر مظفر نے خواب میں دیکھا کہ حمیدی اس بات کی شکایت کرتے ہیں، چنانچہ مجبور ہو کر امیر مظفر نے دو برس دو ماہ کے بعد آپ کی قبر کو کھود کر آپ کے جسم کو بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا۔ یہ حمیدی کی کرامت ہے کہ دو برس دو ماہ گزر جانے کے باوجود آپ کا کفن صحیح و سالم اور جسم بالکل تر و تازہ تھا اور بہت دور دور تک خوشبو مہک رہی تھی۔ آپ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ چنانچہ کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ حمیدی وہ حمیدی نہیں ہیں جو امام بخاری کے استاد اور سفیان بن عینیہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری کے استاد حمیدی ان حمیدی سے بہت پہلے گزرے ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر اور نام و نسب عبداللہ بن زبیر قریشی اسدی اور وطن مکہ مکرمہ ہے۔ ان کا سن وفات ۲۱۹ھ اور ان کی تصنیف کردہ کتاب ''مسند حمیدی'' ہے۔

(بستان المحدثین وغیرہ)

۵۷۔ حضرت حسین بن مسعود بغوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ بغشور کے رہنے والے تھے اس لیے بغوی کہلاتے ہیں۔ یہ

حدیث وتفسیر وفقہ تینوں علوم میں معراج کمال پر پہنچے ہوئے بے نظیر عالم دین تھے۔ شافعی مذہب رکھتے تھے اور فقہ میں قاضی حسین بن محمد شافعی کے شاگرد خاص تھے۔ تمام عمر تصنیف اور حدیث وتفسیر وفقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے اور عمر بھر یہ عمل رہا کہ ساری رات نوافل پڑھتے اور دن بھر روزہ دار رہتے۔ زہد وقناعت کا یہ حال تھا کہ افطار کے وقت خشک روٹی کا ایک ٹکڑا تناول فرما لیتے۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ خشک روٹی سے دماغ میں خشکی ہوجائے گی تو بطور سالن کے روغن زیتون استعمال فرمانے لگے۔ آپ کی تصانیف میں سے ''شرح السنہ'' بہت مشہور ہے۔ ۵۱۶ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین شافعی کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

(بستان المحدثین)

۵۸- حضرت خبیب بن عبداللہ بن زبیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ عبداللہ بن زبیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ یہ صحابہ میں سے اپنے والد اور اُمّ المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور تابعین میں کعب احبار وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ کثیر العلم صاحب تقویٰ وعبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے صاحب کشف وکرامت بھی تھے۔ یعلیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ میں ان کے ہمراہ چل رہا تھا کہ یہ ناگہاں کھڑے ہوگئے اور ایک دم زور زور سے کہنے لگے۔

''اس نے تھوڑا سا مانگا تھا' اس کو بہت زیادہ دیا گیا اور زیادہ مانگا تو تھوڑا دیا گیا' پھر اس نے اس کو نیزہ مار دیا' پھر زمین پر پچھاڑ دیا' پھر قتل کردیا۔''

یعلیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا اور حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگا تو مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے یعلیٰ! دیکھ! دیکھ!! ابھی ابھی عمرو بن سعید قتل کردیا

گیا۔ میں حیرت سے ان کا منہ تکنے لگا اور خاموش رہا۔ لیکن چند دنوں کے بعد واقعی یہ خبر آ گئی کہ ٹھیک اسی وقت میں عمرو بن سعید قتل کیا گیا تھا جس وقت خبیب بن عبداللہ نے اس کے مقتول ہونے کی خبر دی تھی۔ عمرو بن سعید وہ بدنصیب ظالم شخص ہے جس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے لیے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی کی تھی۔

اس قسم کے کشف و کرامات کی باتیں بہت زیادہ خبیب بن عبداللہ سے منقول ہیں اور ان کے باکرامت ولی ہونے کو تقریباً ہر شخص جانتا تھا۔

آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی دردناک ہے۔ آپ کی حق گوئی کی وجہ سے بنوامیہ کے ظالم اُمراء آپ کے دشمن ہوگئے تھے' چنانچہ اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور اس کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز نے مجبوراً ولید بن عبدالملک کے حکم کی تعمیل کی اور خبیب بن عبداللہ کو ایک سو کوڑے لگوائے۔ خبیب بن عبداللہ کوڑوں کی مار سے نڈھال ہوگئے اور ان کی وفات ہوگئی۔ اس واقعہ کا عمر بن عبدالعزیز کے قلب پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ فوراً گورنری سے مستعفی ہوگئے اور عمر بھر خبیب بن عبداللہ جیسے صاحب کشف و کرامت ولی کو درّہ لگانے پر شرمدہ ہو ہو کر کف افسوس ملتے اور روتے تھے۔

ابن حبان نے خبیب بن عبداللہ کا سن وفات ۹۳ھ تحریر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب)

۵۹- حضرت خالد بن عمران تُجِیبُی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ افریقہ کے قاضی اور بہت بڑے محدث ہیں۔ حدیث میں سالم بن عبداللہ بن عمرو وہب بن مُنَبِّہ و عروہ بن زبیر و اعمش وغیرہ محدثین کے حلقہ درس سے استفادہ کیا تھا اور آپ کے شاگردوں کی جماعت میں یحیٰی بن سعید و لیث بن سعد و ابن لَہِیعہ وغیرہ محدثین ہیں۔ عجلی و ابن حبان وغیرہ نے آپ کی توثیق و تحسین فرمائی ہے اور ابن یونس

نے آپ کا ان لفظوں میں تعارف کرایا کہ آپ اہل مغرب کے فقیہ اور اہل مصر و مغرب کے مفتی تھے اور آپ کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ آپ صاحب کرامت و مستجاب الدعوات ولی ہیں۔ آپ کی دعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ مقبول ہوتی تھیں۔ ۱۲۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کی قبر انور افریقہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۶۰- حضرت خلیل بن احمد نحوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ فن عروض کے موجد، نحو کے امام، لغت کے ماہر اور کتاب العین کے مصنف ہونے کے ساتھ بہت ہی ثقہ و معتمد و صالح محدث بھی تھے اور علم حدیث میں ایوب سختیانی و عاظم احول و غالب قطان وغیرہ محدثین کے وارثِ علوم و جانشین تھے اور ان کے تلامذہ میں سیبویہ و نضر بن شمیل و حماد بن زید وغیرہ اعلیٰ درجہ کے محدثین ہیں۔

یہ بہت ہی متوکل، قناعت پسند و گوشہ نشین بزرگ، عالم دین تھے اور تقویٰ و دیانت کے اعتبار سے بھی انتہائی صالح اور بیحد عبادت گزار تھے۔ اُمیہ بن خالد کا قول ہے کہ بصرہ میں خلیل بن احمد سے بڑھ کر ان کے ہمعصروں میں کوئی ثقہ و صالح محدث تھا ہی نہیں اور زُہد و قناعت میں تو یہ بالکل نمونہء سلف تھے۔ بصرہ کے گورنر نے ان کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ گورنمنٹ ہاؤس میں قیام فرمائیں اور میرے فرزندوں کو تعلیم دیں تو اس علم و قناعت کے بادشاہ نے اپنی جھولی میں سے ایک خشک روٹی نکالی اور گورنر کے قاصد کو دکھا کر فرمایا کہ تم گورنر سے کہہ دو کہ جب تک یہ سوکھی روٹی میرے پاس موجود ہے، مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۱۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی اور فن عروض و نحو و لغت و علم حدیث کا یہ خزانہ بصرہ کی زمین میں دفن کر دیا گیا۔ (تہذیب التہذیب)

۶۱- حضرت خلف بن ایوب بلخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ آپ اہل بلخ کے امام، بہت بڑے فقیہ و محدث اور اپنے دور کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ فقہ و حدیث میں حضرت امام ابویوسف و امام محمد و امام زفر (شاگردانِ امام ابوحنیفہ) و اسرائیل بن یونس وغیرہ فقہاء و محدثین کے قابل فخر شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و فقیہ ایوب بن حسن حنفی وغیرہ باکمال محدثین و فقہاء کے استاد ہیں۔

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ خلف بن ایوب بلاشبہ عالم ربانی تھے۔ ایک مرتبہ خلف بن ایوب امام احمد بن حنبل کی ملاقات کیلئے تشریف لے گئے تو امام احمد نے اٹھ کر نہایت گرمجوشی کے ساتھ معانقہ فرمایا اور بیحد تعظیم کی اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو! خلف بن ایوب کا طرز اہل جنت کے طرز سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حماد بن سلمہ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ خراسان سے آنے والوں میں آج تک خلف بن ایوب سے بہتر و باعظمت شخص کوئی میری مجلس درس میں نہیں آیا۔

زہد و قناعت اور شانِ استغناء میں بھی آپ اپنے دور کے بے مثال عالم دین تھے۔ حد ہوگئی کہ ایک مرتبہ بلخ کا بادشاہ آپ کی زیارت کیلئے آپ کی درسگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا اور اس سے بات بھی نہیں کی۔

۲۰۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو نوح بن اسد بادشاہ بلخ نے بڑھ کر سب سے پہلے آپ کے جنازہ کو کاندھا دیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فضا میں سے ایک غیبی آواز آئی کہ اے نوح بن اسد! تو نے روئے زمین کے بہترین عالم دین کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو بڑا کامیاب و خوش نصیب ہے کہ تو نے خلف بن ایوب کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا سن وفات ۲۲۵ھ اور ابن جوزی نے "المنتظم" میں ۲۲۰ھ ذکر کیا ہے مگر "میزان الاعتدال" میں ۲۰۵ھ ہی کو صحیح قول قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب والجواہر المضیۂ وغیرہ)

۶۲- حضرت خطیب بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوبکر اور نام ونسب احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی ہے۔ ۲۴ ذوالقعدہ ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر سے علم حدیث پڑھنا شروع کر دیا اور اس علم کی طلب میں بصرہ، کوفہ، اصفہان، نیشاپور، ہمدان، رے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وغیرہ کی مرکزی درسگاہوں میں حاضری دی اور حافظ ابونعیم صاحب "حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء" وغیرہ کے شاگرد خاص ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کرنے والوں میں محدث ابن ماکولا بہت ہی مشہور ہیں۔

خطیب بغدادی نے مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو ستی کریمہ بنت احمد مروزیہ سے صرف پانچ دن میں ختم کیا اور ابوعبدالرحمٰن اسمٰعیل بن احمد ضریر حیری کی خدمت میں صرف تین مجلسوں میں صحیح بخاری کو ختم کیا اور کشمیہنی کی درسگاہ میں اس طرح صحیح بخاری کو ختم کیا کہ مغرب کے وقت سے پڑھنا شروع کرتے اور نماز فجر تک پڑھتے رہتے۔ دو راتیں اسی طرح گزریں۔ تیسرے دن چاشت کے وقت سے مغرب تک اور مغرب کے وقت سے صبح تک پڑھا اور پوری صحیح بخاری ختم کر ڈالی۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ دماغ کی یہ طاقت اور قرأت کی ایسی مہارت انتہائی نادر الوجود ہے۔

خطیب بغدادی نے ساٹھ سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر ان کی کل تصنیفات میں تاریخ بغداد بے حد مشہور ہے جو درحقیقت ان کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔

منقول ہے کہ خطیب بغدادی جب حج کیلئے گئے تو زمزم شریف کے کنویں کے پاس

تین مرادوں کی دعا مانگی۔ اول یہ کہ تاریخ بغداد اس قدر مقبول ہو کہ علماء اس کی روایت کریں۔ دوسرے یہ کہ جامع مسجد منصور بغداد میں مجھے تعلیم حدیث کا شرف حاصل ہو۔ تیسرے یہ کہ میری قبر حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کی قبر کے متصل ہو۔ آپ کی یہ تینوں دعائیں مقبول ہوگئیں' چنانچہ تاریخ بغداد کی مقبولیت کا حال اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے کے بزرگوں میں سے کسی نے یہ خواب دیکھا کہ خطیب بغدادی کی درسگاہ میں تاریخ بغداد کی قرأت کیلئے لوگ حاضر ہیں اور اس مجلس میں شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی بھی تشریف لائے ہیں اور ایک نہایت ہی ہیبت و جلال والے بزرگ بھی مجلس میں رونق افروز ہیں جن کے جمال سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو تاریخ بغداد سننے کیلئے تشریف لائے ہیں۔

سبحان اللہ! مقبولیت کا یہ وہ اعلیٰ شرف جو خطیب بغدادی اور ان کی کتاب تاریخ بغداد کو حاصل ہوا' یقیناً اس پر دونوں جہان کی نعمتیں قربان ہیں۔ بغداد کی جامع مسجد منصور میں آپ کی مجلس درس بھی قائم ہوئی اور بغداد میں آپ کے عروج کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ کوئی واعظ' کوئی خطیب' کوئی محدث اس وقت تک وعظ و خطبہ و درس حدیث کی مجلس نہیں قائم کر سکتا جب تک وہ خطیب بغدادی سے اجازت نامہ حاصل نہ کر لے۔ اسی طرح آپ کی تیسری مراد بھی پوری ہوگئی اور آپ کو حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کی جگہ مل گئی۔ اس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کی قبر کے پاس ایک قبر کی جگہ بھی باقی نہیں تھی' صرف ایک پختہ قبر کی جگہ تیار تھی جو بغداد کے ایک صالح نوجوان نے اپنے لیے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ اس کے سوا کوئی جگہ نہیں تھی۔ لوگوں نے نوجوان سے یہ جگہ دینے کی درخواست کی تو اس نے منع کر دیا۔ پھر اہل بغداد نے اس نوجوان صالح کے باپ سے ملاقات کی اور خطیب بغدادی کی تمنا کا ذکر کیا تو باپ نے اپنے صالح فرزند کو بلا کر فرمایا کہ اے نور نظر! تم

بتاؤ کو اگر حضرت بشر حافی زندہ ہوتے اور ان کی مسند کے پاس صرف ایک ہی آدمی کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی تو اس خالی جگہ میں تم بیٹھتے یا خطیب بغدادی؟ تو نوجوان صالح نے جواب دیا کہ خطیب بغدادی کے ہوتے ہوئے مجھے وہ جگہ ہرگز نہیں ملتی تو باپ نے کہا کہ اے فرزند صالح یہی صورت اب بھی ہے کہ حضرت بشر حافی کی قبر کے پہلو میں اس ایک قبر کے سوا دوسری کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تم اس جگہ کے زیادہ مستحق ہو یا خطیب بغدادی؟ لڑکے نے باپ کی تقریر سن کر بخوشی اجازت دے دی کہ اس قبر میں خطیب بغدادی کو دفن کیا جائے چنانچہ اسی قبر میں خطیب بغدادی دفن ہوئے۔

خطیب بغدادی بہت مالدار شخص تھے اور علم حدیث کے طلبہ و محدثین پر بے دریغ مال خرچ کرتے تھے۔ جس وقت بیمار ہوئے تو چونکہ ان کا کوئی وارث نہیں تھا اس لیے اپنی تمام کتابوں کو وقف کر دیا اور اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔

عبادت کا ذوق بھی کرامت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ سفر حج میں ہر روز ترتیل و تجوید کے ساتھ روزانہ بلا ناغہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے جس کو تمام لوگ لفظ بہ لفظ سنتے تھے۔ سفر کی تکان اور بیماری کی حالت میں بھی آپ اپنے ورد کا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔

۷ ذوالحجہ ۲۶۳ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ شیخ ابواسحٰق شیرازی نے سب سے پہلے آپ کے جنازے کو کاندھے پر اٹھایا۔ آپ کی وفات کے بعد بغداد کے اولیاء میں سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اَنَا فِیْ رُوْحٍ وَ رِیْحَانٍ وَجَنَّۃِ نَعِیْمٍ (یعنی میں راحت و آرام اور نعمتوں کی جنت میں ہوں) (بستان المحدثین)

۶۳- حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی کوفہ کے مشہور فقیہ اور نامور عابد و زاہد ہیں۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور علم حدیث میں اعمش و حمید طویل و

عبدالملک بن عمیر وغیرہ محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے اور سفیان بن عیینہ و ابن علیہ و وکیع وغیرہ کے استاد ہیں۔

یہ ابتدا میں تعلیم وتعلم کے بہت ہی شیدائی تھے اور فقہ و حدیث کے بہت نامور معلم تھے لیکن پھر ایک دم علمی مشغلہ چھوڑ کر ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو گئے' یہاں تک کہ کوفہ میں ''فقیہ زاہد'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کے زہد وقناعت کا عجیب عالم تھا۔ عطا بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گئے تو اس کے سوا ہمیں وہاں کوئی سامان نظر نہیں آیا کہ ایک چٹائی بچھی ہوئی ہے اور اس پر تکیہ کے لیے ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے اور ایک جھولی میں خشک روٹی کے چند ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا ہے جس سے وہ وضو و استنجا بھی فرماتے ہیں اور اسی سے پانی بھی پیتے ہیں۔

بیس سال کا بجٹ بیس دینار

ان کو اپنے والد کی میراث میں سے بیس دینار ملے تھے۔ اسی رقم کو انہوں نے بیس سال تک خرچ کیا اور عمر بھر نہ کسی بادشاہ کا نذرانہ لیا' نہ دوستوں کا ہدیہ قبول کیا اور اس طرح زندگی بسر فرمائی کہ محارب بن دثار فرمایا کرتے تھے کہ اگر داؤد طائی اگلی امتوں میں ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان فرماتا۔

ابو نعیم نے ان کا سن وفات ۱۶۰ھ بتایا اور ابن نمیر کا قول ہے کہ ۱۶۵ھ میں ان کا وصال ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

۶۴- حضرت داؤد بن معاذ عتکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو سلیمان اور وطن بصرہ ہے۔ یہ حماد بن زید و عبدالوارث وغیرہ محدثین کے شاگرد اور امام ابو داؤد و ابو حاتم و جعفر فریابی وغیرہ علمائے حدیث کے شیخ ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ محدث بتایا اور اسمٰعیل ہروی نے فرمایا کہ داؤد بن معاذ اپنے دور میں سب عالموں سے افضل تھے اور عبادت و ریاضت میں تو اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ تمام

عمر روزہ رکھا اور کبھی بستر پر پیٹھ لگا کر نہیں سوئے اور زندگی بھر بغیر سالن کے روٹی کھائی اور خوف الٰہی سے چالیس برس تک سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ امام احمد بن حنبل کی طرح خلق قرآن کے فتنے میں ان کو بھی کوڑے لگائے گئے تھے اور قید خانے میں ان پر بھی بڑے بڑے مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ لیکن امام احمد بن حنبل کی طرح یہ بھی صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے اور آخر دم تک حق پر ثابت قدم رہے۔ (تہذیب التہذیب)

۶۵-حضرت دار قُطنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوالحسن اور نام ونسب علی بن عمر بن احمد ہے۔ بغداد کے محلے دار القطن میں رہتے تھے اس لیے دار قطنی کہلاتے ہیں۔ شافعی المذہب تھے ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ابوالقاسم بغوی و ابوبکر بن داؤد محاملی وغیرہ محدثین سے حدیث کی سماعت کی اور بغداد کے علاوہ بصرہ و مصر و شام وغیرہ کے علمی مرکزوں کا دورہ کر کے بہت سے فقہاء و محدثین سے بھی علم حاصل کیا اور حاکم و تمام رازی و ابونعیم وغیرہ محدثین ان کے حلقہ درس کے فیض یافتہ ہیں۔ یہ علم حدیث کے علاوہ فن نحو و قرأت میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ حافظہ بیحد قوی تھا' چنانچہ منقول ہے کہ یہ ایک دن اسمٰعیل صفار محدث کی درسگاہ میں حاضر ہوکر احادیث لکھ رہے تھے۔ جب سولہ صفحات کے قریب لکھ چکے تو اسمٰعیل صفار نے فرمایا کہ دار قطنی! تم لکھنے میں اس قدر مشغول رہتے ہو کہ نہ اچھی طرح حدیثوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو تو دار قطنی نے عرض کیا کہ جناب کو یاد ہے کہ اس وقت تک آپ نے کتنی حدیثیں لکھائی ہیں؟ اسمٰعیل صفار نے فرمایا کہ مجھ کو تو یاد نہیں۔ دار قطنی نے عرض کیا کہ جناب نے اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں۔ پہلی حدیث فلاں عن فلان ہے' دوسری حدیث فلان عن فلان ہے۔ تیسری فلان عن فلان ہے۔ اسی طرح اٹھارہ حدیثوں کی پوری سندیں مع متونِ حدیث اپنے حفظ سے زبانی پڑھ کر سنادیں۔ اسمٰعیل صفار اور

تمام حاضرین مجلس ان کی قوت حافظہ پر حیران و متعجب رہ گئے۔

انؑ کے لطائف میں سے ایک یہ ہے کہ ابوالحسن بیضاوی ایک طالبعلم کو ان کی خدمت میں احادیث لکھنے کیلئے لائے۔ پہلے تو دارقطنی نے ٹالا مگر جب ابوالحسن بیضاوی نے اصرار کیا تو دارقطنی نے بیس سندیں اس طالب علم کو ایسی لکھوئیں جن میں ہر سند کا متن حدیث یہ تھا کہ **نعم الشئی الھدیۃ امام الحاجۃ** (یعنی اپنی حاجت سے قبل کچھ ہدیہ پیش کرنا بہت اچھی بات ہے) دوسرے دن یہ طالب علم کچھ ہدیہ لے کر حاضر ہوا تو سترہ سندیں لکھوائیں اور ان سب کا متن یہ تھا کہ **اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ** یعنی جب تمہارے پاس کسی قسم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔

اس واقعہ سے دارقطنی کے تجر علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے' چنانچہ حاکم و خطیب بغدادی وغیرہ فن حدیث کے بڑے بڑے اماموں نے دارقطنی کے علم و فضل کی وسعت اور علمی مہارت کی شہادت دی ہے۔ دارقطنی صاحب تُصانیف بھی ہیں اور ان کی کتابوں میں سنن دارقطنی بہت مشہور و معروف ہے۔

۸ ذوالقعدہ بروز جمعرات ۳۸۵ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ حافظ ابونصر بن ماکولا محدث کا بیان ہے کہ میں نے ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ میں نے فرشتوں سے ملاقات کی اور دارقطنی کا حال پوچھا کہ آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ جنت میں ان کا لقب ''امام'' ہے۔ (بستان المحدثین)

۶۶ - حضرت ذکوان مدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوصالح اور لقب سمّان و زیّارت ہے۔ یہ تابعی ہیں اور حضرت ابوہریرہ و ابوالدرداء و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں زہری و اعمش و عطاء بن ابی رباح جیسے جید و باکمال محدثین ہیں۔

ز

ابن معین و ابوحاتم و ابوزرعہ و ابن سعد وغیرہ حدیث کے اماموں نے ان کی وسعت علم و جلالتِ شان کی شہادت دی اور ان کو ثقہ و صالح و کثیرالحدیث و مستقیم الروایت لکھا۔ یہ بہت ہی رقیق القلب تھے اور ان پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ اعمش کا بیان ہے کہ یہ اپنی مسجد میں پنج وقتہ لوجہ اللہ اذان دیتے تھے۔ ایک دن امام کے آنے میں تاخیر ہوگئی تو لوگوں نے ان کو امامت کیلئے کھڑا کردیا۔ قرأت شروع کرتے ہی ان پر اس قدر رقت طاری ہوگئی کہ کثرتِ گریہ سے قرأت نہیں فرماسکے۔

یہ امراء و سلاطین کے نذرانوں سے بیحد متنفر تھے اور دوستوں کے ہدایا و تحائف سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ اپنے ذریعہ معاش کیلئے گھی اور روغن زیتون کوفہ میں لاکر فروخت کیاکرتے تھے اسی لیے سمان (گھی والا) اور زیات (روغن زیتون والا) کہلاتے تھے سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

٦٧-حضرت ربعی بن حراش (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابومریم اور نام و نسب ربعی بن حراش بن جحش عبسی ہے۔ کوفہ کے رہنے والے جلیل القدر تابعی ہیں اور علم حدیث میں حضرت عمر و حضرت علی و عبداللہ بن مسعود و ابوموسیٰ اشعری وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد رشید ہیں اور آپ کے شاگردوں میں منصور بن معتمر بہت نامور ہیں جو شعبہ وغیرہ بلند مرتبہ محدثین کے استاد ہیں۔

آپ بہت ہی متقی، عبادت و ریاضت میں ممتاز اور صاحبِ کرامات تھے۔ زندگی بھر میں کبھی کوئی جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ نے قسم کھالی تھی کہ میں اس وقت تک نہیں ہنسوں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ میں جنتی ہوں۔ چنانچہ تمام عمر میں کبھی نہیں ہنسے، مگر انتقال کے بعد آپ کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ انہیں غسل دیتے رہے، وہ برابر لگاتار مسکرا مسکرا کر

ہنستے رہے ۱۰۰ھ یا ۱۰۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (نووی وتہذیب التہذیب)

۶۸۔ حضرت رَبیع بن حراش (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ مذکورہ بالا رِبعی بن حراش کے بھائی ہیں۔ یہ بھی محدث ہیں اور صلاح وتقویٰ میں ممتاز، صاحب عبادت وکرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے بھی اپنے بھائی کی طرح قسم کھالی تھی کہ جب تک مجھے یقین نہ ہوجائے کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے، میں ہرگز نہیں ہنسوں گا، چنانچہ یہ بھی عمر بھر کبھی نہیں ہنسے، مگر وفات کے بعد غسال نے غسل دینے کیلئے آپ کو تخت پر لٹایا تو یہ سب کے سامنے مسکراتے رہے اور ہنستے رہے اور حاضرین ان کی اس کرامت پر حیران ہوکر تعجب کرتے رہے۔ ان کے ایک بھائی کا نام مسعود بن حراش ہے۔ یہ بھی محدث وصاحب کرامت تھے۔ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ وفات کے بعد انہوں نے دفن سے کچھ پہلے لوگوں سے بات چیت کی۔

غرض رِبعی بن حراش و ربیع بن حراش و مسعود بن حراش تینوں بھائی محدث و باکرامت صاحبِ ولایت تھے۔ (نووی وطبقات شعرانی)

۶۹۔ حضرت ربیع بن صبیح سعدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوبکر اور وطن بصرہ ہے۔ انہوں نے علم حدیث حسن بصری وحمید طویل و ثابت بنانی وغیرہ سے سیکھا اور ان سے علمی استفادہ کرنے والوں میں امام ابوداؤد و عبداللہ بن مبارک و وکیع جیسے باکمال ائمہ حدیث ہیں۔

یہ بہت بہادر اور بڑے زبردست مجاہد بھی تھے۔ محمد بن مثنیٰ و ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ سندھ کے جہاد میں شریک ہوئے تھے اور سمندر میں ۱۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ایک جزیرہ میں مدفون ہوئے۔ بہت نیک وصالح محدث اور اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار بزرگ تھے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ بصرہ کے بے نظیر زاہد اور بے مثال عابد تھے۔

رات کو ان کے گھر میں سے تلاوت کی کثرت اور تہجد کے باعث شہد کی مکھی کے چھتوں کی سی آواز آیا کرتی تھی۔ گھر میں بچہ بچہ عابد شب زندہ دار و تہجد گزار تھا۔

(تہذیب التہذیب)

۷۰-حضرت ربیع بن نافع حلبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوتوبہ ہے اور انہوں نے طرطوس کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ ابواسحٰق فرازی و معاویہ بن سلام و سفیان بن عیینہ وغیرہ محدثین کے حلقہ درس میں علم حدیث پڑھا۔ اور امام ابوداؤد صاحب السنن ان کے خاص الخاص شاگرد ہیں اور امام بخاری ومسلم ونسائی و ابن ماجہ بھی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ابوحاتم نے ان کو ثقہ و صادق و حجت فرمایا۔ اور امام ابوداؤد کا بیان ہے کہ لمبی لمبی حدیثیں انہیں خوب یاد تھیں۔

یہ ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے پھرتے تھے۔ عمر بھر کبھی جوتی نہیں پہنی اور ٹوپی بہت اونچی پہنتے تھے اور ان کے بارے میں عوام و خواص کا یہ قول تھا کہ یہ صاحب کرامت ولی اور ابدال میں سے ہیں۔ ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۷۱-حضرت زُرارہ بن ابی اوفیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوحاجب ہے۔ بصری تابعی ہیں اور صحابہ کرام خصوصاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور آپ کے تلامذہ میں قتادہ وعوف بہت مشہور محدثین ہیں۔

آپ بصرہ کے قاضی بھی تھے اور قبیلہ بنی قشیر کی مسجد میں لوجہ اللہ امامت فرماتے تھے۔

نہایت ہی عابد و زاہد اور خوف و خشیت الٰہی میں ڈوبے ہوئے عالم باعمل تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے وقت وعید و عذاب کی آیتیں پڑھ کر لرزہ براندام بلکہ کبھی کبھی

خوفِ الٰہی سے بیہوش ہوجاتے تھے۔ بہز بن حکیم کا بیان ہے کہ ایک دن کی فجر کی نماز میں آپ نے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ فَذٰلِکَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ" کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت ہی سخت دن ہوگا ۔ یہ آیت پڑھتے ہی آپ پر حالتِ نماز میں اس قدر خوفِ خداوندی کا غلبہ ہوا کہ لرزتے کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور آپ کی روح پرواز کرگئی۔ بہز بن حکیم کہتے ہیں کہ میں بھی ان کی نعش مبارک کو مسجد سے گھر تک اٹھا کر لے جانے والوں میں شامل تھا۔ یہ واقعہ ۹۳ھ میں ہوا۔ (اکمال وترمذی شریف)

۲۷۔ حضرت زُہری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوبکر، اور نام ونسب محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب ہے۔ زہری آپ کا مشہور لقب اور آپ کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ تابعی محدثین میں آپ بہت ہی جلیل القدر وعظیم المرتبت عالم دین اور علم حدیث میں اپنے دور کے مشہور مقتدیٰ وامام ہیں۔ امام مالک وقتادہ جیسے ائمہ حدیث وفقہ نے آپ کی صحبت وشاگردی کا شرف حاصل کیا۔ تقریباً دس صحابہ کرام اور سینکڑوں کبار تابعین سے آپ نے احادیث سماعت فرمائیں اور ہزارہا تابعین وتبع تابعین آپ کے حلقہء درس میں شامل ہوئے۔

آپ کی علمی جلالت اور علم حدیث میں مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام مکحول سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ محمد بن شہاب زہری! لوگوں نے پوچھا کہ پھر ان کے بعد؟ تو فرمایا کہ محمد بن شہاب زہری، لوگوں نے دریافت کیا کہ پھر ان کے بعد؟ تو فرمایا کہ محمد بن شہاب زہری۔

امام نسائی کا بیان ہے کہ دنیا بھر میں سب سے بہترین حدیث کی سندیں چار ہیں۔

(۱) الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه (۲) الزهری عن عبیدالله ابن عباس (۳) ایوب عن محمد عن عَبِیْدَةَ عن علی (۴) منصور عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود.

مذکورہ بالا چار بہترین سندوں میں سے دو میں زہری موجود ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اکثر اپنی مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ زہری سے زیادہ احادیث کا جاننے والا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ اسی طرح امام مالک ولیث وغیرہ حدیث کے اماموں نے بھی زہری کے علم وفضل اور عبادت وسخاوت کی مدح وثناء فرمائی۔

نوادی کا بیان ہے کہ علم وحفظ' اتقان وصبر' اجتہاد وتقویٰ' عبادت وسخاوت وغیرہ میں آپ کے احوال بے شمار ومشہور آفاق ہیں۔ آخر عمر میں آپ نے مدینہ منورہ سے منتقل ہوکر شام میں سکونت اختیار فرمائی تھی جہاں رمضان ۱۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(نووی' اکمال' تہذیب التہذیب وغیرہ)

۳۷- حضرت زُبید بن حارث کوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن یا ابوعبداللہ ہے اور وطن کوفہ ہے۔ یہ مُرّہ بن شراحیل و ابووائل و ابراہیم نخعی و ابراہیم تیمی ومجاہد وغیرہ باکمال علمائے حدیث کی درسگاہوں کے فیض یافتہ ہیں اور شعبہ وسفیان ثوری ومنصور و اعمش وغیرہ کے حدیث ہیں۔ شعبہ کا قول ہے کہ مجھے کوفہ میں زبید بن حارث سے افضل وبہتر کوئی استاد حدیث نظر نہیں آیا۔

ابن حبان نے ان کو ثقاتِ محدثین کی فہرست میں لکھ کر فرمایا کہ یہ بیحد عبادت گزار اور انتہائی صالح ومتقی عالم حدیث تھے۔ ابن شُبرمہ کہتے ہیں کہ زبید بن حارث رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ابونعیم کا قول ہے کہ ۱۲۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

۷۴-حضرت زُہرہ بن معبد مدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعقیل اور وطن مدینہ منورہ ہے لیکن آخر عمر میں انہوں نے مصر کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ تابعی ہیں۔ اور علم حدیث کیلئے عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت وشاگردی اختیار کی اور سعید بن میتب وعمر بن عبدالعزیز وغیرہ تابعین سے بھی علمی فیض اٹھایا اور ان کی درسگاہ سے علمی استفادہ کرنے والوں میں حیوہ بن شریح و لیث قابل ذکر ہیں۔ امام نسائی و ابوحاتم وغیرہ نے ان کو معتمد درست حدیثوں والا اور سچا لکھا۔ اور ابومحمد دارمی کا قول ہے کہ ان کے بارے میں عام طور پر محدثین کا یہی خیال تھا کہ یہ باکرامت ولی اور طبقہ ابدال میں سے ہیں۔ یہ اسکندریہ گئے تھے جہاں ۱۲۷ھ یا ۱۲۵ھ میں ان کی وفات ہوئی اور اسکندریہ ہی میں مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

۷۵-حضرت زیاد بن ابی زیاد مخزومی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا وطن مدینہ منورہ ہے لیکن یہ دمشق میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ یہ علم حدیث میں محمد بن کعب قرظی و ابوالجریہ وغیرہ سے تلمذ رکھتے ہیں اور امام مالک ومحمد بن اسحٰق وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

امام نسائی و ابن حبان نے ان کو قابل اعتماد محدث اور عابد و زاہد بزرگ تحریر فرمایا۔ عمر ابن عبدالعزیز ان کے علم وفضل اور تقویٰ وعبادت کی وجہ سے ان کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

یہ بہت ہی گوشہ نشین وقناعت گزین محدث تھے اور علم وعمل کے اعتبار سے ایک بے مثال اور قابل تقلید عبادت گزار صاحب علم تھے۔ عام طور پر لوگ ان کو اپنے زمانے کا فضل الناس اور باکرامت ولی سمجھتے تھے اور محدثین تو ان کو ابدال میں شمار کرتے تھے۔ انھوں نے ۱۳۵ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن کیے گئے۔ (تہذیب التہذیب)

۷۶-حضرت امام زُفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نسب نامہ زفر بن ہذیل بن قیس بن سلیم بن قیس بن ذہل عنبری ہے اور لقب فقیہ حنفی ہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بہت ہی محبوب و معتمد شاگرد ہیں۔ حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ کی مجلس میں سب سے آگے امام زفر بیٹھتے تھے اور امام ابوحنیفہ ہر موقع پر امام زفر کی تعظیم اور مدح و ثناء فرماتے تھے۔

منقول ہے کہ امام زفر نے اپنی شادی میں امام ابوحنیفہ کو مدعو کیا اور امام ممدوح نے نکاح کا خطبہ پڑھا تو خطبے میں ارشاد فرمایا کہ اے حاضرین! یہ زفر ہیں' یہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں اور شرف حسب و نسب کی بلندی اور علمی جلالت کے لحاظ سے مسلمانوں کی عظمت کا ایک نشان ہیں۔

ابن خلکان نے فرمایا کہ پہلے امام زفر علمائے حدیث میں سے تھے' پھر امام ابوحنیفہ کی صحبت میں مسائل فقہیہ پر عبور کر کے درجہ اجتہاد حاصل کر لیا۔

حدیث و فقہ میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی بے مثال تھے۔ حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ زفر و داؤد طائی دونوں ایک ساتھ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حدیث و فقہ کا درس لیتے تھے اور دونوں میں بھائی چارہ بھی تھا۔ پھر داؤد طائی تو علمی مشغلہ چھوڑ کر بالکل عبادت میں مشغول ہو گئے لیکن امام زفر علم و عبادت دونوں کے جامع ہوئے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے وکیع محدث کو ان کی آخری عمر میں دیکھا کہ وہ روزانہ صبح کو امام زفر کی مجلس میں حاضری دیتے اور شام کو امام ابو یوسف کی درسگاہ میں حاضر رہتے۔ اس کے بعد پھر صبح و شام دونوں وقت امام زفر ہی کی درسگاہ میں جانے لگے۔ امام زفر کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومت وقت نے ان کو قاضی بننے پر مجبور کیا مگر دونوں مرتبہ انہوں نے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ کی طرح سرکاری عہدہ

قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور وطن چھوڑ کر کسی پوشیدہ مقام میں روپوش ہوگئے اور دونوں مرتبہ حکومت نے مارے غصے کے ان کا مکان منہدم اور برباد کرادیا' چنانچہ دو مرتبہ ان کو اپنا مکان تعمیر کرانا پڑا۔

یہ اصل میں کوفہ کے باشندے تھے مگر اپنے بھائی کی میراث لینے کیلئے بصرہ گئے تو بصرہ والوں نے کسی طرح ان کو بصرہ سے نکلنے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ یہ بصرہ کے متوطن ہوگئے اور ۱۵۸ھ میں وفات پاکر بصرہ ہی میں مدفون ہوئے۔ (تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

۷۷- حضرت زُہیر بن محمد مروزی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابومحمد یا عبدالرحمٰن ہے۔ یہ علم حدیث کی طلب میں مرو سے بغداد آئے تھے اور عبدالرزاق و رَوح بن عبادہ و قعنبی و ابونصر وغیرہ محدثین کے شاگرد ہوئے اور امام ابن ماجہ و عبداللہ ابن احمد و امام بغوی وغیرہ علمائے اہل حدیث نے ان کی شاگردی اختیار فرمائی۔

امام بغوی فرمایا کرتے تھے کہ بغداد میں امام احمد بن حنبل کے بعد زُہیر بن محمد سے بڑھ کر صاحب علم و عمل کوئی شخص مجھے نظر نہیں آیا۔ ان کو جہاد کا بیحد شوق تھا' چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس برس سے گوشت کھانے کو میرا دل چاہتا ہے لیکن میں اس وقت تک گوشت نہیں کھاؤں گا جب تک اسلامی لشکر کے ساتھ ملک روم کو فتح کر کے قلعہ میں داخل نہ ہوجاؤں گا۔ اس کے بعد مال غنیمت سے گوشت خرید کر کھاؤں گا' چنانچہ آخری عمر میں بغداد سے طرطوس روانہ ہوگئے اور وہاں مجاہدین کے گھوڑے سواروں کے دستے میں شامل ہوکر جہاد میں شریک ہوگئے اور ۲۵۸ھ میں بحالت جہاد طرطوس ہی میں وفات پائی۔

خطیب کا قول ہے کہ یہ ثقہ و صادق محدث اور بہت ہی متقی' عابد و زاہد عالم حدیث تھے۔ یہ رمضان شریف میں دن رات ملاکر روزانہ تین ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ہمیشہ ہر سال صرف رمضان شریف میں نوے ختم قرآن مجید پڑھا کرتے اور سال

کے دوسرے دنوں میں بھی زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کا شغل رکھتے تھے۔
(تہذیب التہذیب وتذکرۃ الحفاظ)

۷۸-حضرت سعید بن مسیّب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی بلکہ سید التابعین ہیں۔ فقہ و حدیث اور زہد و عبادت چاروں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد رشید ہیں۔ امام زہری' امام مکحول وغیرہ ہزاروں باکمال تابعین و تبع تابعین کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے تلمیذ باتمیز امام مکحول کا بیان ہے کہ میں نے علم حدیث کی طلب میں سارا جہان چھان مارا مگر سعید بن المسیّب سے بڑا کوئی عالم روئے زمین پر مجھے نظر نہیں آیا۔ آپ بڑے بارعب و صاحب وقار تھے۔ آپ کا چہرہ گویا ہیبت و جلالت حق کا آئینہ تھا۔ آپ کے دربار میں بڑے بڑے امراء بھی بغیر اجازت کے باریاب ہونے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی سینکڑوں کرامتیں مشہور ہیں۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ چالیس برس تک کوئی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ تیس برس تک ہر اذان مسجد میں سنی اور پچاس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ ۹۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور حدیث' فقہ' زہد وتقویٰ اور عبادت کا یہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ (طبقات شعرانی واکمال)

۷۹-حضرت سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کوفے کے رہنے والے سعید بن جبیر اسدی کہلاتے ہیں۔ دورِ تابعین کے جلیل الشان عالموں میں آپ کا شمار ہے۔ حدیث میں عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ کو تلمذ حاصل

ہوا اور آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ آپ ہمیشہ ہر رات ایک ختم قرآن مجید پڑھتے اور صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی کے سوا کوئی لفظ نہیں بولتے تھے۔ آپ حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ بنواُمیہ کے ظالم اُمراء کے روبرو امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی کھلم کھلا فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعبان ۹۵ھ میں کوفہ کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی خونخوار و خون ریز ظالم نے آپ کو شہید کرادیا۔ شہادت کے وقت آپ کی حق گوئی، اولوالعزمی اور ثابت قدمی کی داستان بڑے بڑے دل گردہ والے دلیروں کو بھی لرزہ براندام کردیتی ہے۔ کوفے کے گورنمنٹ ہاؤس میں حجاج بن یوسف اور آپ کا مکالمہ سنئے۔

حجاج بن یوسف: بولو سعید بن جبیر میں تمہیں کس طریقہ سے قتل کروں؟

سعید بن جبیر: خدا کی قسم یہ یاد رکھو کہ تم جس طریقے سے مجھے دنیا میں قتل کروگے میں اسی طریقے سے تم کو آخرت میں قتل کروں گا۔

حجاج بن یوسف: سعید بن جبیر! اگر ایک مرتبہ تم مجھ سے معافی مانگ لو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا۔

سعید بن جبیر: خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حق ہے، برحق ہے۔ اس لیے میں ہرگز ہرگز کبھی تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔ میں صرف خداوند کریم سے معافی کا خواستگار ہوں۔

حجاج بن یوسف: اے جلادو! لے جاؤ ان کو دربار کے باہر میدان میں بیدردی کے ساتھ قتل کردو۔

سعید بن جبیر ہنستے ہوئے دربار سے روانہ ہوئے۔

حجاج بن یوسف: سعید بن جبیر! تم قتل ہونے کیلئے جارہے ہو۔ اس وقت ہنسی کا کون سا موقع ہے؟

سعید بن جبیر: اے حجاج! خداوند جبار و قہار کے مقابلے میں تیری جرأت و سرکشی پر

تعجب کر کے مجھے ہنسی آ گئی۔

حجاج بن یوسف: (جل بھن کر، غصے میں کانپ کر) دربار میں میرے سامنے اس کی گردن ماردو۔

سعید بن جبیر: (نہایت اطمینان کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہوکر بآواز بلند) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ.

حجاج بن یوسف: اے جلادو! اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو۔

سعید بن جبیر: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت) تمہاری طرف متوجہ ہے۔

حجاج بن یوسف: اے جلادو! اس کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر قتل کرو۔

سعید بن جبیر: (سجدے میں سر رکھ کر) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی

حجاج بن یوسف: (چلا کر) ارے جلاد! کیا دیکھتا ہے۔ اس کو ذبح کر ڈال۔

سعید بن جبیر: (سجدے میں سر رکھے ہوئے) ظالمو! گواہ رہنا۔ میں پڑھتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

پھر آپ نے بلند آواز سے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ حجاج کو ایسا کردے کہ یہ میرے بعد کسی مومن کو قتل نہ کر سکے۔

آپ کی دعا ختم ہوئی اور جلاد نے آپ کو نہایت بیدردی سے ذبح کر دیا اور حقانیت واستقامت کا یہ سرخ پوش دولہا عروسِ شہادت کی آغوش سے ہمکنار ہو گیا۔

اس قدر خون نکلا کہ سارا دربار خون سے بھر گیا۔ حجاج نے حیران ہو کر اہل دربار سے پوچھا کہ میں نے ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا مگر اتنا کثیر خون کسی مقتول کا نہیں دیکھا۔ ایک درباری حکیم نے جواب دیا کہ اے امیر! ہر مقتول قتل کے وقت ڈر جاتا ہے

اس لیے اس کا خون بدن میں خشک ہو جاتا ہے مگر یہ خوفِ الٰہی کا پیکر اور استقامت کا پہاڑ آخری دم تک بے خوف رہا اس لیے اس کے بدن میں خون خشک نہیں ہوسکا اور سارا خون زمین پر گر پڑا۔

آپ کی دعا کی مقبولیت اور کرامت کا اثر تو دیکھو کہ اس کے بعد حجاج صرف پندرہ دن اس برے حال میں زندہ رہا کہ پیٹ میں آکلہ کا پھوڑا ہوگیا۔ طبیب روزانہ سڑے ہوئے بدبودار گوشت کی بوٹی دھاگے میں باندھ کر اس کے حلق میں ڈالتا اور حجاج اس کو نگل جاتا۔ پھر دھاگہ کھینچ کر وہ بوٹی نکالی جاتی تو خون سے بھری ہوتی۔ ان پندرہ دنوں میں حجاج ایک گھنٹہ بھی سو نہیں سکا۔ جب غنودگی آتی تو چونکتا اور چیخ مار کر اٹھ بیٹھتا اور کہتا کہ ہائے مجھے کیا ہوگیا؟ کہ مجھے یہی خواب نظر آتا ہے کہ سعید بن جبیر غیظ و غضب میں بھرے ہوئے میری ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔ اس طرح ظالم حجاج پندرھویں دن قہرِ الٰہی میں گرفتار ہو کر سر پٹک پٹک کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہوگیا اور آج روئے زمین پر اسکی قبر کا بھی کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ مگر سعید بن جبیر کی قبر منور آج بھی واسط العراق میں اہل بصیرت کیلئے مشعلِ نور اور حاجت مندوں کیلئے قبلہ حاجات بنی ہوئی ہے اور آج بھی ہزاروں محدثین کی زبانوں پر عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْر عَبْدُ اللّٰہِ بِنْ مَسْعُوْد عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ایمان افروز و روح پرور قرأت کا ڈنکا بج رہا ہے جس سے اہل روحانیت کی ارواح مقدسہ میں روحانی بالیدگی اور ارباب قلوب کے دلوں میں ایمانی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاکُ و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(اکمال، طبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

۸۰- حضرت سالم بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عمر یا ابو عبداللہ ہے۔ یہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں اور مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا شمار ہے۔ یہ علم حدیث میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر و ابو ہریرہ و ابو رافع وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قابل فخر شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جن میں امام زہری ابوبکر بن سالم و صالح بن کیسان و عمر بن دینار بصری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمر کے تمام صاحبزادوں میں حضرت سالم صورت و سیرت کے لحاظ سے اپنے باپ کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے تھے۔ امام مالک کا قول ہے کہ سالم بن عبداللہ اپنے زمانے کے صلحاء و عابدین میں بے مثال اور زہد و عبادت و علمی فضیلت میں بے نظیر تھے۔ مزاج میں انتہائی تواضع و انکساری تھی۔ زندگی بھر اپنی ضرورت کا سارا سامان خود ہی بازار سے خرید کر لاتے اور کبھی کسی لونڈی یا غلام سے خدمت لینے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

یہاں ایک تاریخی لطیفہ قابل ذکر ہے کہ اہل مدینہ لونڈیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن خدا کی شان کہ جب ملک فارس کے قیدیوں میں یزدجرد بادشاہ کی تین بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں تو ان تینوں لونڈیوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید لیا اور ایک لونڈی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ کر دی تو اس کے پیٹ سے سالم بن عبداللہ پیدا ہوئے اور ایک لونڈی اپنے فرزند امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تو اس کے پیٹ سے امام زین العابدین پیدا ہوئے اور ایک لونڈی محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عنایت فرمائی تو اس کے پیٹ سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے اور یہ تینوں یعنی سالم و امام زین العابدین و قاسم علم و عمل، زہد و تقویٰ و ریاضت میں تمام اہل مدینہ سے بڑھ گئے حالانکہ یہ تینوں لونڈیوں کے بطن سے

پیدا ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اہل مدینہ کو لونڈیوں کی رغبت بہت بڑھ گئی اور لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کو اہل مدینہ عزت و وقعت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ابونعیم وغیرہ کا قول ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ذوالقعدہ یا ذوالحجہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔(تہذیب التہذیب)

۸۱- حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابواسحٰق یا ابوابراہیم ہے۔یہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار کرنے والے تابعی ہیں۔ یہ اپنے والد و قاسم بن محمد و عبداللہ بن جعفر و ابوسلمہ وغیرہ محدثین سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور امام زُہری و سفیان بن عینیہ و ایوب سختیانی و سفیان ثوری و شعبہ وغیرہ اکابر ائمہ حدیث ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ہیں۔

شعبہ محدث جب کبھی ان کا تذکرہ فرماتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ سعد بن ابراہیم میرے حبیب ہیں۔بیحد متقی' انتہائی پرہیزگار اور اعلیٰ درجے کے عبادت گزار ہیں۔

ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابراہیم مدینہ منورہ کے قاضی بھی تھے مگر وہ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد بھی اتنے ہی متقی و عبادت گزار رہے' جتنے اس عہدہ سے پہلے اور اس عہدے سے معزول ہونے کے بعد متقی و عبادت گزار رہے۔

چالیس برس تک روزانہ ہر دن روزہ دار رہے اور اسی قسم کے دوسرے بڑے بڑے مجاہدات کرتے تھے۔ ۱۲۵ھ میں بہتر سال کی عمر پا کر وفات پائی۔(تہذیب التہذیب)

۸۲- حضرت سلیمان تیمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوالمعیر اور وطن بصرہ ہے۔تابعی بزرگ ہیں اور محدثین بصرہ میں ایک

امتیازی شان رکھتے ہیں۔ صحابہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورتابعین میں سے اعمش و حسن بصری و ابواسحٰق سبیعی وغیرہ کے شاگرد رشید ہیں اور شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ و عبداللہ بن مبارک و حماد بن سلمہ جیسے کثیر الحدیث فاضلوں کے استاد حدیث ہیں۔ ابن معین و امام نسائی و عجلی وغیرہ نے ان کے علم و فضل کی شہادت دیتے ہوئے ان کو ثقة کثیر الحدیث کے لفظوں سے متعارف کرایا۔(تہذیب التہذیب)

بصرہ ے بڑے بڑے عابدوں میں ان کا شمار ہے۔ یہ ایسے صاحبِ کرامت عبادت گزار تھے کہ عمر بھر ان کا یہ معمول رہا کہ عشاء کے وضو سے فجر تک ساری رات نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ذی القعدہ ۱۴۳ھ میں ۹۲ برس کی عمر پا کر وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

۸۳-حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری کا وطن کوفہ ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل کا کیا کہنا! بلاشبہ آپ امام المسلمین و حجۃ اللہ ہیں۔ فقہ و حدیث اور اجتہاد و تقویٰ میں یکتائے روزگار اور عبادت و ریاضت میں فقید المثال ہیں۔ آپ کی دینداری و پرہیزگاری پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ آپ یقیناً اپنے زمانے کے قطب اسلام و رکن دین تھے۔

اپنے دور کے سینکڑوں محدثین سے احادیث کی سماعت فرمائی اور امام اعظم ابوحنیفہ کی مجلس درس میں بھی شریک ہوکر علم حدیث میں آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اور فقہ حنفی کا علم علی بن مسہر سے حاصل کیا جو حضرت امام ابوحنیفہ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ترمذی اپنی جامع میں سفیان ثوری کا مذہب نقل فرماتے ہیں تو وہ اکثر امام ابوحنیفہ کے موافق ہوتا ہے۔

آپ کے شاگردوں کی جماعت بہت بڑی ہے۔ جن میں سفیان بن عینیہ و امام اوزاعی و معمر و ابن جریج و امام مالک و شعبہ جیسے حدیثوں کے پہاڑ ہیں۔

آپ کے مزاج میں تواضع و انکساری بہت زیادہ تھی۔ کبھی صدر مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے، نہ کبھی کسی خادم سے اپنی کوئی خدمت نہ لیتے تھے۔ ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہیں رکھتے تھے۔ نہ عمر بھر کوئی عمارت بنوائی۔ امراؤ سلاطین کے درباروں سے انتہائی نفرت فرماتے اور ان لوگوں کے ہدایا و تحائف سے بیحد اجتناب فرماتے تھے اور کھلم کھلا ظالم امراء اور بادشاہوں کی بداعمالیوں پر روک ٹوک اور وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ بغداد ابوجعفر منصور عباسی آپ کی جان کا دشمن ہوگیا تھا، چنانچہ جب آپ حج کیلئے روانہ ہوئے تو اس ظالم بادشاہ نے آپ کے پیچھے جلادوں کو روانہ کیا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ جہاں بھی سفیان ثوری کو پاؤ گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دو اور میں بھی لشکر کے ساتھ تمہارے پیچھے پیچھے حج کیلئے آرہا ہوں۔ جلادوں نے تلاش کرتے کرتے آپ کو مکہ مکرمہ میں پالیا اور سولی گاڑ کر آپ کو گرفتار کرنے کیلئے حرم کعبہ میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ سفیان ثوری اس شان سے لیٹے ہوئے ہیں کہ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور آپ کے پاؤں سفیان بن عینیہ کی گود میں ہیں۔ جلادوں نے بادشاہ کا حکم سنایا اور یہ بھی عرض کیا کہ خود بادشاہ بھی مکہ مکرمہ آرہا ہے۔ اگر ہم لوگوں نے آپ کو سولی پر لٹکانے میں دیر کردی تو وہ ہم سب لوگوں کو قتل کرادے گا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور پھر بھر کر اٹھ کھڑے ہوگئے اور چند قدم چل کر غلاف کعبہ ہاتھ میں لیا اور تڑپ کر بآواز بلند فرمایا کہ تم لوگ اطمینان رکھو، منصور عباسی بادشاہ ہرگز ہرگز مکہ میں نہیں پہنچ سکتا اور سن لو اگر وہ مکہ مکرمہ میں آگیا تو میں اس کعبہ کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گا۔

آپ کی کرامت دیکھو کہ منصور عباسی بادشاہ غصے میں بھرا ہوا بغداد سے مکہ مکرمہ روانہ ہوا مگر راستے ہی میں مرگیا اور مکہ مکرمہ تک نہیں پہنچ سکا اور آپ خیر و عافیت کے ساتھ حج سے فارغ ہوکر وطن تشریف لائے اور ۱۶۱ھ میں وصال فرمایا اور آپ کی قبر مبارک بصرہ میں آج تک مرجع خلائق اور زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

(اکمال، طبقات، تہذیب التہذیب وغیرہ)

۸۴-حضرت سفیان بن عینیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابومحمد سفیان بن عینیہ بن ابی عمران میمون ہلالی ۱۰۷ھ میں کوفہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی امامت و علمی جلالت اور تقویٰ و عبادت پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور فن حدیث میں آپ کی مہارت و حذاقت تمام محدثین کے نزدیک مسلم الثبوت ہے۔ آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے اعلیٰ درجے کے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا اور بڑے بڑے باکمال بزرگوں کی آغوشِ تربیت میں آپ نے علم و عمل کا کمال حاصل کیا۔ آپ کے استادوں میں امام جعفر صادق و امام زہری و سلیمان تیمی و سفیان ثوری وغیرہ کامل و مکمل ائمہ حدیث ہیں اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے جن میں امام شافعی و امام احمد بن حنبل آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے ہیں۔

آپ علمی جلالت کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ انتہائی عبادت گزار و زاہد شب زندہ دار تھے اور زہد و قناعت میں بھی اپنے اقران پر بڑی خاص فضیلت رکھتے تھے۔ ساٹھ برس تک صرف جو کی روٹی بغیر کسی سالن کے کھاتے رہے۔ آپ سے بہت زیادہ خوارقِ عادات و نادر کرامات کا صدور ہوا۔ چار برس کی عمر میں آپ نے پورا قرآن مجید حفظ کرلیا اور سات سال کی عمر میں حدیث کی کتابت و روایت فرمانے لگے۔

آپ کا وطن کوفہ ہے' لیکن آپ نے مکہ مکرمہ میں جوار بیت اللہ کی مستقل سکونت اختیار فرمالی تھی۔ آپ نے عمر بھر میں ستر (۷۰) حج کئے۔ حسن بن عمران کا بیان ہے کہ میں سفیان بن عینیہ کے آخری حج میں ان کے ساتھ تھا۔ مزدلفہ میں آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مزدلفہ کی اس زیارت کو میری آخری زیارت مت بنا' پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں مزدلفہ میں ستر برس سے برابر یہ دعا کرتا رہا ہوں۔ مگر اب مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آرہی ہے کہ کس قدر زیادہ میں نے خدا سے اس کا سوال کیا' چنانچہ آپ

اس حج سے واپس ہوئے تو پھر حج کا موقع نہ ملا اور اسی سال یکم رجب ۱۹۸ھ میں آپ کی وفات ہوگئی اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

(طبقات واکمال وتہذیب التہذیب)

۸۵-حضرت سریج بن یونس بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوالحارث اور اصلی وطن مرو ہے۔لیکن بغداد کو آپ نے اپنا وطن بنالیا تھا اس لیے بغدادی کہلاتے ہیں۔آپ علم حدیث میں سفیان بن عینیہ وہشیم و ولید بن مسلم وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں اور ابوزرعہ و ابوحاتم و امام مسلم بن الحجاج وغیرہ محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں۔

امام احمد نے آپ کو مردِ صالح و صاحب خیر فرمایا اور ناقدین حدیث نے آپ کو سچا قابل اعتماد پارسا وغیرہ لکھا۔آپ بہت ہی کثیرالعبادت و صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے سریج تو مجھ سے کچھ مانگ! تو آپ نے عرض کیا کہ الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔حامد بن شعیب کہتے ہیں کہ سریج بن یونس ایک دن اپنے مکان کی چھت پر بیٹھے تھے' ناگہاں ایک سانپ نے نیچے تالاب میں ایک مینڈک کو پکڑ لیا۔مینڈک کے چلانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی اور آپ کو مینڈک پر رحم آ گیا تو آپ نے چھت پر سے چلا کر فرمایا اے سانپ! تجھ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس مینڈک کو فوراً چھوڑ دے۔سانپ نے آپ کا فرمان سنتے ہی مینڈک کو چھوڑ دیا۔ربیع الاول ۲۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

۸۶-حضرت شقیق بن ابی سلمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابووائل اسدی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر

دیدار کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ان حضرات سے علم حدیث کی تحصیل کی اور عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تو بڑے چہیتے شاگرد و اکابر اصحاب میں سے ہیں اور ان کے شاگردوں میں اعمش و منصور و حماد بن ابی سلیمان وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

آپ پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ حرم کعبہ میں فرماتے تھے کہ میں اپنے ان قدموں سے کس طرح کعبہ کا طواف کروں؟ ہائے! مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ جو قدم گناہ کی طرف چل چکے ہوں' میں ان گنہگار قدموں کو خدا کے مقدس گھر کے پاس کس طرح رکھوں؟ یہ کہتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ آپ کے سامنے کوئی اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال کا تذکرہ کردیتا تو آپ مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ فلاں آدمی بڑا متقی ہے تو آپ نے فرمایا کہ چپ رہو۔ تم نے کسی متقی کو دیکھا بھی ہے؟ اے نادان متقی کہلانے کا حقدار وہ شخص ہے کہ اگر اس کے سامنے جہنم کا ذکر کردیا جائے تو خوف الٰہی سے اس کی روح پرواز کر جائے۔ آپ بڑی بڑی پر مشقت عبادتیں کرتے تھے اور بڑے خداترس' پارسا اور عارف باللہ و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ خلیفہ کا قول ہے کہ آپ نے ۸۲ھ میں وفات پائی اور بعض نے سن وفات ۹۹ھ بتایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اکمال' طبقات' تہذیب)

۸۷۔ حضرت امام شعبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا اسم گرامی عامر بن شرجیل ہے۔ کوفہ کے باشندے ہیں اور بہت جلیل القدر و عظیم الشان تابعی ہیں۔ پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کی اور بڑے بڑے بلند مرتبہ صحابیوں سے حدیث کی روایت کی اور ہزاروں محدثین آپ کے شاگرد ہوئے۔ جن میں امام اعظم ابوحنیفہ بھی ہیں۔

آپ نے کبھی کوئی حدیث تحریر نہیں فرمائی۔ ہر حدیث کو اپنے حفظ سے زبانی بیان فرماتے تھے۔ ابن شبرمہ نے امام شعبی کو یہ فرماتے سنا کہ بیس سال ہو گئے، کبھی کسی محدث سے میں نے کوئی ایسی حدیث نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ امام زہری کا قول ہے کہ عالم حدیث کہلانے کے مستحق صرف چار ہی شخص ہیں۔ امام شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، سعید بن مسیّب مدینہ میں، مکحول شام میں۔

آپ مکہ مکرمہ کا بہت زیادہ احترام فرماتے تھے۔ اہل مکہ نے تمنا ظاہر کی تھی کہ آپ کچھ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرما کر درس حدیث کی مجلس قائم فرمائیں تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے گرم گرم حمام میں قیام کرنا قبول ہے مگر مکہ مکرمہ میں سکونت کرنی گوارا نہیں ہے کیونکہ اس مقدس زمین میں جہاں جمالِ الٰہی کی تجلیاں اور جلال خداوندی کی بجلیاں چمک رہی ہوں، ایک گناہ کا صادر ہو جانا بھی بہت بڑی تباہی اور سخت ہلاکت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ بدکار عالموں اور جاہل عابدوں سے بچوں کیونکہ یہ دونوں امت کیلئے بہت بڑا فتنہ ہیں۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے محارم سے انتہائی پرہیز رکھے اور عالم وہی ہے جو خوفِ الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو۔

آپ ایک عظیم ترین امام حدیث ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ و مفتی اعظم بھی تھے اور فن شعر و ادب میں بھی کامل دستگاہ اور اعلیٰ مہارت رکھتے تھے اور علمی کمالات کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی اپنے دور کے فرد فرید اور جود و سخا میں بھی نادرِ روزگار تھے۔ روزہ و نماز کی کثرت اور تلاوت قرآن مجید کا ذوق عشق کے درجے کو پہنچا ہوا تھا۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنے تمام رشتہ داروں کا قرض خود ادا فرماتے تھے اور کسی سائل کو اپنے دروازے سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ تواضع و انکساری اس قدر تھی کہ کبھی کسی لونڈی یا غلام کو نہ مارا نہ سخت و سست کہا۔ علماء و فقہاء و شعراء ہر طبقے میں آپ کی سیادت مسلم تھی اور خواص و عوام میں آپ کی بزرگی و کرامت کا چرچا تھا۔ ۱۰۴ھ یا

١٦٠ھ میں وصال پایا۔ (اکمال' طبقات' تہذیب' تذکرۃ الحفاظ)

۸۸- حضرت شعبہ بن الحجاج (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو بسطان اور وطن بصرہ ہے۔ علم حدیث میں آپ کی امامت و جلالت محدثین سلف و خلف کے نزدیک مسلم الثبوت ہے اور علم حدیث میں آپ کا لقب ''امیر المومنین فی الحدیث'' ہے اور آپ کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا شمار انتہائی دشوار ہے۔ آپ کے بارے میں حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث پہچاننے والا نہ ہوتا۔

آپ بہت ہی رحم دل' نیک و صالح اور اعلیٰ درجے کے متقی و پرہیزگار اور اپنے دور کے بے مثال عبادت گزار تھے۔ عام طور پر لوگ ان کو صائم الدہر و قائم اللیل کہا کرتے تھے۔ یعنی دن کے روزہ دار اور رات کے تہجد گزار۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ دن یا رات میں جب بھی شعبہ کے مکان پر گیا تو انہیں نماز ہی میں مشغول پایا۔

کثرت عبادت اور مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے جسم پر ہڈی اور چمڑے کے سوا گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں تھی۔ اسراف و فضول خرچی سے بیحد نالاں تھے۔ اگر کسی شاگرد کو آٹھ درہم کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھ لیتے تو بیحد خفا ہوتے اور فرماتے کہ کیوں نہیں چار ہی درہم کا کپڑا پہنا اور چار درہم خیرات کیا۔ خود کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی سائل دروازے پر آجاتا تو گھر میں تشریف لے جاتے اور گھر کا سارا سامان اٹھا کر سائل کو دے دیتے۔ راستے میں اگر کوئی سائل سوال کر بیٹھتا اور پاس میں کچھ نہ ہوتا تو اپنی سواری کا گدھا سائل کو دیدیتے اور خود پیدل چلنے لگتے۔ اگر کشتی میں سوار ہوتے تو کشتی کے تمام مسافروں کا کرایہ خود ہی ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے آپ کی خدمت میں تیس ہزار درہم نذرانہ بھیجا تو آپ نے یہ ساری رقم اسی مجلس میں اپنے شاگردوں اور فقراء و مساکین میں تقسیم

فرمادی اور خود ایک درہم بھی اپنے پاس نہیں رکھا' حالانکہ اس دن ان کے گھر والے نان شبینہ کے محتاج تھے۔ آپ کا لباس خاکی رنگ کا ہوتا تھا تاکہ جلد میلا نہ ہو جائے۔ ایک کرتا ایک تہبند ایک چادر کے سوا دوسرا لباس نہیں رکھتے تھے اور یہ تینوں کپڑے بھی دس درہم سے کم ہی کے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کی سواری کے گدھے' زین' لگام وغیرہ کی قیمت کا اندازہ لگایا تو سترہ درہم سے زیادہ نہیں ہوئے۔ ستانوے سال کی عمر پاکر ۱۶۶ھ میں وصال فرمایا اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ (طبقات' تہذیب التہذیب)

۸۹- حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مشہور امام فقہ و حدیث' صاحب مذہب حضرت امام شافعی کی کنیت ابوعبداللہ اور نام و نسب محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہے اور لقب امام شافعی ہے جو آپ کے مورث اعلیٰ کی طرف نسبت ہے۔

آپ ۱۵۰ھ میں فلسطین کے قریب شہر غزہ میں تولد ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ آپ خاص اسی دن پیدا ہوئے جس دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

جب آپ شکم مادر میں تھے تو آپ کی والدہ نے یہ خواب دیکھا کہ میرے شکم سے ستارۂ مشتری نکل کر فضا میں بکھر گیا اور اس کے ٹکڑے چاروں طرف پھیل گئے۔ معبر بن نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ تمہارے شکم سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جس کے علم سے اطراف عالم میں اجالا ہو جائے گا۔ دو برس کی عمر تھی کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ شہر غزہ سے مکہ مکرمہ آئے اور آغوش مادر میں نہایت مفلسی کی حالت میں پرورش پائی۔

بچپن ہی میں آپ نے خود یہ خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی اور آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھی' پھر قریب لاکر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ایک ترازو اپنی آستین میں سے نکال کر عطا فرمائی۔ مکہ

مکرمہ کے ایک معبر نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کی سچی پیروی کرنے والے اور علم حدیث و آثار سنت کے امام ہوں گے اور آپ کا علم و عمل حق و باطل کی پہچان کا ایک معیار و میزان ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ جاؤ' خداوند تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ نے سفیان بن عیینہ و مسلم بن خالد زنجی کی خدمت میں فقہ و حدیث کی تعلیم فرمائی۔ پھر تیرہ برس کی عمر میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاگردی کا شرف حاصل فرمایا۔ امام مالک نے آپ کی صورت دیکھتے ہی اپنی باطنی فراست سے معلوم کرلیا کہ یہ ستارہ کسی دن آفتاب بن کر چمکنے والا ہے' چنانچہ امام ممدوح نے بڑی شفقت کے ساتھ یہ نصیحت فرمائی کہ صاحبزادے تم تقویٰ کی زندگی اختیار کرو' عنقریب تمہاری ایک شان ہونے والی ہے۔

پھر جب آپ کے چچا یمن کے قاضی ہوئے تو آپ بھی یمن چلے گئے جہاں آپ کے علم و فضل کی بیحد شہرت ہوئی۔ پھر عراق کا سفر فرمایا اور شیوخ بغداد وغیرہ خصوصاً امام محمد بن الحسن شیبانی نے آپ کی والدہ سے نکاح فرمالیا تھا۔ اس لیے وہ آپ پر بیحد شفیق تھے' چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد کا ہے۔

آپ آخری عمر میں بغداد سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں شب جمعہ بعد مغرب ۲۰۴ھ میں چون برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

آپ کے تلامذہ کی جماعت کثیرہ میں امام احمد بن حنبل و ابوثور ابراہیم بن خالد و ابوابراہیم مزنی و ربیع بن سلیم مرادی وغیرہ اعلیٰ درجے کے سینکڑوں باکمال محدثین ہیں۔

آپ بیحد ذہین' محنتی اور نہایت قوی قوت حافظہ والے تھے اور جمال صورت کے

ساتھ حسن سیرت کا بھی کمال رکھتے تھے۔ اس قدر بارعب تھے کہ آپ کی ہیبت سے کوئی شخص آپ کے سامنے پانی بھی نہیں پی سکتا۔

آپ تقویٰ شعاری و پرہیزگاری' نیز عبادت کثیرہ میں بھی اپنے دور کے بے مثال عابد و زاہد اور صلاحب ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔ ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ ایک تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات میں عبادت کرتے اور ایک تہائی رات میں تصنیفات تحریر فرماتے اور روزانہ بلاناغہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ زندگی بھر میں کبھی کوئی جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں آیا' نہ کبھی قسم کھائی۔ سخت سے سخت سردیوں میں بھی کبھی غسل جمعہ نہیں چھوڑا اور سولہ برس تک لگاتار کبھی شکم بھر کھانا نہیں تناول فرمایا۔ فقہاء و محدثین کے علاوہ اپنے دور کے بہت سے مشائخ صوفیہ کی بھی صحبت اٹھائی۔ اہل بیت کرام سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض کم فہموں نے آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگائی تو آپ نے ان مفتریوں اور کذابوں کو اپنے ایک شعر میں اس طرح جواب دیا کہ

لَوْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضِیْ

(یعنی اگر تم لوگوں کے فاسد گمان میں آل پاک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنے ہی کا نام رافضی ہے تو تمام انس و جن گواہ ہو جائیں کہ اس معنی کے اعتبار سے میں رافضی ہوں کہ میں اہل بیت سے عشق و محبت رکھتا ہوں۔)

آپ بہت ہی متبع سنت تھے اور مرجبہ و قدریہ و روافض و خوارج وغیرہ بددینوں و بدعیبوں سے انتہائی اجتناب و نفرت فرماتے تھے اور صاف صاف اعلان فرماتے تھے کہ اگر کوئی بدعقیدہ و بدمذہب ہوا میں بھی اڑنے لگے' جب بھی وہ میری نظر میں قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

آپ کے نصائح و وصایا آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی کتابوں اور آپ

کے مذہب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آج بھی آپ کے مقلدین کروڑوں کی تعداد میں خاص کر مصر و یمن و انڈونیشیا و ہندوستان کے علاقہ کوکن وغیرہ میں موجود ہیں۔

(اکمال وطبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

۹۰۔حضرت شمس الائمہ سرخسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام ونسب محمد بن احمد بن سہیل اور لقب "شمس الائمہ" ہے۔ سرخس خراسان کا مشہور شہر ہے۔اس کی نسبت ہونے کی وجہ سے سرخسی کہلاتے ہیں۔

یہ فقہ حنفی کے بہت بڑے مبلغ و مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ علم کلام وفن مناظرہ کے بھی زبردست ماہر اور اصول فقہ میں بھی بڑے باکمال عالم تھے۔ ابن کمال باشا نے ان کو مجتہدین میں سے شمار کیا ہے۔

یہ شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی کے شاگرد رشید ہیں اور اپنے زمانے میں علم وفضل اور دینداری و پرہیزگاری کے اعتبار سے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

ان کی ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ انھوں نے بادشاہ وقت خاقان کو نصیحت فرمائی تو اس ظالم بادشاہ نے آپ کو "اوزجند" کے جیل خانے میں ایک کنویں کے اندر قید کردیا مگر اس حالت میں بھی ان کے شاگرد کنویں کے اوپر بیٹھ کر لکھتے تھے اور آپ کنویں کے اندر سے جبکہ آپ کے پاس کوئی کتاب نہ تھی اپنی یادداشت سے املا کراتے تھے اور اس طرح مبسوط کی پندرہ ضخیم جلدیں تیار ہوئیں' چنانچہ مبسوط کی شرح العبادات کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔ هذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی و اوجز العبارات املأ المحبوس عن الجمع و الجماعات. یعنی یہ شرح العبادات کا آخری حصہ ہے جس کے معانی نہایت واضح اور عبارتیں انتہائی مختصر ہیں۔ یہ اس شخص کا املا ہے جو جیل خانے میں قید اور جمعہ ونماز جماعت سے روک دیا گیا ہے۔

اسی طرح شرح الاقرار کے آخر میں یہ عبارت تحریر ہے کہ املاء المحبوس فی

مجلس الاشراد یعنی یہ اس شخص کی لکھائی کتاب ہے جو جیل خانے کے اندر شریر لوگوں کی مجلس میں مقید کیا ہوا ہے۔ اسی طرح اصول فقہ کی ایک کتاب اور سیر کبیر کی شرح بھی آپ نے کنویں کے اندر قید ہوتے ہوئے تحریر کرائی۔ جب باب الشروط تک اس کا املا کرا چکے تو قید خانے سے آپ کی رہائی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ اپنی آخری عمر میں فرغانہ چلے گئے اور وہاں کے امیر حسن نامی نے آپ کا بیحد اعزاز کیا اور بکثرت طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ نے فرغانہ ہی میں اپنی تمام کتابوں کا املا مکمل فرمایا۔

آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۱۰ھ میں دس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ تجارت کی غرض سے بغداد کا سفر کیا۔ اس کے بعد ساری زندگی تعلیم و تعلم اور دینی کتابوں کی تصانیف میں بسر فرمائی اور جمادی الاولیٰ ۴۹۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تبصرۃ الدرایہ)

۹۱۔ حضرت شمس الدین محمد بن محمد جزری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوالخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ ان کے والد بہت بڑے تاجر تھے مگر کوئی اولاد نہیں تھی، چنانچہ حج کو گئے تو زمزم شریف کے کنویں کے پاس زمزم شریف پیتے وقت اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مرتبہ فرزند عطا فرمایا۔

یہ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ میں بمقام دمشق پیدا ہوئے اور مغرب کے بڑے بڑے شہروں کی مرکزی درسگاہوں میں سفر کر کے فقہ و حدیث اور فن قرأت کا علم حاصل کیا اور خوب خوب علم قرأت و حدیث کی تعلیم و اشاعت سے بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچایا اور اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ ملک روم میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ بہت خوبصورت اور فصیح و بلیغ تھے اور بہترین لباس پہنتے تھے۔ بارہا حج کیا اور باوجود یہ کہ آپ کے پاس علم حدیث و قرأت کے طلبہ کا ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا مگر پھر بھی اپنے اوراد

وظائف اور کثرت عبادت کے بہت پابند تھے۔ سفر اور وطن میں ہمیشہ ساری رات شب بیداری کرتے تھے اور نوافل پڑھتے تھے۔ ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتے اور ہر مہینے میں بھی تین روزے برابر رکھتے تھے۔

آپ نے علم حدیث وفن قرأت میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مگر آپ کی دو کتابیں اہل علم میں بہت مشہور ہیں۔ ایک حصن حصین اور دوسری النشر فی القرات العشر، اخیر عمر میں شیراز کی سکونت اختیار کر لی تھی اور شیراز ہی میں جمعہ کے دن ۸۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (بستان المحدثین)

۹۲-حضرت صفوان بن سلیم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوعبداللہ صفوان بن سلیم قرشی زُہری مدینہ منورہ کے نامور فقیہ وجلیل القدر تابعی محدث ہیں۔ انس بن مالک وعبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیض یافتہ عالم ہیں اور آپ کی درسگاہ سے مستفیض ہونے والوں میں سفیان ثوری وسفیان بن عینیہ جیسے سینکڑوں مشہور محدثین ہیں۔

ثقہ، کثیرالحدیث اور نہایت ہی عابد و زاہد تھے اور عام طور پر لوگ ان کو صاحب ولایت و باکرامت بزرگ مانتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ صفوان بن سلیم کی بیان کردہ حدیثیں تو اس قابل ہیں کہ دعائے اِستسقاء کے وقت ان کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے اور صفوان بن سلیم وہ باخدا و صاحبِ کرامت بزرگ ہیں کہ اگر بارش کی دعا مانگتے وقت ان کا نام لے لیا جائے تو آسمان سے بارانِ رحمت کا نزول ہونے لگے۔

عبادت کا عجیب ذوق تھا کہ کڑکڑاتی ہوئی سردیوں میں چھت کے اوپر رات کو نماز پڑھتے اور سخت گرمیوں میں کوٹھری کے اندر بند ہو کر نماز نوافل ادا فرماتے تاکہ سردی و گرمی کی شدت سے نیند نہ آنے پائے۔

سفیان بن عینیہ کا بیان ہے کہ صفوان بن سلیم نے قسم کھالی تھی کہ قبر کے سوا زمین پر پیٹھ لگا کر کبھی نہیں سوؤں گا' چنانچہ تیس برس سے زیادہ مدت تک آپ نے بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔

کثرت نماز اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کی پیشانی میں زخم پڑ گیا تھا۔ انس بن عیاض کہتے ہیں کہ صفوان بن سلیم اس قدر زیادہ عبادت کرتے تھے کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل ہی قیامت آنے والی ہے تو وہ جتنی عبادت کرتے تھے' اس سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔

ابن حبان نے ان کو ثقاتِ محدثین کی فہرست میں لکھ کر ان کے بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ مدینے میں بہت ہی اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد تھے۔

بہت ہی قناعت پسند و متوکل تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کے نذرانوں سے انتہائی نفرت فرماتے تھے۔ ۱۲۳ھ میں بہتر سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب و طبقات شعرانی)

۹۳- حضرت صالح مری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو بشر اور نام صالح بن بشیر ہے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مری اس لئے کہلاتے ہیں کہ بنی بشر مرہ قبیلے کی ایک عورت نے آپ کو غلامی سے آزاد کیا تھا۔ آپ علم حدیث میں حسن بصری و ابن سیرین و قتادہ وغیرہ نامور محدثین کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ کی بہت بڑی جماعت ہے جن میں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین ہیں۔

آپ اپنے دور کے عابدوں اور زاہدوں میں بہت ممتاز عابد و زاہد تھے آپ کی آواز بھی بڑی سریلی اور دلکش تھی۔ قرآن مجید اتنی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ بہت سے سامعین تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی سحر بیان واعظ بھی تھے۔ عفان بن مسلم کا بیان ہے کہ درمیانِ وعظ میں خود ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ خوف

الٰہی سے لرزتے اور کانپتے جاتے تھے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر زاروقطار روتے تھے جس طرح کسی عورت کا اکلوتا بیٹا مرگیا ہو اور وہ اس کے غم میں زار زار رو رہی ہو۔ کبھی کبھی تو شدت گریہ اور بدن کے لرزنے سے آپ کے اعضاء کے جوڑ اُٹھ جاتے تھے اور سامعین آپ کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ بعض تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہو جاتے اور بعضوں کی روح پرواز کر جاتی تھی۔ خوفِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے تو دو دو تین تین دن تک مبہوت و خاموش رہتے اور کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں کی گفتگو سن لیتے تھے اور خود بھی مردوں سے گفتگو اور سوال و جواب کرتے تھے۔

خلیفہ نے آپ کا سن وفات ۱۷۲ھ لکھا ہے اور امام بخاری کا قول ہے کہ آپ نے ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ (نووی-تہذیب التہذیب وطبقات)

۹۴-حضرت صابونی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عابد بن عامر صابونی بہت بڑے واعظ و باکمال مفسر تھے۔ ۳۷۳ھ میں بمقام نیشاپور پیدا ہوئے۔ مدتوں ہرات وخراسان وسرخس وشام وحجاز وغیرہ کا دورہ کر کے مشہور محدثین وقت سے علم حدیث پڑھا اور مشہور محدث بیہقی ان کے خاص شاگردوں میں ہیں۔

یہ بیس برس تک نیشاپور کی جامع مسجد کے امام وخطیب رہے اور ستر برس تک برابر وعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔ اہل بدعت کے مقابلے میں شمشیر برہنہ اور مذہبِ اہل سنت و جماعت کی حمایت و احیاءِ سنت کے لئے دن رات سرگرم رہتے۔ شہر سلماس میں ایک مدت تک وعظ فرما کر جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ میں تم لوگوں کو صرف ایک ہی آیت کی تفسیر اتنے دنوں تک سناتا رہا۔ اگر ایک سال اور بھی رہتا تو بھی اسی آیت کے متعلق وعظ بیان کرتا رہتا۔

یہ عبادت و اطاعت میں بھی اپنے زمانے کے ضرب المثل تھے اور بلا شبہ علمائے ربانیین میں سے تھے۔ خود ان کی وفات کا سبب ان کی بزرگی پر کھلی دلیل ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن درمیان وعظ میں کسی نے ان کے ہاتھ میں ایک کتاب دی جس میں خوف الٰہی کے مضامین تھے۔ آپ نے اس کتاب کی چند سطریں مطالعہ فرمائیں پھر قاری کو حکم دیا کہ یہ آیت پڑھو۔

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ

پھر اسی قسم کی دوسری وعید کی آیتیں قاری سے پڑھواتے رہے اور حاضرین کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے اور خود ان پر ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ خوف خداوندی سے کانپنے اور لرزنے لگے اور شکم میں ایسا درد اٹھا کہ بے چین ہو گئے اور کچھ لوگ آپ کو اٹھا کر مکان پر لے گئے۔ ہر چند طبیبوں نے علاج کیا لیکن درد میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ بالآخر اسی حالت میں بروز جمعہ ۴ محرم ۴۴۹ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔

ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ امام الحرمین (ابو المعانی جوینی) فلاسفہ و معتزلہ و اہل سنت کی کتابوں کو پڑھ کر اور ہر طرف کے دلائل کو قوی پا کر حیران تھے کہ آخر کس کے مذہب کو حق تسلیم کیا جائے۔ امام الحرمین[۱] کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی اور قریب تھا کہ صراط مستقیم سے ان کے قدم ڈگمگا جاتے کہ ناگہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں فرمایا کہ **علیک باعتقاد الصابونی** "یعنی صابونی کے عقائد پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ چنانچہ آپ نے صابونی کی کتابوں کو پڑھا تو عقائد اہل سنت و جماعت کے نور نے فلاسفہ و معتزلہ کی ظلمتوں کو کافور کر دیا اور آپ عقائد حقہ پر مستقیم و ثابت قدم رہ

---

[۱] مسلمانو! امام الحرمین جیسا عالم بددینوں کی کتابوں کا مطالعہ کر کے شکوک کے دلدل میں پھنس گیا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کرم فرمایا جس سے بد مذہبوں اور ملحدوں کے پھندوں سے وہ بچ گئے تو جو لوگ عالم نہیں وہ اگر بددینوں بدمذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو ان کی خرابی کا کیا حال ہو گا لہٰذا اگر تمہیں اپنا عقیدہ دین ایمان بچانا ہے تو موجودہ زمانے کے بد دینوں مثلاً وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں ملحد صوفیوں کی کتابوں کو دیکھنے ان کی صحبت میں رہنے سے اسی طرح دور بھاگو جس طرح ایک انسان اپنا مال بچانے کے لئے چور ڈاکو سے بھاگتا ہے۔ ۱۲ منہ

گئے۔

آپ کی تصنیفات میں کتاب الماء تین بہت مشہور ہے جس میں دو سو حدیثیں، دو سو حکایات اور دو سو قطعات ایسے اشعار کے ہیں جو حدیثوں کے مضامین سے مناسبت رکھتے ہیں۔ (بستانُ المحدثین)

۹۵-حضرت ضرار بن مرہ کوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو سنان اور شیبانی اکبر لقب ہے۔ سعید بن جبیر اور ابو صالح وغیرہ محدثین کے شاگرد اور شعبہ وسفیان ثوری وسفیان بن عیینہ وغیرہ کے استاد ہیں۔
یہ اگرچہ بہت قلیل احادیث روایت فرماتے تھے مگر بہت ہی ثقہ و صالح اور انتہائی متقی و عبادت گزار تھے۔ اپنی وفات سے پندرہ سال قبل ہی اپنی قبر تیار کر لی تھی اور روزانہ اس قبر میں بیٹھ کر ایک ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۹۶- حضرت ضحاک بن مخلد بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عاصم اور لقب نبیل ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن امام ابن جریج کی درس گاہ میں احادیث کی سماعت و کتابت کر رہے تھے کہ اتنے میں سڑک پر ایک ہاتھی گزرا۔ تمام طلبہ درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے مگر یہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ امام ابن جریج نے پوچھا کہ ضحاک! تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے؟ آپ نے عرض کیا کہ حضور! ہاتھی آپ سے بڑھ کر نہیں۔ ہاتھی تو پھر کبھی دیکھ لیں گے مگر حضور کا حلقہ درس پھر کہاں ملے گا؟ یہ جواب سن کر امام ابن جریج نے فرمایا کہ انت النبیل یعنی تم نبیل (بہت شاندار) ہو۔

ضحاک بن مخلد امام ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور امام مالک و امام اوزاعی وغیرہ سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے اور ان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔
یہ بہت ہی بذلہ سنج و پر مذاق بھی تھے لیکن انتہائی متقی و عبادت گزار بھی۔ امام

بخاری نے فرمایا کہ عمر بھر میں کبھی انہوں نے کسی کی غیبت نہیں کی اور خلیلی کا قول ہے کہ ان کے علم وفضل اور زہد و عبادت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ومناقب صمیری)

۹۷- حضرت طاؤس بن کیسان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن اور نام طاؤس بن کیسان ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا نام ذکوان اور طاؤس لقب ہے۔ آپ فارسی النسل یمنی تابعی ہیں اور حدیث میں عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ و بی بی عائشہ وغیرہ صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور تقریباً پچاس صحابہء کرام کے دیدار سے مشرف ہوئے ہیں۔ امام زہری وسلیمان تیمی و عاصم احول وغیرہ آپ کی مجلس درس کے تربیت یافتہ محدثین ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ طاؤس اہل جنت میں سے ہیں ابو زرعہ وابن حبان وغیرہ کا قول ہے کہ طاؤس یمن کے عباد و ساداتِ تابعین میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی دعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ مقبول ہوتی تھیں۔ عمرو بن دینار علانیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے طاؤس بن کیسان جیسا صاحبِ علم وعمل بزرگ نہیں دیکھا بلا شبہ وہ علم وعمل کے اعتبار سے اپنے زمانے کے سید الناس تھے۔ آپ پر خوف خداوندی کا بڑا غلبہ تھا اور بہت ہی خدا ترس و رقیق القلب تھے۔ جب کبھی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ لیتے تو جہنم کو یاد کر کے حواس باختہ ہو جاتے ایک مرتبہ کسی ہوٹل والے نے ان کے سامنے تنور میں سے بکری کا سر بھون کر نکالا تو آپ اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

آپ گورنروں اور امیروں کے سامنے کلمہء حق کہہ دینے میں بڑے جری اور نہایت بے باک تھے تبلیغ حق وصداقت آپ کا شیوہ تھا آپ کبھی اللہ (تعالیٰ) کے بارے میں۔ کسی بادشاہ یا گورنر سے مرعوب ہوئے اور نہ کبھی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ کیا

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے چالیس حج کئے اور چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ ۱۰۵ھ یا ۱۰۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔

(طبقات شعرانی اور تہذیب التہذیب)

۹۸۔ حضرت طلحہ بن مصرف بن عمرو (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ کوفہ کے بلند مرتبہ و باکرامت تابعی محدث ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو محمد ہے۔ حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سن کر حدیثیں یاد فرمائی تھیں اور امام اعمش وغیرہ محدثین کو آپ نے حدیث کا سبق پڑھایا۔

ابن معین و ابو حاتم و عجلی وغیرہ نے ان کے علم و عمل، تقویٰ و دیانت کی مدح فرمائی اور ان کو سچا و معتمد لکھا اور عبداللہ بن ادریس ناقل ہیں کہ ان کا لقب سید القراء ہے اور یہ کوفے کے تمام عالموں اور قاریوں میں سب سے زیادہ نیک اور متقی و پرہیز گار تھے یہاں تک کہ عبدالملک بن ابجر محدث کا قول ہے کہ میں نے طلحہ بن مصرف کا مثل نہیں دیکھا اور میں نے جس مجمع میں انہیں دیکھا ہر حیثیت سے ان ہی کو ساری قوم سے افضل و اعلیٰ پایا۔

۱۱۲ھ یا ۱۱۳ ھ میں ان کا انتقال ہوا اور کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔

(تہذیب التہذیب)

۹۹۔ حضرت طحاوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو جعفر اور نام و نسب احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک ازدی ہے۔ طحا، مصر میں ایک گاؤں کا نام ہے اس کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے طحاوی کہلاتے ہیں۔ یہ مصر میں فقہائے حنفیہ کے امام شمار کئے جاتے تھے اور فقہ و حدیث میں ان کی

مہارت بلکہ امامت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

یہ ابو ابراہیم مزنی (شاگرد امام شافعی) کے بھانجے ہیں۔ یہ پہلے اپنے ماموں ابو ابراہیم مزنی کے پاس پڑھتے تھے اور شافعی مذہب کے مقلد تھے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن امام مزنی ان پر خفا ہو گئے اور غصہ میں کہہ دیا کہ خدا کی قسم تجھ کو کچھ بھی علم حاصل نہیں ہو گا۔ ماموں کے اس جملہ کو سن کر طحاوی کو بھی غصہ آ گیا اور درس گاہ سے اٹھ کر چلے گئے اور ابو جعفر حنفی کے مدرسہ میں جا کر فقہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے پھر شام کا سفر کیا اور ابو حازم عبدالحمید قاضی القضاۃ کی مجلس درس میں فقہ و حدیث کا علم حاصل کیا پھر مصر چلے گئے اور وہاں کے محدثین سے علمی استفادہ کرنے لگے اور مذہب حنفی کے مقلد بن گئے اور مصر میں خود فقہ و حدیث کی ایک اپنی درس گاہ قائم کر کے درس دینے لگے آپ کی عادت پڑ گئی تھی کہ جب آپ طلبہ کے سوالوں کا شافی جواب عطا فرماتے اور طلبہ آپ کے علم و فضل کی داد دینے لگتے تو آپ یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میرے ماموں امام مزنی پر رحم فرمائے اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔ آپ درس فقہ و حدیث کی مصروفیات کے باوجود بڑی بڑی ضخیم و مفید کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں احکام القرآن و اختلاف العلماء و شرح معانی الآثار و شرح مشکل الآثار و کتاب الشروط و شرح جامع صغیر و شرح جامع کبیر و کتاب مناقب ابی حنیفہ و تاریخ کبیر وغیرہ مشہور ہیں۔ ابن خلکان' ابو سعد سمعانی سے ناقل ہیں کہ امام ابو جعفر طحاوی ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور یکم ذیقعدہ پنجشنبہ کی رات ۳۲۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور قرافہء مصر میں آپ مدفون ہوئے۔ (تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

۱۰۰۔حضرت علقمہ بن قیس (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوشبیل اور نام و نسب علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ نخعی ہے۔ آپ کا وطن کوفہ ہے اور آپ بہت ہی جلالت و عظمت والے بلند مرتبہ تابعی ہیں اور علم

حدیث میں حضرات خلفائے راشدین و عبداللہ بن مسعود وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی کا شرف رکھتے ہیں اور آپ کی درس گاہ حدیث میں سبق پڑھ کر درجہ امامت حاصل کرنے والوں میں محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و ابو وائل وغیرہ ہیں۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ علقمہ علم و عمل میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمال مشابہت رکھتے تھے اور ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ علقمہ یقیناً با کرامت علمائے ربانیین میں سے تھے۔

آپ کا زہد و تقویٰ بہت مشہور ہے اور عبادتِ کثیرہ میں آپ اپنے زمانے کے بے مثال عابد و عارف باللہ تھے۔

آپ بڑے خوش الحان بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ سے قرآنِ مجید کی تلاوت سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے علقمہ! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے۔

آپ کے مزاج میں تواضع و انکسار بھی حد سے زیادہ تھا۔ شہرت سے بہت دور بھاگتے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ درس قرآن مجید کا جلسہ عام کیوں نہیں قائم فرماتے تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جلسہ عام میں عوام میری طرف انگلی سے اشارہ کر کے کہیں کہ دیکھو یہ علقمہ ہیں۔

اُمراء اور گورنروں کے دل میں آپ کی بڑی عظمت تھی اور وہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے ترستے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ان امراء کے پاس جا کر لوگوں کے حق میں سفارش کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں امراء کے پاس سے جتنی دنیا حاصل کروں گا اتنا ہی یہ لوگ میرا دین برباد کر دیں گے۔

آپ کی عادت تھی کہ آپ انتہائی مفلس و فقیر لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح فرماتے تھے مگر کسی عورت سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی یہ بھی آپ کے ابدال ہونے کی خاص نشانی ہے کیونکہ اولیائے ابدال کے اولاد نہیں ہوا کرتی۔

انتقال کے بعد آپ کے ترکہ میں ایک چادر ایک تہبند اور ایک قرآن شریف کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ۶۲ھ یا ۷۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(عینی و طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

امام نووی نے ان کے بارے میں تحریر فرمایا کہ كَانَ مِنَ الرَّبَّانِيِّيْنَ یعنی یہ علمائے ربانی میں سے تھے اور ان کی جلالت شان۔ بلندی مراتب' اور علمی و عملی خوبیوں پر مورخین کا اجماع ہے۔ ان کے بارے میں ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ كَانَ عَلْقَمَةُ يُشْبَهُ بَابْنِ مَسْعُوْدٍ یعنی علقمہ ابن مسعود سے مشابہ تھے۔ (تہذیب الاسماء نووی)

ان کی خوش نصیبی تو دیکھئے کہ ان کے دو بھتیجے اسود اور عبدالرحمٰن بلند پایہ تابعی محدث' اور ایک نواسہ ابراہیم نخعی تابعی فقیہ و محدث۔ اللہ اکبر! ایک ایک گھر میں چار چار تابعی اور عالی قدر محدث و فقیہ! سبحان اللہ سبحان اللہ!

۱۰۱۔ حضرت عمرو بن میمون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے ہی میں اسلام لائے تھے مگر دیدار نبوی کے شرف سے محروم رہے۔ کوفہ کے کبار تابعین میں ان کا شمار ہے اور علم حدیث میں ان کو حضرت امیر المومنین عمر و عبداللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و سعد بن ابی وقاص و ابوہریرہ اور بی بی عائشہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی کا قابل فخر شرف حاصل ہے اور ان سے شرف تلمذ پانے والے محدثین میں سعید بن جبیر و ابو اسحاق سبیعی و عامر شعبی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ابو اسحاق سبیعی کا قول ہے کہ عمرو بن میمون پر صحابہ کرام کا بے حد کرم تھا اور ان کے علم و عمل کے کمال پر حضرات صحابہ کو بے حد مسرت و شادمانی تھی اور یہ اس قدر عارف باللہ و باکرامت بزرگ تھے کہ جب یہ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو حاضرین مسجد کو ان کی صورت دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ عبادت کی کثرت میں مشہور تھے پچاس حج اور پچاس عمرہ ادا کیا تھا اور دوسری عبادتوں کا تو شمار ہی نہیں ہو سکا۔

۴۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۰۲-حضرت امام علی بن حسین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو الحسن اور نام و نسب علی بن حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب ہے اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا لقب ''زین العابدین'' ہے۔ آپ خانہء اہل بیت کے روشن چراغ' بلکہ اپنے دور کے سید السادات اور زمانہ تابعین کے جلیل القدر امام' اور وارثِ علم بابِ نبوت کثیر العبادت و صاحب کرامت' سردار اولیاء سرتاج اصفیاء ہیں۔

علم حدیث میں اپنے والد ماجد حضرت امام حسین و دیگر صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وارثِ علوم ہیں اور ان کے فیضانِ تعلیم و تربیت سے مستفیض ہونے والوں میں آپ کے صاحبزادے امام محمد باقر و امام زہری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محدث ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ کا قول ہے کہ اصح الاسانید الزهری' عن علی بن الحسین عن ابیہ یعنی حدیث کی سندوں میں سب سے زیادہ صحیح سند وہی ہے جس میں امام زین العابدین اپنے والد امام حسین سے اور وہ اپنے والد حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو امام زین العابدین سے افضل و اعلیٰ نہیں دیکھا۔ سعید بن میتب کہتے ہیں کہ میری نظر میں ان سے بڑھ کر کوئی صاحب تقویٰ نہیں ہے۔

آپ کربلاء میں بحالتِ بیماری اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کے بعد خواتین اہل بیت کو ہمراہ لے کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔

• آپ بہت ہی حلیم اور صابر و شاکر تھے۔ یزید پلید کے دور حکومت میں آپ کو کربلا سے دمشق تک ہتھکڑی اور بیڑی پہنا کر لایا گیا پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت

کے زمانے میں آپ کو لوہے کی ہتھکڑی اور گلے میں بھاری طوق پہنا کر مدینہ منورہ سے شام تک چلنے پر مجبور کیا اور دمشق میں آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے ان تمام مشقتوں کو برداشت فرما لیا اور اُف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ہر دم ہر قدم پر صبر و شکر الٰہی کے سوا ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لائے۔ آپ کے عقیدت شعار و وفادار شاگرد امام زہری کو آپ کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی تو تڑپ گئے اور دمشق میں عبد الملک بن مروان کے دربار میں پہنچ کر آپ کو رہا کرایا اور پھر پورے اعزاز کے ساتھ آپ کو مدینہ منورہ لائے!

شہد سے میٹھے بول

آپ کے حلم کا یہ حال تھا کہ آپ ایک دن مسجد نبوی سے باہر نکلے تو بلاوجہ ایک شخص آپ کو گالیاں دینے لگا اور آپ کی شان میں انتہائی بیہودہ اور دل خراش الفاظ بکنے لگا۔ آپ کے خدام و محبین جوش انتقام میں اس کو مارنے کے لئے دوڑے تو آپ نے نہایت سختی کے ساتھ سب کو منع فرما دیا اور اس شخص سے نہایت نرم لہجے میں فرمایا کہ تم نے جتنی برائیاں ہماری بیان کی ہیں ان سے کہیں زیادہ برائیاں ہمارے اندر ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ بہر حال اگر تمہاری ہم سے کوئی حاجت ہو تو اس کو بیان کرو۔ ہم اِنْ شآءَ اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت کو پوری کریں گے۔ وہ شخص آپ کے برف سے زیادہ ٹھنڈے اور شہد سے زیادہ میٹھے بول سن کر بالکل ہی ٹھنڈا پڑ گیا اور بے حد شرمندہ ہو کر معذرت کرنے اور معافی مانگنے لگا آپ کو اس کی ندامت پر رحم آ گیا تو اپنی چادر مبارک اور ایک ہزار درہم اس کو عنایت فرما دیا۔ وہ آپ کی اس کریمانہ نوازش پر حیران رہ گیا اور زور زور سے کہنے لگا کہ اَشْهَدُ اَنَّکَ مِنْ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ یعنی میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ بلا شبہ یقیناً آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خیرات کیا اور آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ بہت سے غرباء اہل مدینہ کے گھروں میں ایسے پوشیدہ طریقوں سے رقم بھیجا کرتے تھے کہ ان غرباء کو خبر ہی نہیں ہوتی تھی کہ یہ کہاں سے آتا

ہے؟ مگر جب آپ کا وصال ہو گیا تو ان غریبوں کو پتہ چلا کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت تھی۔

آپ بہت ہی شائستہ و با ادب تھے اپنے بڑوں خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو بے حد احترام فرماتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مدح و ثنا تو برسر منبر فرماتے اور تمام صحابہ کے لئے دعائے رحمت فرماتے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں پوچھا کہ ان دونوں کا مرتبہ بارگاہ رسالت میں کیا تھا؟ تو آپ نے دونوں قبروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس وقت ان دونوں کو جو قرب حاصل ہے یہی قرب ان دونوں کو حیات میں بھی تھا۔

آپ بڑے خدا ترس بھی تھے اور آپ کا سینہ گویا خوف و خشیت الٰہی کا سفینہ تھا۔ حج کا احرام باندھا تو لبیک نہیں پڑھا۔ لوگوں نے کہا کہ حضور لبیک کیوں نہیں پڑھتے؟ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں لبیک کہوں اور خدا کی طرف سے ''لا لبیک'' کی آواز نہ آجائے یعنی میں تو یہ کہوں کہ اے خداوند! میں بار بار تیرے دربار میں حاضر ہوں اور ادھر سے کہیں یہ آواز نہ آجائے کہ نہیں نہیں! تیری حاضری قبول نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! بغیر لبیک پڑھے ہوئے آپ کا احرام کیسے ہو گا؟ تو آپ نے بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک آخر تک پڑھا۔ مگر ایک دم خوف الٰہی سے لرز کر اونٹ کی پشت سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آتے ''لبیک'' پڑھتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے۔ اسی حالت میں آپ نے حج ادا فرمایا۔

آپ کی کثرت عبادت خود ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ سفر اور وطن میں کبھی بھی آپ کی نمازِ تہجد قضا نہیں ہوئی اور آپ روزانہ بلا ناغہ ایک ہزار رکعت نفل نماز عمر بھر پڑھتے رہے۔ اٹھاون برس کی عمر پا کر ۹۴ھ میں وصال فرمایا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (اکمال و طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

۱۰۳- حضرت عمرو بن عتبہ بن فرقد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ کوفہ کے بہت ممتاز محدث و مجاہدین اور طبقہء تابعین میں ایک بڑی خاص امتیازی شان رکھتے ہیں۔ یہ علم حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بڑے خاص شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں عامر شعبی وغیرہ محدثین ہیں۔

یہ زہد و عبادت میں مشہور زمانہ اور بہت ہی کثیر الکرامات تھے۔ علی بن صالح کا بیان ہے کہ یہ دھوپ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اونٹ چراتے تھے۔ تو بدلی کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ کرتا تھا اور جنگل میں یہ اکیلے نماز پڑھتے تھے تو جنگلی درندے ان کے پاس بیٹھ کر دُم ہلاتے رہتے تھے اور ان کی حفاظت کرتے تھے!

امام اعمش کہتے ہیں کہ عمرو بن عتبہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرادوں کی دعا مانگی ہے۔ جن میں سے دو مرادیں تو خداوندِ عالم نے پوری فرما دی ہیں۔ لیکن ایک مراد کا مشتاق اور بے چینی کے ساتھ منتظر ہوں میں نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ میں زاہد ہو جاؤں تو میری یہ مراد پوری ہو گئی کیونکہ میرے قلب کا یہ حال ہے کہ نہ کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے نہ کسی چیز کے برباد ہونے کا غم ہوتا ہے۔ میری دوسری دعا یہ تھی کہ مجھے بہت زیادہ نماز پڑھنے کی طاقت و توفیق حاصل ہو جائے تو میری یہ دعا بھی مقبول ہو گئی کہ الحمد للہ! میں دن رات میں بہت زیادہ نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ میری تیسری دعا یہ تھی کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے ابھی تک میری یہ مراد پوری نہیں ہوئی لیکن خداوند قدوس سے امیدوار ہوں کہ وہ میری تیسری مراد بھی ضرور پوری فرما دے گا!

عبدالرحمن بن یزید سے منقول ہے کہ ہم لوگ ایک لشکر کے ساتھ جہاد میں گئے تو ہمارے ساتھ علقمہ بن قیس اور عمرو بن عتبہ یہ دونوں محدثین بھی شریک جہاد ہوئے۔ ایک دن عجیب اتفاق ہوا۔ کہ عمرو بن عتبہ نہایت سفید لباس پہن کر اسلامی لشکر میں کھڑے تھے کہنے لگے کہ میرے ان سفید کپڑوں پر اگر خدا کی راہ میں میرا خون بہے تو یہ کتنا حسین

منظر ہوگا ابھی ان کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ لشکر کفار میں سے کسی کافر نے گوپھن سے ایک پتھر پھینکا جو عمرو بن عتبہ کے سر میں لگا اور آپ کے سفید کپڑے خون سے رنگین ہو گئے اور تھوڑی دیر میں آپ شہید ہو گئے!

ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ عمرو بن عتبہ شہید کی نماز جنازہ میرے استاد علقمہ بن قیس نے پڑھائی تھی یہ واقعہ جہاد تستر میں پیش آیا جو حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۰۴-حضرت عروہ بن زبیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

عروہ بن زبیر بن العوام قریشی کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۲۲ھ میں تولد ہوئے بہت ہی صاحبِ علم وفضل اور نہایت ہی بلند مرتبہ تابعی ہیں اپنے والد ماجد حضرت زبیر بن العوام اور اپنی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق اور اپنی خالہ بی بی عائشہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سن کر احادیث کی روایت فرماتے ہیں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں خود آپ کے فرزند ہشام بن عروہ و امام زہری بہت ہی نامور گزرے ہیں مدینہ منورہ کے ان سات فقہا کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی ہے جن کی علمی جلالت پر تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے۔ ابو الزیاد کا قول ہے کہ میں مدینہ منورہ کے ان ساتوں فقہا سے ملاقات کر چکا ہوں۔ جو علم وفضل کی اعلیٰ منزل پر پہنچے ہوئے ہیں اور عروہ بن زبیر علم کا ایک ایسا سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوسکتا۔ علمی فضیلت کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ کی دولت سے بھی مالا مال تھے اور صبر' سخاوت اور عبادت و ریاضت میں بھی اپنے ہمعصروں میں بڑی خاص خصوصیت رکھتے تھے۔ کثرت نماز وتلاوت کے علاوہ مہینوں لگاتار روزہ رکھتے تھے آپ کے پاؤں میں آکلہ کا پھوڑا ہو گیا تھا۔ پاؤں کاٹنا پڑا آپ نے روزے کی حالت میں بیٹھے ہوئے آپریشن کرالیا اور کسی نے آپ کے جسم پر ہاتھ بھی نہیں لگایا' پاؤں کٹ جانے کے بعد آپ کی زبان سے صرف یہ جملہ نکلا کہ الحمد للہ! خداوند کریم کا شکر ہے کہ میرا ایک پاؤں تو ابھی سلامت ہے مدینہ منورہ میں بحالت روزہ ۹۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (طبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

۱۰۵-حضرت علاء بن زیاد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

علاء بن زیاد بن مطر عدوی بصرہ کے ان تابعی محدثین میں سے ہیں جو بصرہ چھوڑ کر شام میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے والد اور حضرت ابوہریرہ و ابو ذر غفاری وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے اور کبار تابعین میں خواجہ حسن بصری وغیرہ سے بھی علمی استفادہ فرمایا ہے اور آپ کے شاگردوں میں سے قتادہ محدث بہت مشہور ہیں!

آپ بہت ہی خلوت پسند و گوشہ نشین بزرگ تھے۔ نماز جماعت یا کسی کار خیر کے سوا کبھی کسی مجمع میں آنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ پر خوف الٰہی بہت زیادہ غالب تھا۔ دن رات قیامت کو یاد کر کے رویا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں میں سرخی اور آشوبِ چشم کی مستقل بیماری ہو گئی تھی۔ آپ کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ ہفتوں بغیر کچھ کھائے پیئے دن رات رویا کرتے تھے۔

مزاج میں تواضع اور انکساری بھی حد سے زیادہ تھی۔ کسی نے خواب دیکھا کہ آپ جنت میں ہیں اس نے خوشی خوشی آ کر آپ سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے خفا ہو کر اس کو ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ تیرا ستیاناس ہو! کیا شیطان کو میرے اور تیرے سوا دوسرا کوئی مذاق کرنے کے لئے نہیں ملا تھا؟'

آپ اپنی درس گاہ میں اپنے شاگردوں کو اکثر یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ صراطِ مستقیم پر قائم رہو۔ کیونکہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ بہت کم لوگ ایسے ملیں گے کہ جن کے دین کا دسواں حصہ برباد ہو گیا ہو۔ مگر آئندہ ایسا خراب زمانہ آنے والا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے دین کا دسواں حصہ بھی سلامت رہ جائے گا۔ ۹۴ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

(طبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

۱۰۶-حضرت عبدالرحمٰن بن نعم بجلی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

کوفہ کے عباد و زہاد تابعین میں آپ کا شمار ہے حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید خدری وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بلند پایہ شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں بھی سینکڑوں محدثین ہوئے! یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے متقی اور نہایت بزرگ صاحب کرامت عبادت گزار تھے۔ بکیر بن عامر کا قول ہے کہ اگر عبدالرحمٰن بن نعم سے کہہ دیا جائے کہ ملک الموت اس وقت تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آ چکے ہیں۔ تو اس وقت بھی وہ اس سے زیادہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ جتنی وہ روزانہ عبادت کرتے تھے کوفہ سے ہر سال حج کے لئے جاتے تھے۔

ان کی ایک عجیب کرامت منقول ہے اور وہ یہ کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو گرفتار کر کے ایک اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا اور پندرہ دن تک دروازے کو مقفل رکھا۔ پھر حجاج نے حکم دیا کہ تالا کھول کر ان کی لاش کو دفن کر دو غالباً لاش سڑ چکی ہو گی۔ مگر جب تالا کھولا گیا تو یہ نظر آیا کہ آپ نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اطمینان سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حجاج آپ کی کرامت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور پھر اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے آپ کو رہا کر دیا اور کہہ دیا کہ آپ آزاد ہیں جہاں چاہیں چلے جائیں۔ (تہذیب التہذیب)

۱۰۷-حضرت عبدالرحمٰن بن عسیلہ مرادی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ ابو عبداللہ صنابحی کے لقب سے مشہور ہیں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار و بیعت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے مگر ان کی آمد سے پانچ یا چھ دن قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ اس لئے یہ صحابیت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ مگر بڑے مرتبہ والے تابعین میں انکا شمار ہے اور یہ علم حدیث میں حضرات خلفائے

راشدین و بی بی عائشہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل کئے ہوئے ہیں۔ یہ فتح مصر کے جہاد میں بھی شامل ہوئے تھے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان ان کا بے حد معتقد تھا اس قدر تعظیم کرتا تھا کہ تخت شاہی پر اپنے برابر ان کو بٹھاتا تھا۔ یہ بہت ہی فضائل و مناقب والے بزرگ ہیں۔ ان کے اعمال صالحہ و کثرت عبادت پر صحابہء کبار بھی تحسین و آفرین فرماتے تھے۔ چنانچہ ابن محیریز ناقل ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو بالکل اچانک ابوعبداللہ صنابحی بھی اس مجلس میں آ گئے۔ انہیں دیکھ کر عبادہ بن صامت صحابی نے فرمایا کہ اگر کسی کو ایسے آدمی کے دیکھنے کا شوق ہو جس کو آسمانوں پر چڑھا کر اہل جنت و دوزخ دکھا دیئے گئے ہوں اور پھر وہ زمین پر آ کر عبادت کرتا ہو تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ ابوعبداللہ صنابحی کو دیکھ لے۔ کیونکہ ان کی عبادت کا ذوق شوق ایسا ہی ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت و جہنم کو دیکھ لیا ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں ان کا تذکرہ ۷۰ھ اور ۸۰ھ کے درمیان وفات پانے والے محدثین کی فہرست میں کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۰۸-حضرت عبداللہ بن غالب حدانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بصرہ کے بہت مشہور عابد و زاہد تابعی محدث ہیں۔ اور علم حدیث میں حضرت ابو سعید خدری وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور قتادہ وغیرہ نامور محدثوں کے استاد ہیں!

یہ روزانہ ایک سو رکعات نماز چاشت پڑھتے تھے۔ مگر اتنے اطمینان کے ساتھ اور اتنی طویل نماز پڑھتے تھے کہ سعید بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ یہ سجدے میں گئے اور ایک شخص بصرہ کے پل پر سے گزر کر جانوروں کا چارہ خریدنے کے لئے گیا وہ شخص بازار سے چارہ خرید کر آ گیا مگر اس وقت تک انہوں نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا تھا۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ یہ ۸ ذوالحجہ ۸۳ھ کو شہید کر دیئے گئے دفن کے بعد ان کی قبر شریف کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ چنانچہ عام طور پر لوگ ان کی قبر کی مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بار بار قبر پر مٹی ڈالی جاتی تھی اور خوشبو کی وجہ سے لوگ اٹھا لے جاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۰۹-حضرت عبداللہ بن محیریز جمحی قرشی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بہترین عابد و صالح محدث تھے اور تابعین میں علم و عمل کا ایک پہاڑ سمجھے جاتے تھے۔ رجاء بن حیوہ کہا کرتے تھے کہ اگر اہل مدینہ کو اپنے عابد عبداللہ بن عمر پر فخر ہے تو ہم لوگوں کو اپنے عابد عبداللہ بن محیریز پر ناز ہے!

انہوں نے حضرت ابومحذورہ و عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث کی سماعت و روایت کی اور مکحول و امام زہری وغیرہ باکمال حدیث کے اماموں نے ان کی خدمت میں تحصیل علم کی۔ ۱۰۰ھ سے قبل آپ کا وصال ہوا۔

(طبقات شعرانی وغیرہ)

۱۱۰-حضرت عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوحفص اور نام و نسب عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم ہے۔ آپ کی والدہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اُمِ عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں۔

حدیث میں آپ ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور دوسرے بلند مرتبہ تابعی محدثین کے شاگرد ہیں اور آپ سے علم حدیث کی تحصیل کرنے والوں میں امام زہری و ابوبکر بن حزم بہت بلند مرتبہ و نامور ہیں۔

بنو امیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کے بعد آپ والیٔ خلافت و امیر المومنین ہوئے اور صرف دو برس پانچ مہینے آپ سریر آرائے خلافت رہے۔ مگر اتنی قلیل مدت میں

آپ نے اپنے عدل و انصاف اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ایک انقلاب عظیم پیدا فرما دیا اور شاہان بنی اُمیہ کے برسہا برس کے ظلم و عدوان اور معاصی و بدعات کا بیڑا غرق کر دیا اور اموی سلطنت کو خلافت راشدہ کا نمونہ بنا دیا۔

آپ کے دور خلافت کی برکتیں، دینی خدمتیں، اور اُمت رسول پر آپ کی کریمانہ رحمتیں جو مشہور خلائق ہیں در حقیقت آپ کے ایسے شاندار کارنامے ہیں کہ ہزاروں برس کی گردش لیل و نہار بھی ان چمکتے ہوئے نقوش کو محو نہیں کر سکتی۔ آپ بچپن ہی سے نیک نفس، نہایت صالح اور عابد و زاہد تھے۔ مگر جس دن سے آپ کو خلافت سپرد کی گئی اس دن سے تو آپ کی دنیا ہی بدل گئی۔ اپنی بیوی بنو اُمیہ کی شاہزادی فاطمہ بنت عبدالملک اور اپنی باندیوں سے آپ نے فرما دیا کہ اب امانت خداوندی یعنی خلافت کا اتنا بڑا بوجھ میرے سر پر آ گیا ہے کہ اب میں تم لوگوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اس لئے اگر تم سب چاہو تو طلاق یا آزادی قبول کر لو۔ یہ سن کر سب چیخ مار کر رو پڑیں۔ مگر کسی نے آپ کی جدائی قبول نہیں کی جس دن آپ خلیفہ ہوئے پچاس ہزار دینار آپ کے گھر میں تھے۔ یہ ساری دولت آپ نے خدا کی راہ میں خیرات کر دی اور بالکل فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے کبھی آپ نے غسل جنابت نہیں کیا۔ آپ پر اس قدر خوف خداوندی غالب ہو گیا تھا کہ خلافت کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر میں داخل ہوتے تو نماز تہجد کی جگہ پر ساری رات نماز اور گریہ و زاری میں گزار دیتے اور دن کو اکثر روزہ دار رہتے۔ آپ کا ایک خاص معمول یہ بھی تھا کہ جب مدینہ منورہ کسی قاصد کو روانہ فرماتے تو اس کو خاص طور پر یہ تاکید فرماتے کہ وہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دربار میں میرا اسلام عرض کرے۔

آپ کے زہد و تقویٰ اور عبادات نیز آپ کے مناقب و کرامات کے احوال بہت زیادہ ہیں جو آپ کی تاریخ میں مفصل طور پر تحریر ہیں۔

کسی نے آپ کو زہر کھلا دیا تھا اس کی تکلیف سے رجب ۱۰۱ھ میں بمقام دیر

سمعان صوبہ حمص میں آپ شہید ہوئے۔ (طبقات شعرانی و اکمال وغیرہ)

۱۱۱-حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن یا ابو محمد ہے۔آپ بہت ہی باکرامت بزرگ تابعی محدث ہیں اور علم حدیث میں حضرت امیر المومنین عمر و عثمان و علی غیرہ کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ سے علمی فیض اٹھانے والے محدثین میں محمد بن سیرین و قتادہ وغیرہ ہیں۔

ابن سعد نے ان کو تابعین بصرہ کے طبقہء اولیٰ میں شمار کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے ان کو ثقہ محدث بتایا اور حریری کا قول ہے کہ عبداللہ بن شقیق کی دعائیں اس قدر جلد مقبول ہوتی تھیں کہ اگر کوئی بدلی اڑتی ہوئی گزرتی اور یہ دعا کر دیتے کہ اے اللہ! یہ بدلی بغیر برسے ہوئے یہاں سے نہ جانے پائے تو فوراً وہ بدلی ٹھہر جاتی اور بارش ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ ابن ابی خیثمہ نے آپ کی اس کرامت کو اپنی تاریخ میں بہت نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ ۱۰۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۱۲-حضرت عبادہ بن نسی کندی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عمر اور وطن کے اعتبار سے شامی اُردنی ہیں اور طبریہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے بھی بڑے بڑے محدثین نے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے۔

عجلی نے ان کو قابل اعتماد محدث فرمایا اور امام بخاری نے تو ان کو محدثین کا سردار کہا۔

یہ دور تابعین کے اس قدر نیک و صالح اور باکرامت ولی تھے کہ مسلمہ بن عبدالملک فرمایا کرتے تھے کہ کندہ میں تین بزرگ ایسے باکرامت ہیں کہ انہیں تینوں کے طفیل میں اللہ تعالیٰ بارش عطا فرماتا ہے اور ان ہی تینوں کی برکت سے کفار پر اسلامی لشکر

کو فتح مبین حاصل ہوتی ہے۔(۱) عبادہ بن نسی و (۲) رجا بن حیوہ و عدی بن عدی اور یہ تینوں اعلیٰ درجے کے محدث ہیں۔عبادہ بن نسی کا سن وفات ۱۱۸ھ ہے۔

(تہذیب التہذیب)

۱۱۳-حضرت عطاء ابن ابی رَباح (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو محمد ہے حبشی نسل کے تھے۔گھونگھر و والے بال' کالا رنگ' پست ناک' آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے بہت ہی جلیل الشان تابعی محدث اور مکہ مکرمہ کے فقیہ اعظم تھے۔آپ کو علم حدیث میں عبداللہ بن عباس و ابو ہریرہ و ابو سعید خدری وغیرہ صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا اور بڑے بڑے حدیث کے اماموں نے آپ کی شاگردی اختیار کی جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

بڑے بڑے فقہائے کرام اور حدیث کے اماموں نے آپ کے فضل و کمال اور تقویٰ و دینداری کی شہادت دی۔سلمہ بن کہیل محدث علانیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہی شخص ایسے ہیں جنہوں نے علم حدیث کو صرف رضائے الٰہی کے لئے پڑھا ہے۔(۱) عطاء و (۲) طاؤس و (۳) مجاہد۔

امام اوزاعی نے آپ کی خبر وفات سن کر فرمایا کہ افسوس! اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ بہترین صاحبِ علم و عمل دنیا سے چلا گیا۔

آپ کے مزاج میں استغنا کے ساتھ ساتھ انکساری بھی بہت زیادہ تھی کوئی ملاقات کے لئے آتا تو اس وقت تک دروازہ نہیں کھولتے جب تک یہ دریافت نہ کر لیتے کہ کس نیت سے ملاقات کے لئے آیا ہے؟ اگر کوئی کہتا کہ میں صرف آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔تو آپ فرماتے کہ کتنا خراب زمانہ آ گیا ہے کہ لوگ مجھ جیسے خراب آدمی کی ملاقات کے لئے آتے ہیں! اکثر اُمراء اور بنو اُمیہ کے سلاطین آپ کے شاگرد تھے۔ اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک آپ سے کتاب الحج پڑھتا تھا مگر آپ اس کی بادشاہی کا مطلق خیال نہیں فرماتے تھے اور فقراء و مساکین طلبہ کی صف میں اس کو بٹھاتے تھے۔

چنانچہ سلیمان بن عبدالملک اپنے لڑکوں سے کہا کرتا تھا کہ میرے بچو! بچپن ہی میں علم سیکھ لو۔ کیونکہ علم سیکھنے کے لئے مجھے اس کالے غلام (عطاء بن ابی ریاح) کے سامنے جو جو ذلت اٹھانی پڑی ہے میں اس کو عمر بھر نہیں بھولوں گا۔

آپ نماز تہجد کے بے حد پابند تھے اور روزانہ نماز تہجد میں دو سو آیتیں نہایت تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے زندگی میں ستر حج کئے اور سو برس کی عمر پا کر ۱۱۵ھ میں مکہ معظمہ کے اندر وصال فرمایا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

۱۱۴-حضرت علی بن عبداللہ بن عباس (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی رضی اللہ عنہما کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں ان کی والدہ کا نام زرعہ بنت مشرح ہے یہ خاندان قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ بالوں میں وسمہ کا خضاب فرماتے تھے۔ یہ ۴۰ھ میں خاص اس رات میں پیدا ہوئے جس رات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں شہید ہو گئے۔

ان کا وطن مدینہ منورہ ہے اور تابعی محدثین میں ان کا شمار ہے۔ انہوں نے علم حدیث اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ وغیرہ صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پڑھا اور ان کی مجلس درس میں سبق پڑھنے والوں کی فہرست میں ان کے فرزند محمد بن علی اور امام زہری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ بہت ثقہ و معتمد محدث تھے مگر بہت ہی کم حدیثوں کی روایت فرماتے تھے۔ زیادہ تر ان کا میلان عبادت کی طرف تھا چنانچہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ کثرت نماز کی وجہ سے لوگ ان کو سجاد (بہت زیادہ سجدہ کرنے والا) کہا کرتے تھے۔

ان کو عبادت کا ذوق و شوق اس طرح پیدا ہوا کہ انہوں نے حضرت امیر المومنین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے عبدالرحمٰن بن ابان کو بہت زیادہ عبادت

کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل پر بہت زیادہ اثر ہوا اور کہنے لگے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا رشتہء نسب عبدالرحمٰن بن اَبان کی بہ نسبت بہت ہی قریب ہے لہٰذا مجھے ان سے زیادہ اتباع سنت و کثرت عبادت کا حق ہے۔ بس ایک دم یہ خیال آتے ہی درس حدیث کی مجلس چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور دن رات عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ ۱۱۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۱۵۔حضرت عمیر بن ہانی عنسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو الولید ہے اور وطن کی نسبت کے اعتبار سے دمشقی دارانی ہیں۔ شام کے تابعی محدثوں میں صلاح وتقویٰ اور کثرت عبادت کے لحاظ سے بہت ممتاز و نامور ہیں۔

حدیث میں حضرت ابو ہریرہ و امیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے استفادہ علم کیا اور عبدالرحمٰن بن ثابت وعثمان بن ابی عاتکہ وسعید بن بشیر وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔

یہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل اور ایک لاکھ مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

صفر بن حبیب متری خارجی نے ان کو شہید کر دیا اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھا کر شہر میں گشت کرایا مروان طاطری کا بیان ہے کہ میں نے عمیر بن ہانی کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر گشت کرنے والے شخص کو دیکھا تو مجھے برداشت کی طاقت نہیں رہی۔ تو میں نے چلا کر کہا کہ افسوس اے بدنصیب! کاش تجھے خبر ہوتی کہ تو کس کے سر کو نیزہ پر لے جا رہا ہے؟ آپ کی شہادت کا یہ واقعہ ۱۲۷ھ میں پیش آیا۔

(تہذیب التہذیب)

۱۱۶-حضرت عبیداللہ بن ابی جعفر مصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو بکر اور لقب فقیہ مصر ہے۔ یہ خاص کر مصری محدثین کے استاد حدیث ہیں۔ ابن سعد نے فرمایا کہ یہ بہت ہی ثقہ محدث اور اپنے زمانے کے بہترین فقیہ تھے۔ ابن یونس کا قول ہے کہ یہ اعلیٰ درجے کے عالم و عابد و زاہد تھے اور مصر میں ان کی کرامتوں کا بڑا چرچا تھا ان کی ایک بڑی عجیب کرامت یہ ہے کہ یہ قسطنطنیہ کے سمندری جہاد میں شریک ہوئے سمندر میں طوفان آیا اور ان کی کشتی ٹوٹ گئی اور یہ دریا کی طوفانی موجوں میں گر پڑے خدا کی شان کہ سمندر کی موجوں نے ان کو مع چھ ساتھیوں کے ایک بہت بڑی لکڑی پر پھینک دیا جو سمندر میں تیرتی ہوئی جا رہی تھی چنانچہ یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس لکڑی پر سوار ہو گئے۔ لکڑی سمندر میں بہتی چلی جا رہی تھی جب یہ لوگ بھوک پیاس سے بے چین ہو گئے تو اس سوکھی لکڑی پر ناگہاں چھ ہرے ہرے پتے اگ گئے اور ان لوگوں نے ایک ایک پتہ توڑ کر چوسنا شروع کر دیا اسی ایک ایک پتے کے چوسنے سے ان لوگوں کی بھوک پیاس ختم ہو گئی اسی طرح جب بھی ان لوگوں کو بھوک پیاس لگتی تو بالکل اچانک اس سوکھی لکڑی پر چھ پتے اُگتے اور یہ لوگ ان کو چوسنے لگتے۔ ایک مدت کے بعد کوئی کشتی ان لوگوں کے قریب سے گزری تو یہ لوگ اس پر سوار ہو گئے اور زندہ و سلامت اپنے وطن میں آ گئے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ ۱۳۵ھ یا ۱۳۶ھ میں عبیداللہ بن ابی جعفر کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۱۷-حضرت عبداللہ بن عون خزاز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عون اور وطن بصرہ ہے۔ امام مالک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ابراہیم نخعی و محمد بن سیرین و حسن بصری وغیرہ حدیث کے اماموں سے علم حدیث حاصل کیا اور ان کے تلامذہ میں امام اعمش و سفیان ثوری و وکیع وغیرہ سینکڑوں ائمہ حدیث ہیں۔

ان کے پاس بہت زیادہ احادیث کا ذخیرہ تھا اور یہ انتہائی ثقہ و قابل اعتماد اُستادِ حدیث تھے۔ ہشام بن حنان کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے عبداللہ بن عون کا مثل نہیں دیکھا اور عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ میری یہ تمنا ہے کہ میں عبداللہ بن عون کی صحبت اس وقت تک نہ چھوڑوں کہ یا تو میری موت ہو جائے یا ان کی وفات ہو جائے ابن حبان کا قول ہے کہ زہد و عبادت تقویٰ وفضیلت' سنت پر استقامت اہل بدعت پر شدت میں عبداللہ بن عون کی سرداری و بے مثالی مسلم الثبوت ہے۔ تمام عمر صوم داؤدی کے پابند رہے یعنی ایک دن کا ناغہ دے کر عمر بھر روزہ رکھتے رہے۔

محمد بن فضا نے فرمایا کہ میں خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا تو مجھ سے ارشاد نبوی ہوا کہ تم لوگ عبداللہ بن عون کی زیارت کرتے رہو اور ان کی صحبت کو لازم پکڑو کیونکہ وہ محبوبِ الٰہی ہیں۔ قرہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم لوگ محمد بن سیرین کی پرہیز گاری پر تعجب کیا کرتے تھے مگر جب ہم لوگوں نے عبداللہ بن عون کو دیکھا تو ہم لوگ محمد بن سیرین کی پرہیز گاری کو بھول گئے۔ ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۱۸۔ حضرت عبدالملک بن ابجر ہمدانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نسب نامہ عبدالملک بن سعید بن حیان بن الجبر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کا وطن کوفہ ہے۔ عکرمہ و امام شعبی وغیرہ تابعی محدثین سے علم حدیث پڑھا اور سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ وغیرہ محدثین نے ان سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔

سفیان بن ثوری روایت میں جب ان کا نام لیتے تو یوں کہتے کہ حَدَّثَنَا من لم تر عینک مثله ابن ابجر اور کبھی یوں فرماتے کہ ھو من الابرار یعنی ابن ابجر نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی ہے جن کا مثل تمہاری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور وہ صالح و نیکوکار تھے۔

ان کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ سفیان ثوری نے خاص طور

پر یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز ابن ابجر کے سوا کوئی نہ پڑھائے اور سفیان ثوری یہ بھی فرماتے تھے کہ کوفہ میں صرف پانچ آدمی ایسے ہیں کہ جن کی نیکیاں روزانہ زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان ہی پانچ اللہ والوں میں ابن ابجر بھی ہیں۔

یہ بہت ہی حاذق طبیب بھی تھے اور بغیر کسی معاوضہ کے لوجہ اللہ خدمت خلق کے طور پر مریضوں کا علاج بھی فرماتے تھے۔

ان کے مزاج میں ظرافت و مزاح کا جوہر بھی تھا چنانچہ ایک دن ان کے مطب میں ایک اعرابی آ کر بولا۔ کہ میں زندگی میں کبھی بیمار نہیں ہوا ہوں۔ حالانکہ مجھے بیماری کا بڑا شوق ہے تو آپ نے تمام مریضوں کی طرح اس کو تسلی دی اور بڑی سنجیدگی و متانت کے ساتھ اس کو بیماری کا یہ نسخہ لکھوایا کہ تم نمک لگائی ہوئی مچھلی خوب زیادہ کھاؤ پھر بھر پیٹ سڑی ہوئی نبیذ پی لو پھر اس کے بعد دھوپ میں بیٹھ کر نہایت خلوص کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے بیماری طلب کرو۔

امام اعمش اس وقت مطب میں حاضر تھے ان کو بے اختیار ہنسی آ گئی کہ ابن ابجر نے بیمار ہونے کا نسخہ بھی بالکل اسی انداز سے لکھوایا جس انداز سے شفائے امراض کا نسخہ لکھواتے تھے۔

علوم نافعہ و اعمال صالحہ کی ان بے شمار دولتوں کے علاوہ ابن ابجر اس قدر زیادہ صابر و شاکر تھے کہ ان کے صبر و شکر کو اعلیٰ درجے کی کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ منقول ہے کہ ان کے بدن میں اتنا بڑا اور خطرناک پھوڑے کا زخم تھا کہ اگر ایسا زخم کسی اونٹ کے بدن میں ہوتا تو وہ بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر یہ انتہائی تکلیف کے باوجود بالکل پر سکون رہتے تھے اور اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کے زخم کا کیا حال ہے؟ تو فرماتے کہ الحمد للہ! اچھا حال ہے۔ خداوند کریم کا شکر ہے میں اپنے اس زخم کی وجہ سے جس قدر اپنے رب سے خوش ہوا ہوں مجھے کسی نعمت پر اتنی خوشی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

یعقوب بن سفیان برملا فرمایا کرتے تھے کہ بلا شبہ ابن ابجر کوفے کے ان محدثین میں سے ہیں جو اپنے دور کے بہترین صاحب خیر اور علم و عمل صالح کے اعتبار سے نہایت ہی اعلیٰ

درجے کے عالم ربانی اور اللہ والے بزرگ ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

۱۱۹۔حضرت عبدالعزیز بن مسلم قسملی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو زید ہے۔ یہ اصل میں مرو کے باشندے تھے۔ مگر بصرہ کو اپنا وطن بنا لیا تھا اس لئے بصری کہلاتے ہیں۔ امام اعمش وغیرہ محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور عبدالرحمٰن بن مہدی و قعنبی وغیرہ محدثین ان کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

یحییٰ بن حسان کا قول ہے کہ یہ اپنے دور کے بہترین فاضل حدیث تھے اور ابن معین و ابو حاتم وغیرہ نے ان کو برگزیدہ ثقہ محدث اور اعلیٰ درجے کا عبادت گزار و تقویٰ شعار لکھا اور عام طور پر محدثین فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کو کوئی شبہ نہیں تھا۔ کہ عبدالعزیز بن مسلم ولیٔ کامل تھے اور مقام ولایت میں ''ابدال'' کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ۱۶۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۲۰۔حضرت عبداللہ بن مبارک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ مرو کے رہنے والے تھے اس لئے مروزی کہلاتے ہیں۔ آپ کا سال ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ ہے۔ آپ کی والدہ چونکہ بہت ہی مالدار تاجر کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے انہیں میراث میں بہت زیادہ مال ملا تھا اور عبداللہ بن مبارک نے بڑے مالدار ماں باپ کی گود میں پرورش پائی تھی اور مالدار والدین نے اپنے اس ہونہار سپوت کو بڑے نازونعمت سے پالا تھا۔ عبداللہ بن مبارک نے ساری عمر سفر میں گزاری۔ کبھی علم حدیث کی طلب کے لئے سفر کرتے۔ کبھی حج کے لئے جاتے۔ کبھی جہاد کے لئے مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو جاتے اور کبھی تاجروں کے قافلے کے ساتھ تجارت کے لئے روانہ ہو جاتے اور ہمیشہ اسی طرح اسلامی ممالک کا گشت فرماتے رہتے۔

ایک مرتبہ ان کے والد نے پچاس ہزار درہم دے کر کہا کہ اس روپے سے تجارت

کر وعبداللہ بن مبارک ان درہموں کو لے کر چلے گئے اور سب کو علم حدیث کی طلب میں خرچ کر کے واپس آ گئے جب والد بزرگوار نے پوچھا کہ ان درہموں سے تم نے کون سا سامان خریدا اور کتنا نفع ہوا؟ تو آپ نے اس مدت میں جس قدر حدیث کے دفتروں کو لکھ کر جمع کیا تھا وہ باپ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے دونوں جہان کا نفع حاصل ہو۔ والد بزرگوار بہت خوش ہوئے اور تیس ہزار درہم اور دیئے اور کہا کہ ان کو بھی علم حدیث کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کو کامل کرلو! آپ سب سے پہلے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہوئے اور علم فقہ حاصل کیا اور جب امام اعظم کی وفات ہوگئی تو مدینہ منورہ میں امام مالک کی مجلس درس میں حاضر ہو کر علم کی تکمیل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حنفیہ ان کو اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں اور مالکیہ اِن کو اپنے طبقات میں لکھتے ہیں۔

ان دو جلیل القدر اماموں کے علاوہ آپ نے دوسرے بہت سے محدثین سے علمی استفادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا ہے لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں آپ کے علم کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ علی بن حسن بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں ایک دن عبداللہ بن مبارک کے ہمراہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے باہر نکلا عبداللہ بن مبارک اپنے مکان پر جانا چاہتے تھے کہ میں نے مسجد کے دروازے پر ان سے ایک حدیث کا ذکر کر دیا تو وہ ٹھہر گئے۔ سخت جاڑوں کی رات تھی مگر انہوں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہی کھڑے مجھے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر صبح ہوگئی اور موذن نے آ کر فجر کی اذان دے دی۔

عوام و خواص میں آپ کی مقبولیت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دن آپ شہر رقہ میں تشریف لے گئے اتفاق سے خلیفہ بغداد ہارون رشید عباسی بھی وہاں موجود تھے عبداللہ بن مبارک کی آمد پر تمام شہر میں شور و غلغلہ بلند ہوا اور ہر طرف سے آدمی دوڑ دوڑ کر استقبال کے لئے آ رہے تھے۔ ہارون رشید کی ایک لونڈی نے چھت پر سے یہ شور و غلغلہ سن کر

دریافت کیا کہ آج شہر میں اتنا شور وغوغا کیوں اور کس لئے ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک تشریف لائے ہیں انہیں کی زیارت و استقبال کے لئے یہ مخلوق خدا دوڑتی چلی جا رہی ہے۔ لونڈی نے کہا کہ در حقیقت بادشاہت یہ ہے جو اس عالم دین کے پاس ہے نہ کہ ہارون رشید کے پاس جو چابک اور ڈنڈوں کے زور سے لوگوں کو اپنے استقبال کے لئے جمع کرتا ہے۔

علمی کمال کے ساتھ ساتھ آپ زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت میں بھی بے نظیر و بے مثال تھے۔ سفیان ثوری اپنے علم و عمل کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ایک سال ہی عبداللہ بن مبارک کے طریقے پر گزار دوں مگر مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے تھے کہ کاش! میری تمام عمر عبداللہ بن مبارک کے تین دن اور تین رات کے برابر ہوتی۔

قتیبہ جو صحاح ستہ کے مصنفین کے شیخ ہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانے کے سب سے افضل و اعلیٰ شخص عبداللہ بن مبارک ہیں۔ پھر امام احمد بن حنبل! تاریخ ثقات میں ہے کہ ایک مرتبہ بزرگوں کی جماعت کسی مقام پر جمع ہوئی اور (۱) فقہ' (۲) حدیث' (۳) ادب' (۴) نحو' (۵) لغت' (۶) زہد' (۷) شعر گوئی' (۸) فصاحت' (۹) شب بیداری' (۱۰) تہجد گزاری' (۱۱) عبادت' (۱۲) حج' (۱۳) جہاد' (۱۴) شہ سواری' (۱۵) ہتھیار بندی' (۱۶) تقویٰ' (۱۷) انصاف کی پابندی۔ ان تمام صفات حمیدہ میں تمام بزرگوں نے اپنے زمانے کا سردار عبداللہ بن مبارک کو تسلیم کیا!

عبداللہ بن مبارک کو اپنے استاد اول حضرت امام ابو حنیفہ سے انتہائی عقیدت اور والہانہ محبت تھی۔ چنانچہ انہوں نے امام ممدوح کی منقبت میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس کے تین شعر درج ذیل ہیں ۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا   اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْ حَنِيْفَه

(یقیناً تمام شہروں اور شہر کے باشندوں کو (علم و عمل) کی زینت بخشنے والے مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ ہیں)۔

فَمَا فِی الْمَشْرِقَیْنِ لَہٗ نَظِیْرٌ   وَلَا فِی الْمَغْرِبَیْنِ وَلَا بِکُوْفَہ

لہٰذا نہ تو مشرق ہی میں کوئی ان کا ہمسر ہے نہ مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

فَاِنَّ النَّاسَ فِیْ فِقْہٍ عِیَالٌ   عَلٰی فِقْہِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَہ

تمام دنیا کے لوگ فقہ کے معاملے میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے سامنے عیال (محتاج) ہیں۔

عبداللہ بن مبارک بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور آپ کی تصنیفات میں کتاب الزھد والرقائق بہت مشہور اور بڑے پائے کی کتاب ہے!

آپ کی وفات مسافرت کی حالت میں ہوئی۔ جہاد سے واپسی کے وقت جب آپ موصل کے قریب قصبہ ہیت میں پہنچے تو علیل ہو گئے۔ اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ مجھ کو بستر سے اٹھا کر خاک پر لٹا دو۔ غلام رونے لگا تو فرمایا کہ روتے کیوں ہو' خاموش رہو۔ میں ہمیشہ خدا سے یہی دعا مانگا کرتا تھا کہ یا اللہ میری زندگی مثل دولت مندوں کے ہو اور میری موت مثل فقیروں اور خاکساروں کے ہو اس لئے میری خواہش وتمنا ہے کہ میری روح خاک زمیں پر لیٹے لیٹے نکلے اسی حالت میں کہ آپ بغیر بستر کے زمین پر لیٹے ہوئے تھے کہ ماہ رمضان ۱۸۱ ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

انتقال کے بعد کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ عبداللہ بن مبارک فردوس اعلیٰ میں پہنچ گئے۔ (نووی' طبقات' بستان المحدثین وغیرہ)

۱۲۱۔حضرت عبدالعزیز بن ابی حازم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو تمام اور لقب فقیہ ہے مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے ہشام بن عروہ وغیرہ محدثین کے شاگرد اور علی بن مدینی وحمیدی وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہیں۔

مدینہ منورہ میں امام مالک کے بعد ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں تھا۔ امام مالک ان کے بے حد مداح تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس قوم میں عبدالعزیز بن ابی حازم ہوں اس قوم پر کبھی عذاب نہیں آ سکتا۔ یہ بہت کثیر احادیث والے استاد تھے۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ فقیہ اور صالح الحدیث فرمایا یہ سلیمان بن بلال کے ہم سبق تھے اور ان دونوں میں

بے حد محبت تھی۔ چنانچہ سلیمان بن بلال نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری ساری کتابیں عبدالعزیز بن ابی حازم کو دے دی جائیں۔ ۱۸۴ھ میں ان کی وفات ہوئی اور وفات بھی کیسی شاندار و باکرامت ہوئی کہ مسجد نبوی کے اندر سجدے میں سر رکھے ہوئے تھے کہ طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۲۲-حضرت عمری زاہد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام و نسب عبداللہ بن عبدالعزیز بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہے اور عمری زاہد کے لقب سے مشہور ہیں۔ مدینہ منورہ ان کا وطن ہے اور یہ علم حدیث میں اپنے والد نیز دوسرے محدثین کے شاگرد رشید ہیں اور سفیان بن عینیہ و عبداللہ بن مبارک جیسے ائمہ حدیث کے شیخ الحدیث ہیں۔ ابن سعد و ابن شاہین و ابن حبان وغیرہ نے ان کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا زاہد سب سے بڑھ کر عابد اور علم و عمل میں بے نظیر بزرگ بتایا یہاں تک کہ سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ یہ جو حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ:

> ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مدینے کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں رہے گا اور لوگ دور دور سے اونٹوں کا جگر مارتے ہوئے اس کی خدمت میں آئیں گے اس عالم سے مراد عمری زاہد ہی ہیں۔

ان کا دستور تھا کہ امراء و سلاطین کو ان کی خلاف شرع باتوں پر ڈانٹ دیتے تھے اور ان کی علمی جلالت کی وجہ سے ان کی حق گوئی پر امراء و سلاطین دم نہیں مار سکتے تھے مشہور بزرگ و نامور محدث حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ میرے پاس آنے والے ہزاروں انسانوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور پیارے دو ہی شخص ہیں۔ ایک عمری زاہد' دوسرے عبداللہ بن مبارک۔

۱۸۴ھ میں ٦٦ برس کی عمر پا کر انہوں نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۲۳-حضرت عیسیٰ بن یونس بن اسحٰق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عمرو یا ابو محمد ہے کوفہ ان کا اصلی وطن تھا لیکن شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اس لئے شامی بھی کہلاتے ہیں۔ یہ حدیث میں اپنے دادا اسحاق سبیعی و سلیمان تیمی و سفیان ثوری و شعبہ وغیرہ بڑے بڑے کامل محدثوں کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت لمبی ہے جن میں حماد بن سلمہ و اسماعیل بن عیاش و ابوبکر بن ابی شیبہ وعلی بن مدینی و اسحاق بن راہویہ وغیرہ ماہرین حدیث بھی ہیں۔

محدثین وقت ان کے علم وعمل کی وجہ سے ان کا بے حد احترام کرتے تھے سلیمان بن داؤد کہتے ہیں کہ ہم لوگ سفیان بن عینیہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ بالکل اچانک عیسیٰ بن یونس آ گئے تو سفیان بن عینیہ نے یہ کہہ کر استقبال فرمایا ''مرحباً بالفقیہ بن الفقیہ بن الفقیہ''۔

سلطنتِ بغداد کے وزیر اعظم جعفر بن یحییٰ برمکی کا قول ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس کا مثل تمام عالموں میں کسی کو نہیں دیکھا میں نے ان کی خدمت میں ایک سو دینار نذرانہ پیش کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اگر تم حدیث سننے سے پہلے مجھے یہ پیش کرتے تو میں قبول کر لیتا۔ لیکن مجھ سے حدیث سن کر اگر تم مجھے ایک گھونٹ پانی بھی پلاؤ گے تو میں نہیں پیوں گا کیونکہ مجھے لوگوں کا یہ طعنہ سننا گوارا نہیں ہے کہ عیسیٰ بن یونس حدیث سنانے کی اجرت لیا کرتے تھے۔

عجلی نے ان کو کوفہ کا ایک ثقہ محدث لکھ کر یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ اسلامی سرحد کے بہت جانباز مجاہدین میں سے بھی تھے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) کا بیان ہے کہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد کرتے تھے۔

علی بن عثمان بن نفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے سامنے یہ ذکر کیا کہ ابو قتادہ حرانی نے عیسیٰ بن یونس و عبداللہ بن مبارک و وکیع کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔ تو امام ممدوح نے خفا ہو کر بڑے جلال میں فرمایا کہ جو شخص ان سچوں کو جھوٹا

بتائے وہ خود سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ احمد بن جناب کا قول ہے کہ عیسٰی بن یونس کا سال وفات ۱۸۷ھ ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۲۴-حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم عتقی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم عتقی یہ مصر میں مالکی مذہب کے مشہور فقیہ بلکہ اس مذہب کے مدون اول ہیں۔ امام مالک کے مشہور شاگردوں اور موطا امام مالک کے نامور راویوں میں سے ہیں امام مالک کے بتائے ہوئے فتاویٰ کو یہ لکھتے رہتے تھے چنانچہ ایسے فتاویٰ کی تین سو جلدیں ان کے پاس موجود تھیں انہوں نے علم حدیث کی طلب میں بہت زیادہ مال خرچ کیا تھا اور بڑی محنت و جانفشانی سے علم دین حاصل کیا تھا۔

زہد و تقویٰ اور شان استغنا میں یکتائے زمانہ تھے کبھی کسی بادشاہ یا امیر کا ہدیہ و نذرانہ قبول نہیں فرمایا اور اکثر یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ! تو مجھ کو دنیا کی طرف رغبت کرنے سے روک دے اور دنیا کو میری طرف آنے سے منع فرما دے۔ انہوں نے سال کے مہینوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ چار مہینے اسکندریہ میں رہ کر روم و بربروزنگ کے کافروں سے خدا کی راہ میں جہاد فرماتے اور تین مہینے سفر حج و زیارت مدینہ منورہ میں صرف کرتے اور پانچ مہینے اپنی درس گاہ میں علم حدیث کی تعلیم دیتے۔

ایک مرتبہ امام مالک کی مجلس میں عبدالرحمٰن بن قاسم کا ذکر آیا تو امام موصوف نے فرمایا کہ وہ تو میرے شاگردوں میں ایک مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عافیت کے ساتھ رکھے۔

یہ ہمیشہ روزانہ دو ختم قرآن مجید پڑھتے تھے مگر جب ان کے دوستوں نے ان کو تعلیم حدیث کی طرف توجہ دلائی تو ایک ختم موقوف کر دیا اور آخر عمر تک ایک ہی ختم روزانہ پڑھتے رہے! وفات کے بعد کسی بزرگ نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اس دنیا کے کون سے عمل نے سب سے زیادہ آپ کو فائدہ دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ اسکندریہ کی ان چند رکعت نمازوں نے جن کو میں نے جہاد کی حالت میں پڑھا تھا۔

یہ ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱ھ میں وفات پائی اور مصر کی زمین میں مدفون ہوئے۔ (بستان المحدثین)

۱۲۵- حضرت عبداللہ بن ادریس کوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور امام مالک کے اساتذہ میں سے ہیں اور ان کا شمار اکابر فقہائے حنفیہ میں ہے۔ بڑے عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھے۔ مزاج میں کمال درجے کا استغنا تھا جاہ و منصب سے انتہائی تنفر اور امراء و سلاطین کی ملاقاتوں اور ان کے نذرانوں سے ہمیشہ بیزار رہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ بغداد ہارون رشید نے آپ کے لئے قاضی کا عہدہ پیش کیا تو آپ نے نہایت بے پروائی کے ساتھ جواب دیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں اس لئے معذرت چاہتا ہوں۔ خلیفہ کو بھرے دربار میں یہ سوکھا جواب سن کر غصہ آ گیا اور بگڑ کر کہا کہ کاش! میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ آپ نے بھی نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ کاش! میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا! یہ کہہ کر فوراً دربار سے روانہ ہو گئے۔ بعد کو خلیفہ نے پانچ ہزار درہم کی تھیلی آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجی۔ مگر آپ نے خلیفہ کے اس نذرانے کو بھی ٹھکرا دیا اور قاصد سے ڈانٹ کر فرمایا کہ باہر نکل جاؤ اور فوراً میرے پاس سے یہ تھیلی لے کر واپس چلے جاؤ اور خبردار! آئندہ پھر ہرگز ہرگز دوبارہ کبھی بھی میرے پاس نہ آنا خلیفہ نے اس کے بعد اپنے ایک خاص قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آپ نے نہ ہمارا اکرام کیا اور نہ ہمارا نذرانہ قبول فرمایا اس کا ہمیں بڑا رنج ہے۔ مگر خیر! اب ہماری اتنی درخواست منظور کر لیجئے کہ میرا فرزند مامون آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کو حدیث کا درس دیجئے۔ عبداللہ بن ادریس نے کہلا بھیجا کہ اگر مامون عام طلبہ کی صف میں بیٹھ کر پڑھنا چاہے گا تو میں اس کو پڑھا دوں گا۔ اس کے ساتھ درس گاہ میں کوئی خاص امتیاز برتنے پر تیار نہیں!

چنانچہ حج کے موقع پر جب ہارون رشید کوفے میں شاہانہ کروفر کے ساتھ داخل ہوا تو اس نے قاضی امام ابو یوسف سے یہ خواہش ظاہر کی کہ تمام محدثین کوفہ میرے دربار

میں تشریف لا کر حدیث بیان فرمائیں چنانچہ کوفے کے تمام محدثین نے خلیفہ کی فرمائش پوری کر دی۔ مگر عبداللہ بن یونس اور عیسیٰ بن یونس اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے اور شاہی دربار میں کسی طرح حاضری دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ مجبوراً امین و مامون دونوں شہزادے خود سوار ہو کر عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن ادریس نے ایک سو حدیثیں ان دونوں کے سامنے بیان فرمائیں۔ جب درس ختم ہو چکا تو مامون نے کہا کہ شیخ محترم! اگر اجازت ہو تو یہ سب حدیثیں میں زبانی آپ کو سنا دوں۔ عبداللہ بن ادریس نے فرمایا کہ سناؤ! چنانچہ مامون نے بلا جھجک ایک سو حدیثوں کو اپنی قوت حافظہ سے زبانی پڑھ کر سنا دیا۔ عبداللہ بن ادریس مامون کی اس بے پناہ قوت حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور عش عش کرنے لگے پھر ان دونوں شہزادوں نے عیسیٰ بن یونس کی درس گاہ میں بھی حاضری دی اور ان سے بھی کچھ حدیثوں کا سماع کیا پھر سبق پڑھنے کے بعد مامون نے دس ہزار درہم کی تھیلی نذر کی تو عیسیٰ بن یونس نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ درس حدیث کے عوض میں تو میں تمہارا ایک گھونٹ پانی بھی قبول نہیں کر سکتا۔

عبداللہ بن ادریس کی وفات ۱۹۲ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی صاحبزادی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! تمہیں رونا نہیں چاہیے تم اطمینان رکھو۔ تمہارے باپ نے صرف اس ایک کوٹھری میں چار ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ (نووی و تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عیسیٰ بن یونس)

۱۲۶-حضرت عبداللہ بن وہب بن مسلم فہری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ ۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور مصر ان کا وطن ہے۔ مدینہ منورہ و مصر وغیرہ کے چار سو اماموں سے انہوں نے علم حدیث پڑھا۔ ان میں سے امام مالک اور لیث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ موطا امام مالک کے راویوں میں سے بھی ہیں۔ ان کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں اور حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتابوں میں ایک لاکھ بیس

ہزار حدیثیں موجود ہیں یہ بہت ہی صاحب کرامت تھے اور ان کی دعائیں بہت جلد مقبول ہوتی تھیں۔ منقول ہے کہ عباد بن محمد نے جو اس ملک کا امیر تھا' ان کو قاضی بنانا چاہا یہ وہاں سے چلے گئے اور روپوش ہو گئے۔ عباد بن محمد نے غصے میں آ کر ان کا مکان مسمار کرا دیا جب ان کو خبر پہنچی تو انہوں نے عباد بن محمد کے اندھا ہونے کی بددعا کی چنانچہ ایک ہفتہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ عباد محمد اندھا ہو گیا۔

آپ پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ ایک روز حمام میں تشریف لے گئے کسی نے یہ آیت پڑھ دی وَاِذْ یَتَحَاجُّوْنَ فِی النَّارِ بس جہنم کا نام سنتے ہی بے ہوش ہو کر غسل خانے میں گر پڑے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ اسی طرح آپ کے ایک شاگرد نے آپ کی کتاب جامع ابن وہب میں سے قیامت کا واقعہ پڑھ دیا تو آپ خوف کی وجہ سے بے ہوش کر گر پڑے لوگ ان کو اٹھا کر مکان پر لائے جب ہوش آتا تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پھر بے ہوش ہو جاتے اسی حالت میں ۲۵ شعبان ۱۹۷ھ کو بہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

جب سفیان بن عینیہ کو آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَo پڑھا اور فرمایا کہ عبداللہ بن وہب کی موت تمام اہل اسلام کے لئے ایک بڑی مصیبت ہے!

آپ کے انتقال کی رات میں بعض اولیاء نے یہ خواب دیکھا کہ لوگ دسترخوانوں کو یہ کہہ کر اٹھا رہے ہیں کہ اٹھو! چلو! اب علم کا دسترخوان اٹھا لیا گیا!

عبداللہ بن وہب نے اپنی یادگار میں بہت سی کتابیں اپنی تصنیفات کی چھوڑی ہیں جن میں کتاب الاہوال و کتاب المناسک و کتاب المغازی وغیرہ بہت مشہور و معروف ہیں۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۱۲۷۔حضرت عبدالرحمٰن بن اسود نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوحفص یا ابوبکر ہے اور فقیہ لقب ہے یہ بلند مرتبہ تابعی اور حضرت

انس و بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص شاگردوں میں ہیں اور امام اعمش وغیرہ محدثین ان کے شاگردوں میں ہیں۔

یہ بہت ہی عابد و زاہد و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ یہ جب حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو ان کے ایک پاؤں میں کوئی ایسی بیماری تھی جس کی وجہ سے پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتے تھے تو ہم لوگوں نے دیکھا کہ عشاء کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ساری رات نوافل پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ عشاء کے وضو سے انہوں نے فجر کی نماز ادا کی۔

انہوں نے اپنی عمر میں چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کیا تھا اور کبھی بھی ایک ہی سفر میں حج و عمرہ دونوں نہیں ادا کئے بلکہ حج کے لئے الگ سفر کرتے اور عمرہ کی نیت سے دوبارہ سفر کرتے۔ اسی طرح ان کے والد ماجد اسود بن یزید نخعی نے بھی چالیس حج اور چالیس عمرہ کئے تھے۔ ابن حبان نے ان کا سال وفات ۹۹ھ بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۲۸۔ حضرت عمر بن حسین جمحی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو قدامہ اور وطن مکہ مکرمہ ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ یہ حدیث میں عائشہ بنت قدامہ و عبداللہ بن ابی سلمہ ماجشون وغیرہ کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں کی بھی ایک بڑی جماعت ہے۔ جن میں امام مالک بھی ہیں۔ یحییٰ بن سعید انصاری نے ان کو فقہائے مدینہ کی فہرست میں شمار کیا ہے اور امام نسائی و ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ فرمایا۔

امام مالک کا قول ہے کہ یہ بہت ہی عبادت گزار تھے اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور علمی فضیلت و عبادت میں یکتائے روزگار تھے۔

ان کی وفات کے وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ نزع روح کی حالت میں ان کی زبان سے یہ نکلا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ○ اور روح پرواز کر گئی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۲۹-حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو سعید عبدالرحمٰن بن مہدی بصرہ کے رہنے والے' انتہائی کثیر الحدیث' اعلیٰ درجے کے فقیہ اور بہت ہی بلند پایہ امام حدیث ہیں۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے دنیا بھر میں ان کے جیسا مہارت والا استاد حدیث کسی کو نہیں پایا حفظ و اتقان' ورع و تقویٰ میں بھی اپنے دور کے بے مثال شیخ الحدیث تھے۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان میں مجھ سے قسم لی جائے تو میں قسم کھا کر کہہ دوں گا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے بڑھ کر احادیث کو جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

یہ علم حدیث میں شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و امام مالک وغیرہ سینکڑوں ائمہ حدیث کی شاگردی کا شرف پائے ہوئے ہیں اور امام احمد بن حنبل و عبداللہ بن مبارک و یحییٰ بن معین جیسے اماموں نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی فرمائی اور ان کی درس گاہ میں زانوئے تلمذتہ کیا۔

یہ بہت ہی باوقار اور رعب و ہیبت والے شیخ ہیں طلبہ ان کی مجلس درس میں اس قدر مودب بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہوئے ہیں ایک مرتبہ ایک طالب علم کو درس میں ہنسی آ گئی تو آپ نے اس کو درس گاہ حدیث کی بے ادبی قرار دے کر دو ماہ کے لئے اس طالب علم کو مجلس درس سے نکال دیا۔

آپ ہر رات نصف قرآن مجید نماز تہجد میں اور نصف بیٹھ کر تلاوت کرتے۔ اس طرح زندگی بھر ایک ختم قرآن مجید ہر رات میں تلاوت کرتے۔ ایک رات بستر پر لیٹے تھے کہ نیند آ گئی اور صبح تک سوتے رہے۔ اس کا اتنا رنج و ملال ہوا کہ دو ماہ تک بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔ ایسی عبادتوں کی توفیق سیکڑوں کرامتوں سے بڑھ کر ہے اولیاء اللہ کا مقولہ ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ یعنی استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ آپ ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وصال فرمایا۔

(تہذیب التہذیب و طبقات شعرانی)

۱۳۰۔حضرت علی بن عاصم واسطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوالحسن علی بن عاصم واسطی کا لقب مسند العراق ہے۔ یہ فقہ وحدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ کے بہت ہی مخصوص و محبوب شاگردِ رشید ہیں اور امام احمد بن حنبل و محمد بن یحییٰ ذہلی و عبد بن حمید و یعقوب بن شیبہ و حارث بن ابی اُسامہ جیسے حدیث کے اماموں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

علی بن عاصم کے والد ماجد نے ایک لاکھ درہم آپ کو دے کر فرمایا تھا کہ جاؤ اب بغیر ایک لاکھ حدیثوں کے میں تمہاری صورت دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔ ہونہار فرزند نے اپنے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں ایسی جدوجہد فرمائی کہ ایک لاکھ سے زیادہ حدیثوں کے حافظ بن گئے اور امام الحدیث و مسند العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کو امام اعظم ابوحنیفہ سے انتہائی والہانہ روحانی تعلق تھا چنانچہ آپ کے تلامذہ جب یہ محسوس کرتے کہ آپ کچھ مضمحل ہو گئے ہیں تو فوراً امام اعظم ابوحنیفہ کا تذکرہ چھیڑ دیتے اور آپ فوراً امام اعظم کے ذکر جمیل میں مشغول ہو جاتے اور پھر آپکو اس قدر نشاط حاصل ہو جاتا کہ بالکل تازہ دم ہوکر احادیث سنانے میں مصروف ہو جاتے آپ کا حلقہ درس اتنا وسیع تھا کہ ہر مجلس میں تیس ہزار سے زائد کا مجمع ہوتا تھا۔

آپ ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ و مناقب موفق)

۱۳۱۔حضرت عاصم بن علی بن عاصم واسطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ مذکور بالا مسند العراق علی بن عاصم کے فرزند ہیں ان کی کنیت ابوالحسین ہے اور یہ امام بخاری و امام ترمذی وغیرہ باکمال اماموں کے شیخ ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بغداد آئے اور حدیث کا درس شروع کیا تو ان کی مجلس درس میں طلبہ کا ازدحام لگ گیا۔ ابوالحسن بن مبارک کہتے ہیں کہ ان کے درس میں ایک لاکھ

طالب علموں سے زیادہ کا مجمع ہوتا تھا ہارون نامی ایک بہت بلند آواز شخص کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر ان کی طرف سے مستملی (شیخ کی آواز کو دور دور تک پہنچانے والا) ہوتے تھے۔ عمر بن حفص کا بیان ہے کہ شہزادہ معتصم باللہ (جو بعد میں خلیفہ ہوا شیخ عاصم کی مجلس درس میں یہ اندازہ لگانے کے لئے حاضر ہوا کہ حاضرین کی تعداد کتنی ہے؟ اس وقت نخلستان بغداد کے ایک وسیع میدان میں شیخ عاصم ایک چھت پر بیٹھ کر لوگوں کو احادیث سناتے تھے اور ہارون مستملی ایک خمدار کھجور کے درخت پر چڑھ کر آپ کی آواز حاضرین تک پہنچاتے تھے۔ معتصم باللہ کے کارندوں نے جب حاضرین مجمع کا اندازہ کیا۔ تو شرکاء درس کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار پہنچی' عجلی نے فرمایا کہ میں خود شیخ عاصم کی مجلس درس میں حاضر ہوا تھا۔ اس دن لوگوں نے حاضرین کا اندازہ لگایا تو ایک لاکھ ۶۰ ہزار انسانوں کا مجمع تھا۔

اللہ اکبر! یہ بے پناہ مقبولیت' یہ قلوب بنی آدم کی جاذبیت اس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ آپ آخر عمر میں بغداد سے پھر اپنے وطن واسطہ چلے گئے اور ۱۵ رجب ۲۲۱ھ کو واسطہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب)

۱۳۲۔ حضرت علی بن بکار بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو الحسن علی بن بکار کا لقب محدث زاہد ہے۔ انکا اصلی وطن بصرہ ہے مگر یہ لشکر مجاہدین کے ساتھ طرطوس' ومصیصہ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے تھے۔

امام اوزاعی و ابراہیم بن ادہم وغیرہ اولیائے محدثین کے شاگرد ہیں اور ابو صالح فراء وسلمہ بن ابی شبیب وغیرہ مشائخ حدیث کے استاد ہیں اور امام نسائی نے بھی ایک حدیث ان سے روایت کی ہے۔

ان کا دل خوفِ الٰہی سے لبریز تھا دن رات روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ موسیٰ بن طریف کا بیان ہے کہ ساری رات نوافل میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ عمر بھر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔

حضرمی کا قول ہے کہ انہوں نے ۲۰۷ھ میں وصال فرمایا اور ابن سعد نے کہا کہ انکا سن وفات ۲۰۸ھ ہے مگر ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ ۱۹۹ھ میں بمقام مصیصہ شہید ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۳-حضرت عبدان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام ونسب عبداللہ بن عثمان بن جبلہ ازدی عتکی ہے مگر یہ عام طور پر عبدان کے لقب سے بہت زیادہ مشہور ہیں۔ بہت نامور و ماہر حدیث محدث ہیں۔ عبداللہ بن مبارک و شعبہ و حماد بن زید وغیرہ اساتذۂ حدیث سے اس علم کو حاصل کیا اور ہزاروں محدثین ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ امام بخاری نے بھی ان کی شاگردی اختیار فرمائی اور ایک سو دس حدیثیں ان سے روایت فرمائی ہیں۔

عبدان بہت ہی سخی تھے۔ اپنی زندگی میں دس لاکھ درہم طلبہ و محدثین پر خرچ کیا اور عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابوں کو اپنے قلم سے لکھ ڈالا حاکم نے ان کو اپنے دور کا امام الحدیث لکھا اور ابو رجاء محمد بن حمدویہ نے ان کو ثقہ' سچا' معتمد حافظ حدیث تحریر کیا۔

یہ بالوں میں خضاب کا شوق فرماتے تھے اور خوش پوشاک بھی تھے! سرکاری عہدوں سے انتہائی نفرت کرتے تھے اور امراء و سلاطین کے قرب سے حد درجہ بیزار رہتے تھے۔ عبداللہ بن طاہر نے ان کو جوز جان کا قاضی بنانا چاہا مگر انہوں نے انتہائی بے پرواہی سے اس عہدہ کو ٹھکرا دیا۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ مرو (خراسان) میں عبدان کی درسگاہ علم حدیث کے طالب علموں کا مرجع تھی۔

۲۲۱ھ میں ۷۶ برس کی عمر پا کر اپنے وطن مرو میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۴-حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام ونسب عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب ہے۔ اپنے دادا

قعنب کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے قعنبی کہلاتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے پھر بصرہ کو اپنا وطن بنالیا۔ آخر عمر میں مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ۶ محرم ۲۲۱ھ کو وصال فرمایا۔

انہوں نے بہت سے مشائخ کی درس گاہوں سے علمی استفادہ کیا ہے۔ مگر چونکہ ۸ برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر علم حدیث پڑھا اور ان سے موطا کی روایت بھی کی اس لئے امام مالک کے خاص شاگردوں میں ان کا شمار ہے۔ یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ میری نظر میں خدا کی رضا کے لئے دو ہی شخص احادیث کا درس دیتے ہیں ایک وکیع دوسرے قعنبی۔

ایک مرتبہ قعنبی بصرہ سے مدینہ منورہ آئے تو امام مالک نے اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ اٹھو! چلو! ایک ایسے شخص کو سلام کر آئیں جو اس وقت روئے زمین پر بہترین انسانوں میں سے ہے۔

امام مالک خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت قعنبی سے زیادہ افضل و بہتر کوئی شخص طواف نہیں کرتا ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو مجھ سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم قعنبی سے حدیث کا علم حاصل کرو۔

قعنبی علم و عمل و زہد و تقویٰ کے جامع اور صاحب کرامت و مستجاب الدعوات تھے اور اکثر لوگوں کو یہ یقین تھا کہ یہ اولیاء اللہ کے طبقہ ابدال میں سے ہیں اور ان کی بزرگی و افضیلت پر تو تمام اہل زمانہ کا اتفاق تھا۔ (بستان المحدثین)

۱۳۵۔ حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز قشیری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابونصر ہے یہ چونکہ بغداد میں کھجوروں کی تجارت کرتے تھے اس لئے ابونصر تمار (کھجور والا) کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں یہ امام مسلم کے استادوں میں سے ہیں۔ ابن سعد نے فرمایا کہ یہ نہایت ہی سچے اور قابل اعتماد محدث ہیں اور علم و فضل اور تقویٰ و عبادت کی کثرت کے اعتبار سے اپنے دور کے بہت ہی بلند مرتبہ عالم دین ہیں۔

خلق قرآن کے فتنے میں یہ بھی قید میں ڈالے گئے اور امام احمد بن حنبل کی طرح عباسی حکومت نے ان کو بھی کوڑے لگوائے تھے۔ مگر امام احمد بن حنبل ہی کی طرح یہ بھی صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر حق پر ثابت قدم رہے۔

اہل بغداد عام طور پر ان کو ولیٔ کامل اور ابدال سمجھتے تھے اور ان کے فیوض و برکات سے فیض اٹھاتے تھے۔ آخر عمر میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی مگر اس حالت میں بھی درس حدیث و کثرت عبادت کے معمولات میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا ۲۲۸ھ میں اکیانوے برس کی عمر پا کر بغداد میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۶-حضرت علی بن الجعد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو الحسن علی بن جعد کا وطن بغداد ہے۔ امام مالک و شعبہ و سفیان ثوری وغیرہ اماموں کی درس گاہوں کے فاضل حدیث ہیں اور امام احمد بن حنبل و امام بخاری و یحییٰ بن معین و امام ابو داؤد وغیرہ ائمہ حدیث کے شیخ الحدیث و استاد ہیں۔ ان کا حافظہ نہایت قوی تھا اور یہ اپنے حفظ سے زبانی احادیث سنایا کرتے تھے۔ موسیٰ بن داؤد کا قول ہے کہ میں نے علی بن جعد سے بڑھ کر کوئی حدیثوں کا حافظ نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں تیس برس سے زیادہ مدت تک علی بن جعد کی خدمت میں احادیث لکھتا رہا۔ مگر اتنی طویل مدت میں کوئی فعل خلاف سنت ان سے صادر ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا اور یقیناً علی بن جعد عالم ربانی تھے۔

ابو زرعہ ابو حاتم وغیرہ نے ان کو صادق و صالح اور ٹھوس علم والا بتایا عبادت کی کثرت و صاحب کرامت ہونے میں بھی ان کی شہرت تھی۔

ابو اسرائیل محدث نے علی بن جعد کے جنازہ پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اے لوگو! یہ وہ باکرامت عالم ربانی ہیں کہ انہوں نے ساٹھ برس تک صوم داؤدی رکھا ہے یعنی ایک دن کا ناغہ دے کر ہمیشہ ساٹھ برس تک روزہ رکھتے رہے ہیں۔

۱۳۲ھ میں ان کی ولادت ۲۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۷-حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کا وطن سمرقند ہے۔ امام بندار کا قول ہے کہ حفاظ دنیا چار ہی شخص ہیں۔ محمد بن اسماعیل بخاری بخارا میں' اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقند میں' ابو زُرعہ رے میں' اور مسلم بن الحجاج نیشاپور میں۔

محمد بن ابراہیم بن منصور شیرازی کا بیان ہے کہ امام دارمی عقل و حفظ میں اعلیٰ اور حلم و زہد و عبادت میں تو ضرب المثل تھے۔

آپ نے علم حدیث بڑے بڑے جلیل القدر اماموں سے حاصل کیا اور آپ کی جلالت علم کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام بخاری و امام مسلم و امام ترمذی و امام ابو داؤد و امام ابو زُرعہ جیسے حدیث کے پہاڑوں نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔

سمرقند میں آپ کی درس گاہ علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مرجع خلائق اور آپ کی ہستی علم حدیث کے طالب علموں کا ملجا و ماویٰ تھی۔

آپ امام حدیث ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجے کے فقیہ اور انتہائی ماہر مفسر بھی تھے۔ خطیب نے تحریر فرمایا کہ آپ کی ذات علمی سفر کرنے والوں کا مرجع اور آپ صدق و تقویٰ اور زُہد و قناعت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔

بادشاہِ وقت نے آپ کو قاضی بننے پر مجبور کر دیا تو آپ بڑی مشکل سے سلطان کی بات رکھنے کے لئے قاضی بن گئے۔ مگر صرف ایک ہی مقدمہ کا فیصلہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

۸ ذوالحجہ ۲۵۵ میں ۷۴ برس کی عمر پا کر آپ نے وصال فرمایا اور ۹ ذوالحجہ کے دن آپ مدفون ہوئے۔

اسحاق بن احمد کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کی خدمت میں حاضر تھا کہ ناگہاں ان کے پاس امام دارِمی کے انتقال کا خط آیا۔ امام بخاری نے خط پڑھ کر سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھایا اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار ان کے رخسار پر بہنے لگی

اور فوراً یہ شعر پڑھ کر رونے لگے ؎

ان تبق تفجع بالاحبه کلهم

وفناء نفسک لا اباتک افجع

اسحاق بن احمد کہتے ہیں کہ امام بخاری ان اشعار کے علاوہ جو احادیث میں آئے ہیں کبھی کوئی شعر نہیں پڑھتے تھے۔ مگر امام دارمی کی وفات پر دردناک و رقت انگیز لہجے میں انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۸- حضرت عمر بن ابراہیم بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوبکر عمر بن ابراہیم بغدادی کا لقب ابو الآذان ہے۔ یہ حدیث میں اسماعیل بن مسعود جحذری و ابو کریب و علی بن شعیب سمسار وغیرہ کے شاگرد اور امام نسائی وغیرہ محدث کے استاد ہیں۔ خلیلی و خطیب نے ان کو ثقہ فرمایا اور ان کے حفظ کی مدح فرمائی اور اسماعیل نے ان کو صاحب تقویٰ و عبادت اور باکرامت محدث بتایا اور ان کا ایک واقعہ نقل کیا کہ یہ ایک یہودی سے مناظرہ کر رہے تھے یہودی اپنی ہٹ دھرمی سے حق کو تسلیم نہیں کرتا تھا اس لئے جلال میں آ کر آپ نے فرمایا کہ اے یہودی چل! ہم دونوں مباہلہ کرلیں اور دونوں اپنا اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیں جو حق پر ہو گا وہ نہیں جلے گا چنانچہ یہ کہہ کر آپ نے آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آپ کا ہاتھ بالکل نہیں جلا مجبوراً یہودی نے بھی اپنا ہاتھ آگ میں ڈالا تو وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۳۹- حضرت عبداللہ حارثی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابومحمد عبداللہ حارثی بخاری کا لقب عبداللہ استاذ ہے۔ علم حدیث کے لئے آپ نے حجاز و خراسان وغیرہ کے بڑے بڑے شہروں کا سفر کیا اور علمی مرکزوں میں پہنچ کر بڑے بڑے نامور شیوخ سے احادیث کی روایت کی علم فقہ آپ نے ابوحفص صغیر سے سیکھا۔ ابو حفص صغیر اپنے والد ماجد ابوحفص کبیر کے شاگرد ہیں جو امام محمد (شاگرد امام ابو حنیفہ)

کے شاگرد ہیں۔

عبداللہ حارثی بہت کثیر حدیثوں کے حافظ تھے آپ مسند امام ابو حنیفہ کے جامع ہیں اور اپنے زمانے میں فقہائے حنفیہ کے امام ہوئے۔

آپ ان فقہائے محدثین میں سے ہیں جن کو روئے زمین پر مقبولیت کی کرامت حاصل ہوئی۔ منقول ہے کہ آپ جب اپنی کتاب کشف الاثار الشریفة فی مناقب الامام ابی حنیفة کا بغداد میں املاء کراتے تھے، تو آپ کی مجلس درس میں چار سو مستملی (شیخ کی آواز کو دور دور تک پہنچانے والے) ہوتے تھے۔ غور کیجئے کہ جب مستملیوں کی یہ تعداد ہوتی تھی تو سامعین کی تعداد کتنی ہوتی ہوگی؟

پھر جب مناقب امام ابو حنیفہ کے سامعین کا یہ عالم تھا تو پھر بھلا مسند امام ابو حنیفہ کے درس کے حاضرین کی تعداد کس قدر ہوتی ہوگی۔ ۳۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ)

۱۴۰- حضرت عیاض قاضی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو الفضل اور نام ونسب عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی ہے اور عام طور پر قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا خاندان دراصل یمنی ہے مگر آپ چونکہ شہر سبتہ میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ کی پرورش بھی ہوئی اس لئے آپ سبتی بھی کہلاتے ہیں۔

پہلے اپنے شہر کے فاضلوں سے علم کی تحصیل کی۔ پھر اندلس کا سفر کیا اور وہاں ابن حمدین وابن الحاج و ابو علی صدفی و ابن عتاب وغیرہ باکمال فقہا و محدثین سے علم فقہ و حدیث و دیگر علوم کو حاصل کیا اور خاص کر فقہ و حدیث ونحو وشعر گوئی ان چار علوم میں کمال پیدا کیا۔

آپ بڑی بڑی مفید کتابوں کے مصنف بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک کتاب مشارق الانوار علی صحاح الاثار ہے کہتے ہیں کہ یہ کتاب اس درجے کی ہے کہ اگر اس کو آب زر

سے لکھا جائے اور موتی و جواہر سے تولا جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آپ کی کتاب اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم بھی بہت نادر و بے حد مقبول کتاب ہے۔ اسی طرح کی تقریباً آٹھ دس کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں مگر ان سب کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول کتاب آپ کی تصنیف کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کتاب عجیب ایمان افروز ہے کہ اس کے پڑھنے سے روح میں بالیدگی اور ایمان میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے اور صاحب ایمان کا سینہ محبت رسول کا مدینہ بن جاتا ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کے لئے یہ واقعہ اطمینان بخش سند ہے کہ آپ کے بھتیجے نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میرے چچا قاضی عیاض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سونے کے تخت پر ایک ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اس خواب کے دیکھنے سے ان پر دہشت طاری ہو گئی پھر طرح طرح کا وہم ہونے لگا کہ بھلا میرے چچا (قاضی عیاض کو اتنا بڑا مرتبہ کیوں اور کیسے مل گیا؟ کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتنے مقرب ہو کر ایک ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں)۔ قاضی عیاض نے اپنے کشف سے بھتیجے کے دل کی کیفیت اور اس کے خطرات کو معلوم کر لیا۔ پھر بھتیجے کو قریب بلا کر بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا کہ میرے فرزند! تم میری کتاب شفا کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور اس کو اپنے عقائد و اعمال میں حجت بناؤ۔

اس کلام میں آپ نے اشارہ فرما دیا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت حاصل ہوا ہے کتاب الشفاء کی مدح میں شعراء نے بڑے بڑے عجیب قصائد اور نادر نادر قطعات لکھے ہیں چنانچہ لسان الدین خطیب تلمسانی کے قصیدہ کے چار شعر یہ ہیں۔

شِفَاءُ عَیَاضٍ لِلصُّدُوْرِ شِفَاءٌ   وَلَیْسَ لِلْفَضْلِ قَدْ حَوَاهُ خَفَاءٌ

قاضی عیاض کی شفاء دلوں کی شفاء ہے اور جس فضیلت کو اس کتاب نے جمع کیا وہ کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے۔

وَفٰی لِنَبِیِّ اللّٰهِ حَقُّ وَفَائِهٖ   وَاکْرَامُ اَوْصَافِ الْکِرَامِ وَفَاءٌ

انہوں نے اللہ کے نبی کے حق کو پورا پورا ادا کر دیا اور بزرگوں کے اوصاف میں

سب سے بڑا وصف وفا ہی تو ہے۔

وَحَقِ رَسُوْلِ اللهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ رَعَاهُ وَاِغْفَالُ الْحُقُوْقِ جفَاء"

مجھے رسول خدا کے حق کی قسم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انہوں نے آپکے حق کی رعایت کی اور حقوق سے غفلت برتنا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

هُوالاَثرُوا الْمَحْمُوْدُ لَيْسَ يَنَالُهُ دُثُوْر" وَّلاَ يَخْشٰى عَلَيْهِ عَفَاء"

یہ ایک ایسا پسندیدہ نشان ہے جس پر کبھی پرانا پن نہیں آ سکتا اور نہ اس کے مٹ جانے کا خوف کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ابو الحسین عبداللہ بن احمد بن عبدالمجید ازدی زبذی کا قصیدہ بھی بڑا ہی کیف آور ہے دو شعر اس قصیدے کے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

كِتَابُ الشِّفَآءِ شِفَاءُ الْقُلُوْبِ قَدِ ائتلفت شَمسُ بُرْهَانِهٖ

کتابُ الشفاء دلوں کی شفا ہے اور بلا شبہ اس کی دلیل کا آفتاب چمک اٹھا ہے۔

فَاكْرِمْ ثُمَّ اكْرِم بِهٖ وَاَعْظِمْ مُدَى الدَّهْرِ مِنْ شَانِهٖ

پس تم بار بار اس کی تعظیم و اکرام کرتے رہو۔ اور قیامت تک اس کی عظمت شان کو بڑھاتے رہو۔

قاضی عیاض ۴۹۶ھ میں بمقام سبتہ تولد ہوئے اور ۵۴۴ھ میں مراکش میں وفات پائی۔
(بستانُ المحدثین)

۱۴۱۔ حضرت غندر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام محمد بن جعفر اور وطن بصرہ ہے۔ آپ قبیلہ ہذیل کے آزاد کردہ غلام تھے اس لئے ہذلی بھی کہلاتے ہیں۔ غندر آپ کا لقب ہے۔ غندر کے معنی بہت زیادہ شور مچانے والا یہ لقب ابن جریج محدث نے آپ کو دیا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ ابن جریج محدث جب بصرہ میں تشریف لائے اور حسن بصری سے روایت کرتے ہوئے ایک حدیث سنائی تو سامعین نے بڑے زور و شعور کے ساتھ اس حدیث کے بارے میں پوچھ

کچھ شروع کی اور محمد بن جعفر سب سے زیادہ زور زور سے چلا چلا کر سوال و جواب کرنے لگے تو ابن جریج نے ان کو ڈانٹ کر فرمایا کہ اُسکت یا غُنْدُر یعنی اے شور مچانے والے خاموش ہو جا! اسی دن سے غندرؔ آپ کا لقب ہو گیا اور یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ حدیث کی سندوں میں آپ کا نام بہت کم آتا ہے۔ اکثر سندوں میں آپ کا لقب غندر ہی استعمال ہوتا ہے۔

آپ علم حدیث میں سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و شعبہ و علی بن مدینی وغیرہ جلیل القدر محدثین کے شاگرد رشید ہیں اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔

عبادت و تقویٰ میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کی ایک باکرامت عبادت یہ ہے کہ آپ نے مسلسل ۵۰ برس تک صوم داؤدی رکھا یعنی پورے پچاس برس تک ایک دن روزہ رکھا اور ایک دن افطار کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۹۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (نووی)

۱۴۲-حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو علی فضیل بن عیاض بن مسعود بشر تمیمی خراسانی بہت نامور محدث اور مشہور اولیاء میں سے ہیں۔ یہ پہلے بہت زبردست ڈاکو تھے فضل بن موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ ڈاکہ ڈالنے کے لئے کسی مکان کی دیوار پر چڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے مالکِ مکان قرآنِ مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ ناگہاں فضیل بن عیاض نے یہ آیت سنی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ یعنی کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے نرم پڑ جائیں؟ یہ آیت فضیل بن عیاض کے کان میں پڑی اور تاثیر ربانی کا تیر بن کر دل میں چبھ گئی اور اتنا اثر ہوا کہ یہ خوف خداوندی سے کانپنے لگے اور بلا اختیار ان کے منہ سے نکل گیا کہ کیوں نہیں! اے میرے پروردگار! اب اس کا وقت آ گیا چنانچہ آپ روتے ہوئے دیوار سے اتر پڑے اور رات میں ایک سنسان گرے پڑے مکان کے کھنڈر میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں ایک قافلہ آ

کرٹھہرا قافلے والے آپس میں کہنے لگے کہ رات کو سفر مت کرو اور یہاں پر ٹھہر جاؤ کیونکہ فضیل بن عیاض ڈاکو اسی اطراف میں رہتا ہے آپ قافلے والوں کی باتیں سن کر اور زیادہ رونے لگے ہائے! افسوس میں کتنا بڑا گنہگار ہوں کہ میرے خوف سے اُمت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قافلے رات میں سفر نہیں کرتے اور گھروں میں عورتیں میرا نام لے کر بچوں کو ڈراتی ہیں۔ آپ نے اُسی جگہ روتے روتے صبح کر دی اور سچی توبہ کر کے خدا سے یہ عہد کر لیا کہ اب ساری زندگی بیت اللہ شریف کی مجاوری اور عبادت میں گزاروں گا۔ چنانچہ پہلے آپ نے علم حدیث پڑھنا شروع کیا اور امام اعمش و امام جعفر صادق و منصور و عبیداللہ بن عمر وغیرہ اولیائے محدثین کی شاگردی اختیار کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ ایک صاحبِ فضیلت محدث ہو گئے اور خود بھی حدیث کا درس شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ کی درس گاہ حدیث میں تعلیم حاصل کرنے والے امام شافعی و عبداللہ بن مبارک و سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ و یحیٰ بن سعید قطان وغیرہ جیسے ائمہ حدیث ہوئے جو آسمان علم و فضل پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ خلیفہ بغداد ہارون رشید کہا کرتا تھا کہ میں نے علماء میں امام مالک سے زیادہ با رعب اور فضیل بن عیاض سے بڑھ کر پرہیز گار کسی کو نہیں دیکھا۔

فضیل بن عیاض کے خادم اشعث کا بیان ہے کہ فضیل بن عیاض کے دل میں اس قدر خوفِ الٰہی تھا کہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے کہ حاضرین مجلس کو رحم آنے لگتا تھا جس دن فضیل بن عیاض کا انتقال ہوا تو امام وکیع بول اٹھے کہ آج خوف الٰہی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

آپ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں مستقل طور پر معتکف ہو گئے تھے اور آخر عمر میں درس حدیث بند کر کے حرمِ الٰہی میں عبادت گزاری اور رات دن گریہ وزاری کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ بدن پر دو کپڑوں کے سوا کوئی سامانِ دنیا آپ کے پاس نہیں تھا اور اسی حالت میں محرم ۱۸۷ھ آپ کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۴۳- حضرت قاسم بن محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ جب ان کے والد محمد بن ابی بکر شہید کر دیئے گئے تو یہ اپنی پھوپھی حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش میں رہنے لگے۔

آپ اکابر تابعین میں سے ہیں اور مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء میں آپ کا شمار ہے اور اپنے زمانے میں علم و عمل کے لحاظ سے آپ تمام اہل مدینہ میں سب سے افضل مانے جاتے تھے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ ہم لوگ قاسم بن محمد سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں سمجھتے تھے۔ ابو الزناد نے فرمایا کہ قاسم بن محمد سے بڑھ کر کوئی احادیث کا جاننے والا میری نظر میں نہیں آیا۔

یہ حدیث میں اپنے والد محمد بن ابوبکر اور اپنی پھوپھی حضرت بی بی عائشہ و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس و امیر معاویہ و ابوہریرہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کثیرہ کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ میں امام شعبی و سالم بن عبداللہ و امام زہری وغیرہ سینکڑوں تابعین و تبع تابعین محدثین ہوئے۔

آپ حدیث کی روایت بہت کم کرتے تھے زیادہ تر خاموش رہتے اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔

مزاج میں انکسار و تواضع کی خصلت بھی تھی ابن اسحاق نے آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دیہاتی نے آپ سے مسجد نبوی میں سوال کیا کہ آپ کا علم زیادہ ہے یا سالم بن عبداللہ کا؟ آپ سبحان اللہ کہہ کر خاموش ہو گئے مگر دیہاتی بار بار یہی سوال کرتا رہا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم یہ سوال سالم بن عبداللہ سے کرو اور آپ فوراً مسجد سے باہر نکل گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ آپ علم میں سالم بن عبداللہ سے بڑھ کر تھے مگر آپ نے دیہاتی کو اس لئے جواب نہیں دیا کہ اگر آپ یہ کہتے کہ میرا علم زیادہ ہے تو اس میں اپنی بڑائی کا اظہار ہوتا اور اگر یہ کہہ دیتے کہ سالم بن عبداللہ کا

علم زیادہ ہے تو یہ جھوٹ اور غلط ہوتا۔

آپ شریعت و طریقت دونوں کے امام تھے اور بہت ہی عابد و زاہد اور با کرامت صاحب ولایت تھے۔ آپ نے فیض باطنی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا اور آپ کے خلیفہ و جانشین ہیں چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ کے شجرہ میں آپ کا نامِ نامی و اسم گرامی مذکور ہے۔

مدینہ منورہ میں ۱۰۱ھ میں یا ۱۰٦ھ میں آپ نے وصال فرمایا اور جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۴۴-حضرت قاسم بن مخیمرہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عروہ قاسم بن مخیمرہ ہمدانی کوفی عبداللہ بن عمرو و ابو سعید خدری وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور علقمہ بن مرثد و ابو اسحاق سبیعی و امام اوزاعی وغیرہ محدثین کرام کے استاد ہیں۔ یہ کوفہ میں لوجہ اللہ حدیث کا درس دیتے تھے اور تجارت کی کمائی سے گزر بسر کرتے تھے۔ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے ان کی تنخواہ مقرر فرما دی تو ان کو بڑی خوشی یہ ہوئی کہ الحمد للہ! میں اب تجارت سے بے نیاز ہو کر سارا وقت درس حدیث میں صرف کروں گا۔

ابن حبان نے ان کو ثقہ محدث لکھ کر فرمایا کہ یہ اپنے زمانے میں علم و عمل کے اعتبار سے افضل الناس تھے اور کثرتِ عبادت میں کوفہ کے صالحین میں بہت ممتاز تھے۔

آخر عمر میں کوفہ سے شام چلے گئے اور مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد میں مصروف ہو گئے اور اسی حال میں ۱۰۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۴۵-حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن یہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں اور حدیث میں اپنے والد اور دادا کے علاوہ عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم سے تلمذ رکھتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں ابو اسحاق سبیعی وعبداللہ بن محیریز وعطاء بن سائب وغیرہ معتبر محدثین ہیں۔

ابن سعد نے ان کو ثقہ وکثیر الحدیث باوقار تابعی لکھا ہے۔ یہ کوفہ کے قاضی بھی تھے لیکن اپنے اس عہدہ کی کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔

محارب کا قول ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے بیت المقدس تک سفر میں ان کے ساتھ رہے تو ہم نے نماز کی کثرت اور سخاوت وخاموشی وغیرہ صفات حمیدہ میں ان کو سب سے افضل پایا۔ ۱۲۰ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۴۶۔ حضرت قاسم بن سلام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبید قاسم بن سلام کا لقب قاضی وفقیہ ہے ان کی جائے پیدائش ہرات ہے مگر بغداد کو اپنا وطن بنا لیا تھا اس لئے بغدادی کہلاتے ہیں۔

انہوں نے یحییٰ بن سعید قطان وعبداللہ بن مبارک ووکیع بن الجراح بن عیینہ تابعی محدثین سے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے اور ان کے شاگردوں کی جماعت بھی بہت کثیر ہے جن میں سعید ابن ابی مریم بہت نمایاں ہیں اور خود قاسم بن سلام نے بھی سعید بن ابی مریم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

ہلال بن علاء رقی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار آدمیوں کو پیدا فرما کر بہت بڑا احسان فرمایا اور یہ چاروں آدمی اپنے اپنے زمانے میں اس امت پر بڑے بڑے انعام ربانی کا مظہر تھے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، ویحییٰ بن معین، و قاسم بن سلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ امام حربی نے فرمایا کہ قاسم بن سلام کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ گویا ایک علم وعمل کا پہاڑ ہے جس میں روح پھونک دی گئی ہے۔

یہ اٹھارہ برس تک طرطوس کے قاضی بھی رہے۔ امام ابو بکر انباری کا بیان ہے کہ قاسم بن سلام رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات میں نماز تہجد ونوافل پڑھتے، اور ایک تہائی رات میں کتابیں تصنیف فرماتے،

اس لئے آپ کی تصنیفات بھی کافی تعداد میں ہیں۔ قاضی بن جانے کے بعد فرصت نہیں ملتی تھی اس لئے درس حدیث بند کر دیا تھا۔ آخری عمر میں حج کے لئے گئے اور مکہ معظمہ ہی میں ۲۲۴ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۴۷-حضرت قدوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو الحسین اور نام و نسب احمد بن محمد بن احمد جعفر بن حمدان ہے۔ بغداد کے ایک گاؤں ''قدورہ'' کے رہنے والے تھے اس لئے قدوری کہلاتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ قدور (ہانڈیوں) کی تجارت کرتے تھے اس لئے قدوری کہلاتے ہیں۔

یہ بغداد بلکہ پورے عراق میں علماء حنفیہ کے مسلم الثبوت امام تھے اور علم فقہ و حدیث میں اپنے دور کے بہت ہی باکمال فقیہ و محدث تھے۔ یہ فقہ میں ابو عبداللہ محمد بن یحیٰ جرجانی فقیہ کے شاگرد ہیں۔ جو امام کرخی کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ اور علم حدیث میں تو یہ اس قدر بلند مرتبہ اور نامور شیخ حدیث تھے کہ خطیب بغدادی نے ان کی درس گاہ میں زانوائے تلمذ تہ کیا اور برسوں ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرتے رہے۔ قدوری بہت بڑے مناظر بھی تھے چنانچہ انہوں نے شیخ ابو حامد اسفرائنی فقیہ شافعی سے مناظرہ بھی کیا تھا۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں مختصر القدوری بہت مشہور ہے جو آج تک عرب و عجم کے مدارسِ اسلامیہ میں داخل درس ہے۔

یہ بہت ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار بھی تھے اور دن رات تلاوت قرآنِ مجید فرماتے رہتے تھے۔ اہل عراق ان کا بے حد احترام کرتے اور ان کو عراق کے بڑے صالحین و عابدین میں شمار کرتے تھے ۴۲۸ھ میں شہر بغداد کے اندر آپ کی وفات ہوئی پہلے اپنے مکان ہی میں دفن کئے گئے پھر کچھ دنوں کے بعد آپ کے جسم مبارک کو قبر سے نکال کر شارع منصور میں ابوبکر خوارزمی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

۱۴۸-حضرت کثیر بن عبید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

امام ابو الحسن کثیر بن عبید حمصی کا لقب حذاء (جوتے کی تجارت کرنے والا) ہے یہ بقیہ بن الولید و سفیان بن عینیہ و وکیع بن الجراح وغیرہ نامور محدثین کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ان کے علم و فضل کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام ابو داؤد و امام نسائی و امام ابن ماجہ و ابو زُرعہ وغیرہ محدثین کرام نے ان کی درس گاہ میں حاضری دے کر علم حدیث حاصل کیا۔

یہ نہایت ثقہ و صالح محدث اور عبادت و ریاضت کے اعتبار سے خدا رسیدہ عابد و صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

ساٹھ برس تک مسلسل حمص کی جامع مسجد کے امام و خطیب رہے مگر کبھی سجدۂ سہو کی حاجت نہیں پڑی۔ لوگوں نے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں جب مسجد کے پھاٹک میں قدم رکھتا ہوں تو غیر اللہ کا خیال اپنے دل سے نکال کر مسجد میں داخل ہوتا ہوں ۲۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۴۹-حضرت کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام و نسب عبید اللہ بن حسین بن دَلال ہے اور کنیت ابو الحسن ہے کرخ بغداد کے قریب میں ایک گاؤں ہے اس کی طرف نسبت ہونے سے کرخی کہے جاتے ہیں۔

یہ علم فقہ میں ابو سعید بردعی کے شاگرد ہیں جو امام ابو حنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کے شاگرد تھے اور ان کے شاگردوں میں ابو بکر رازی و علی تنوخی و ابو علی شاشی و ابو عبد اللہ دامغانی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

یہ فقہائے حنفیہ میں امام کا درجہ رکھتے ہیں اور ابو حازم و ابو سعید بردعی کے بعد یہ رئیس الحنفیہ تھے۔ انہوں نے جامع صغیر و جامع کبیر کی شرح بھی تحریر فرمائی ہے۔

یہ بہت ہی پاکدامن، قناعت پسند اور متوکل تھے اور صوم و صلوٰۃ کی کثرت و نفلی عبادت میں بھی مشہور و معروف تھے۔ آخری عمر میں ان کو فالج کی بیماری ہوگئی تو ان کے

شاگردوں نے امیر سیف الدولہ بن حمدان کے پاس درخواست بھیجی کہ امام کرخی کے علاج کے لئے شاہی خزانہ سے کچھ رقم عطا کی جائے۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ بستر بیماری پر رو رو کر دعا کرنے لگے کہ یا اللہ! جس طرح تو نے اب تک مجھے شاہی خزانہ کی رقم سے بچایا آخری وقت میں بھی ایسی رقم سے میرے دامن کو داغدار ہونے سے بچالے۔ امیر سیف الدولہ نے درخواست پاتے ہی دس ہزار درہم فوراً بھیجا مگر یہ رقم پہنچنے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ ۲۶۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۳۴۰ھ میں خاص شب برأت کی مقدس رات میں آپ نے وفات پائی۔ (تبصرۃ الدراء)

۱۵۰- حضرت لیث بن سعد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فقیہ مصر ابو الحارث امام لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی کی جلالتِ شان اور امامت و بزرگی کے احوال بے شمار ہیں ان کی عظمت کیلئے دو بزرگ اماموں یعنی امام شافعی و امام یحیٰ بن بکیر کی یہی شہادت کافی ہے کہ لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے حالانکہ امام شافعی و امام یحیٰ بن بکیر دونوں امام مالک کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں امام مالک کے علم و اتقان و بزرگی و جلالتِ شان سے اچھی طرح واقف ہیں۔

لیث بن سعد ۹۴ھ میں مصر کی ترائی کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ان کے آباؤ اجداد فارسی النسل اصفہان کے رہنے والے تھے۔ یہ بچپن ہی سے نہایت ذہین و محنتی اور علم کے شوقین تھے یہ علم حدیث میں امام زہری، امام نافع و یحیٰ بن سعید انصاری و ہشام و عطا بن ابی رباح وغیرہ سینکڑوں شیوخ حدیث کے شاگرد رشید ہیں اور ان کی درس گاہ علم سے فیض تعلیم پانے والے تلامذہ ہزاروں محدثین ہیں جو اپنے دور میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ لیث بن سعد اپنے زمانے کے سب سے بڑے مفتی اور کثیر الحدیث محدث تھے اور سخاوت و جوانمردی میں تو یہ بے مثال تھے۔ امام احمد بن حنبل علی الاعلان فرماتے تھے کہ ان مصری محدثین میں کوئی بھی لیث بن سعد سے بڑھ کر صحیح حدیثوں کا بیان کرنے والا نہیں ہوا۔ یحیٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ سعید مقبری کے

شاگردوں میں لیث بن سعد زیادہ علم والے ہیں یا ابن ابی ذِئب؟ تو یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ دونوں ٹھیک ہیں مگر لیث بن سعد کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

۱۶۱ھ میں یہ بغداد آئے تو خلیفہ بغداد منصور عباسی نے ان کو مصر کا گورنر بنانا چاہا مگر آپ نے اس عہدہ کو نہایت بے پرواہی سے ٹھکرا دیا۔

ابن ابی مریم محدث کہا کرتے تھے کہ میں نے خدا کے بندوں میں لیث بن سعد سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور علم و عمل و زُہد و تقویٰ و عبادت و سخاوت غرض کوئی بھی ایسی نیکی نہیں ہے جو لیث بن سعد میں موجود نہ ہو۔

آپ طالب علموں کی بہت زیادہ مالی امداد فرماتے تھے۔ منصور بن عمار محدث جب آپ کی ملاقات کے لئے آئے تو آپ نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار نذرانہ پیش فرمایا اسی طرح جب ابن لہیعہ محدث کا گھر جل گیا تو ان کی بھی ایک ہزار دینار سے امداد فرمائی۔ امام مالک نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ میری بچیوں کی شادی میں کپڑا رنگنے کے لئے کچھ عصفر بھیج دیجئے تو آپ نے تیس اونٹوں پر لاد کر عصفر مصر سے مدینہ منورہ بھیج دیا۔ عبداللہ بن صالح بیان کرتے ہیں کہ میں بیس برس تک لیث بن سعد کی خدمت میں رہا وہ دن یا رات کا کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک طلباء و علماء کی ایک جماعت آپ کے دسترخوان پر نہ بیٹھ جائے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ روزانہ تین سو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آپ کی جائیدادوں کی آمدنی اسی ہزار دینار سالانہ تھی مگر انہی سخاوتوں کی وجہ سے آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ شعبان ۱۷۵ھ میں یہ سعید روح عالم بالا کو روانہ ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ونووی واکمال)

۱۵۱-حضرت محمد بن حنفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام محمد بن امیر المومنین حضرت علی ہے اور آپ کی کنیت ابو القاسم ہے بعضوں نے آپ کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر الحنفیہ لکھا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی والدہ جنگ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں اور بنو حنیفہ کی باندی تھیں اس لئے حنفیہ کہلاتی ہیں۔

آپ علم حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امیر المومنین بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ میں خود آپ کے فرزند ابراہیم بن محمد بہت بلند مرتبہ محدث ہوئے ہیں۔

اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان کو بادشاہِ روم نے خط لکھا اور دھمکی دی کہ تم مجھے خراج دو۔ ورنہ میں ایک لاکھ فوج خشکی کے راستے اور ایک لاکھ فوج دریا کے راستے بھیج کر تمہاری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا عبدالملک بن مروان حیران تھا کہ میں اس خط کا کیا جواب دوں؟ آخر اس نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو خط لکھا کہ تم ایسا ہی دھمکیوں سے بھرا ہوا ایک خط محمد بن الحنفیہ کو لکھو کہ وہ میری بیعت کر لیں اور وہ اس خط کا جو جواب تحریر کریں اس کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے محمد بن الحنفیہ کو خط لکھا کہ تم امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لو ورنہ میں ایک لاکھ فوج خشکی کے راستے اور ایک لاکھ فوج دریا کے راستے بھیج کر مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اور تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو غارت کر دوں گا۔ محمد بن الحنفیہ نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اے حجاج! اللہ عزوجل اپنی مخلوق پر روزانہ تین سو نوے مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور مجھے یہی امید ہے کہ اللہ عزوجل کی ایک نظر رحمت مجھے تیری اتنی بڑی فوج سے بچانے کے لئے کافی ہے! حجاج نے محمد بن الحنفیہ کا خط عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا اور عبدالملک بن مروان نے یہی جواب بادشاہ روم کو لکھا تو بادشاہ روم نے لکھا اے عبدالملک یہ تیرا جواب نہیں ہے اور نہ تو کبھی ایسا جواب لکھ سکتا تھا۔ خدا کی قسم یہ جواب تو کسی اہل بیت نبوت ہی کا ہوسکتا ہے۔

محمد بن الحنفیہ کی شجاعت و سخاوت اور عبادت و کرامت کے احوال اس قدر کثیر ہیں کہ ان کو لکھنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ نے ۸۱ھ میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ پینسٹھ برس کی عمر شریف ہوئی۔

(اکمال و طبقات شعرانی وغیرہ)

۱۵۲-حضرت مطرف بن عبداللہ شخیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ قبیلہ بنی عامر کے خاندان سے ہیں اور بصرہ آپ کا وطن ہے اس لئے عامری و بصری کہلاتے ہیں۔ بہت ہی بزرگ تابعی ہیں اور حدیث میں حضرت ابو ذر غفاری و عثمان بن ابی العاص وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت طویل ہے جس میں سینکڑوں اولیائے محدثین ہیں!

صبر و شکر اور تسلیم و رضا میں اپنے زمانے کے بے مثال عالم ربانی تھے آپ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تو خوب داڑھی میں تیل کنگھی کر کے اور بہترین پوشاک پہن کر بیٹھے لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اس مصیبت پر غمگین ہو کر گھر میں بیٹھ رہوں؟ میں اپنے رب کریم کی مرضی پر راضی ہوں اور اس کے حکم پر صابر و شاکر ہوں! آپ بہت ہی صاحب کرامات تھے جب اکیلے اپنے مکان میں بیٹھتے تو مکان کی ایک ایک اینٹ آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی ظالم نے آپ کو بہت زیادہ ستایا۔ آپ برابر صبر کرتے رہے مگر جب وہ اپنے ظلم سے باز نہیں آیا تو آپ نے بددعا فرمائی کہ الٰہی اس کو فوراً ہی موت دے دے۔ چنانچہ وہ ظالم فوراً ہی مر گیا۔ لوگ آپ کو پکڑ کر بصرہ کے گورنر زیاد کے دربار میں لے گئے اور آپ پر قتل کا مقدمہ دائر کر دیا۔ گورنر نے پوچھا کہ کیا انہوں نے مرنے والے شخص کو ہاتھ لگایا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں! گورنر نے کہا کہ پھر ان پر کیا الزام ہے؟ یہ تو ایک اللہ والے کی بددعا ہے جو اس کو لگ گئی ہے اور اس کی تقدیر میں یوں ہی مرنا لکھا تھا۔ گورنر نے آپ کو باعزت بری کر کے رہا کر دیا۔

آپ کی یہ بھی ایک بڑی خاص کرامت تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں سے گفتگو اور سوال و جواب فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میں قبرستان میں گیا تو میں نے سب قبر والوں کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ لیکن جب میں نے ان لوگوں کو سلام کیا تو کسی نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو قبر والوں نے جواب دیا کہ

سلام کا جواب دینا نیکی و عبادت کا کام ہے اور اب ہمیں اس کی طاقت و اجازت نہیں ہے کہ ہم کوئی عبادت کر سکیں عمل کا گھر تو دنیا ہے اور ہم لوگ اب دارِ آخرت کے رہنے والے ہو چکے ہیں!

آپ کی وفات کے بارے میں صاحب اکمال نے اتنا ہی لکھا ہے کہ ۸۷ھ کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ (اکمال وطبقاتِ شعرانی)

۱۵۳-حضرت محمد بن سیرین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابوبکر محمد بن سیرین حدیث میں حضرت ابوہریرہ و ابن عمر و انس بن مالک وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت کثیرہ کے شاگردِ جلیل ہیں اور کبار محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے حدیث کا درس لیا۔

آپ بہت جلیل الشان شیخ المحدثین و صاحبِ فتویٰ تھے اور خواب کی تعبیر میں تو امام الوقت تھے۔ مورِق عجلی کہتے ہیں کہ میں نے تقویٰ میں اعلیٰ درجے کا فقیہ اور فتویٰ میں اعلیٰ درجے کا متقی محمد بن سیرین سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ خلف بن ہشام کا قول ہے کہ محمد بن سیرین کی صورت و سیرت سراپا کرامت تھی۔ آپ کا چہرہ دیکھتے ہی خدا یاد آ جاتا تھا۔ اشعث سے منقول ہے کہ جب محمد بن سیرین سے کسی حلال وحرام کے بارے میں فتویٰ پوچھا جاتا تھا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور ان پر کچھ عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی کہ گویا آپ اس وقت کسی دوسرے عالم میں پہنچ گئے ہیں۔ بالکل خوف وخشیت الٰہی کا پیکر بن کر فتویٰ دیتے تھے۔

خلیفہ بغداد مہدی عباسی کا بیان ہے کہ ہم لوگ محمد بن سیرین کی خدمت میں حاضری دیتے تو وہ ہم لوگوں سے بہت زیادہ دینی گفتگو فرماتے اور ہم لوگ بھی ان سے بہت زیادہ سوال و جواب کرتے مگر بات کرتے کرتے اگر مجلس میں موت یا قیامت کا ذکر چھڑ جاتا تو بس آپ بالکل ہی بے قابو ہو جاتے چہرے کا رنگ ایک دم زرد پڑ جاتا اور اچانک آپ میں ایسا تغیر و انقلاب پیدا ہو جاتا کہ ہمیں پہچاننا مشکل ہو جاتا کہ آپ

وہی محمد بن سیرین ہیں جو ایک منٹ پہلے تھے یا کوئی دوسرے شخص ہیں۔

ایک مرتبہ آپ قرضدار ہو گئے اور قرض خواہ نے آپ کو جیل خانے میں قید کرا دیا داروغہ جیل آپ کی جلالتِ شان اور با کرامت چہرہ دیکھ کر حیران و مرعوب ہو گیا۔ اس نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ آپ رات کو اپنے مکان پر چلے جائیں اور دن کو جیل خانے میں چلے آئیں آپ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں میں کبھی امانت میں خیانت کا مددگار نہیں بن سکتا۔

آپ کے قرضدار ہونے اور جیل خانے میں جانے کا واقعہ بعض لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ہزاروں روپے کا روغن زیتون خریدا جب خریدا ہوا روغن زیتون مکان پر آ گیا تو اس میں ایک مرا ہوا چوہا نکلا۔ آپ کے تقویٰ نے یہ گوارا نہ کیا کہ یہ نجس تیل فروخت کیا جائے چنانچہ آپ نے تمام تیل پھینک دیا جس کی وجہ سے تجارت میں ہزاروں روپیہ کا نقصان ہو گیا اور آپ قرضدار ہو گئے یہاں تک کہ جیل خانے میں قید کئے گئے۔

جیل خانے سے رہا ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک قرض دار مسلمان کو عار دلایا تھا تو قدرت کی طرف سے مجھے اس کی سزا یہ دی گئی کہ میں خود قرضدار ہو گیا اور جیل خانے گیا۔

تقریباً اسی برس کی عمر پا کر ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا۔

(طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۵۴-حضرت امام محمد باقر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا نام و نسب محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب اور کنیت ابو جعفر ہے لیکن آپ محمد باقر کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کو نہایت وسیع العلم و کثیر الحدیث ہونے کی وجہ سے باقر العلوم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ حدیث میں اپنے والد ماجد علی بن الحسین و ابن عباس و جابر بن عبداللہ و ابو سعید خدری و بی بی عائشہ و بی بی اُم سلمہ وغیرہ

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخصوص و محبوب تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کے شاگردوں میں آپ کے فرزند امام جعفر صادق و امام زہری و امام اوزاعی وغیرہ نہایت جلیل القدر و نامور محدثین ہیں۔

امام نسائی نے آپ کو فقہائے تابعین و ثقہ محدثین کی فہرست میں شمار کیا ہے اور آپ کی علمی جلالت و بصیرت پر کبار محدثین نے شہادت دی ہے۔

آپ کو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ محبت تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو ابوبکر کو صدیق نہیں مانے گا اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول کو دنیا و آخرت میں سچا نہیں فرمائے گا۔ آپ کو خبر ملی کہ کچھ عراقی لوگ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھتے ہیں اور اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے بری و بیزار ہوں کیونکہ میں نے اپنے اہل بیت میں سے ہر شخص کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتے ہوئے پایا ہے۔

آپ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ پیٹ اور شرم گاہ کی پاکدامنی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ آپ کو امت رسول کے فقراء و مساکین سے بڑی محبت تھی اور اپنے دربار میں ان لوگوں کو اتنا قرب عطا فرماتے تھے کہ اُمراء کو رشک آتا تھا۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور انتہائی مستجاب الدعوات (مقبولیت دعا والے) تھے اور علمائے شریعت و عرفائے طریقت دونوں گروہ کا اتفاق ہے کہ آپ اولیائے محدثین و عارفین میں سے نہایت بابرکت و سراپا کرامت بزرگ ہیں۔

حدیث کی جس سند میں آپ کا اور آپ کے فرزند اور آپ کے والد و جد بزرگوار کا ذکر ہے یعنی۔

جَعْفَرُ بن الصَّادِقُ عَنْ اَبِیْهِ مُحَمَّدَ الْبَاقِرِ عن ابیه عَلی بِنْ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْهِ الْحُسَیْن بن عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِ عَلِی بْنِ اَبِیْ طَالِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔

محدثین کا اس سند کے بارے میں یہ قول ہے کہ اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھ دی

جائے تو وہ شفایاب ہو کر صاحب عقل ہو جائے۔

آپ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸ھ میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں جنۃ البقیع کے اندر حضرت امام زین العابدین و حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں قبروں کے درمیان میں آپ کی قبر مبارک آج تک زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

(طبقات شعرانی' وتہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۵۵-حضرت محمد بن منکدر تیمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

دور تابعین کے نہایت باوقار و بلند مرتبہ محدث و صاحب ِعبادت و باکرامت بزرگ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و عبداللہ بن زبیر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث کی روایت کی ہے اور آپ کے شاگردوں میں امام مالک و سفیان ثوری بہت مشہور ہیں۔ آپ علم و عمل زہد تقویٰ' صدق' استقامت' عبادت تمام دولتوں کے دھنی تھے سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ آپ کی ذات صدق و امانت کی کان اور آپ کا مکان صالحین کا ملجا و ماویٰ تھا۔ ابن حبان نے آپ کو محدثین کا سردار اور واقدی نے آپ کو بہت بڑا پرہیزگار و عبادت گزار بتایا۔

آپ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہمراہ لے کر حج کے لئے جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ان بے گناہوں کو اپنے رب کے حضور میں اس لئے پیش کرتا ہوں تاکہ وہ جب ان پر نظر رحمت فرمائے۔ تو ان کے ساتھ میں بھی رب کریم کا منظور نظر ہو جاؤں۔

۱۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(اکمال و طبقات و تہذیب التہذیب)

۱۵۶-حضرت منصور بن معتمر کوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ اگرچہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ مگر تابعین میں سے بڑے بڑے باکمال

اہل علم آپ کی جلالت شان کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل وعبدالرحمٰن بن مہدی وعلی بن مدینی وغیرہ نے آپ کو کوفہ کا سب سے ثقہ و اعلیٰ محدث تسلیم کیا۔ بلکہ ابو حاتم نے تو آپ کو امام اعمش سے بھی بڑھ کر حفظ و اتقان والا استادِ حدیث لکھا۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں امام اعمش کے سامنے جب کوفہ کے کسی بھی محدث کی روایت بیان کرتا تو وہ رد کر دیتے تھے مگر جب منصور بن معتمر کا نام لیتا تو وہ بالکل خاموش ہو جاتے تھے۔

زہد و تقویٰ میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھے۔ کوفہ کے گورنر نے آپ کو قاضی بنانا چاہا تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ گورنر نے خفا ہو کر آپ کو قید کر دیا اور کہا کہ جب تک آپ قاضی کا عہدہ قبول نہیں کریں گے میں آپ کو قید سے رہا نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ ایک ماہ قید میں رہے مگر جب کوفہ کے تمام عالموں اور بزرگوں نے گورنر کو سمجھایا کہ قید تو کیا چیز ہے؟ اگر تم ان کے بدن کے گوشت کا قیمہ کر ڈالو گے جب بھی یہ قاضی کا عہدہ قبول نہیں کریں گے تو گورنر نے آپ کو قید سے رہا کر دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ سفیان ثوری کا قول ہے کہ اگر تم منصور بن معتمر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ بس ابھی ان کا انتقال ہو جائے گا۔ داڑھی سینے سے لگی ہوئی استغراق کے عالم میں خضوع وخشوع کا پیکر بنے ہوئے رات بھر نماز میں مشغول رہتے جب حضور منصور بن معتمر کا انتقال ہو گیا تو ان کے پڑوسی کی ایک چھوٹی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اے باپ! ہمارے پڑوسی کی چھت پر جو ایک ستون تھا وہ کب گر گیا؟ بچی کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ منصور بن معتمر دن میں کبھی چھت پر نہیں چڑھتے تھے صرف رات میں چھت پر کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھتے تھے تو وہ بچی یہ سمجھتی تھی کہ یہ کوئی ستون ہے!

آپ رات میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کے گھر والوں کو ان پر رحم آنے لگتا تھا اور شب بیداری وگریہ وزاری کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں سرخی و آشوب چشم کی سی کیفیت رہنے لگی تھی مگر آپ اپنی شب بیداری کو چھپانے کے لئے صبح کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور چہرے پر تیل کی مالش کر کے اپنی درس گاہ حدیث میں اس شان سے بیٹھتے کہ گویا ساری رات نیند بھر سو چکے ہیں۔

آپ کی باکرامت عبادت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ ساٹھ برس تک مسلسل صائم الدہر و قائم اللیل رہے۔ یعنی ساٹھ برس تک روزانہ دن میں روزہ رکھا اور ہر رات نفل نمازوں میں گزاری۔ اللہ اکبر۔

یہ عشق الٰہی کے پھندے کہاں ہیں؟
یہ اللہ کے پاک بندے کہاں ہیں؟

(طبقات شعرانی ونووی)

۱۵۷۔ حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو الحارث اور وطن مدینہ منورہ ہے یہ ابن ابی ذئب کے لقب کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں ان کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ اپنے دور کے بہت کثیر احادیث والے صادق و معتمد محدث تھے۔ امام احمد بن حنبل ان کو سعید بن مسیب کا ہم پلہ بتاتے تھے اور ابن حبان نے مدینہ منورہ کے فقہاء اور عابدوں میں ان کا شمار کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ مجھ کو دو محدثوں سے ملاقات نہ ہونے کا تمام عمر افسوس رہے گا۔ ایک ابن ابی ذئب دوسرے لیث بن سعد۔ واقدی کا قول ہے کہ ابن ابی ذئب اعلیٰ درجے کے متقی' بے حد شریف' اور انتہائی صاحبِ اخلاق بزرگ تھے۔ ان کی عبادت کا یہ حال تھا کہ رات میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوتے تھے اور پوری رات نماز نوافل پڑھتے رہتے تھے اس کے ساتھ ساتھ عمر بھر صوم داؤدی کے پابند رہے یعنی ایک دن کا ناغہ دے کر عمر بھر روزہ رکھتے رہے۔

یہ امراء اور بادشاہوں کو نصیحت کرنے میں امام مالک سے بھی زیادہ جری تھے۔ خلیفہ بغداد منصور عباسی کے دربار میں بلائے گئے تو ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے اور بے دھڑک بادشاہ کے منہ پر کہہ دیا کہ اے منصور میں تیرے دروازے پر ہر طرف ظلم ہی ظلم پھیلا ہوا دیکھتا ہوں اور ان کی علمی جلالت و حقانی ہیبت کا منصور کے دل پر ایسا دبدبہ چھا گیا کہ وہ آپ کے سامنے زبان نہ کھول سکا۔ خلیفہ مہدی کا سفر حج کے دوران مسجد نبوی

میں ورود ہوا۔ خلیفہ کے داخل مسجد ہوتے ہی تمام حاضرین کھڑے ہو گئے مگر ابن ابی ذئب تنہا بیٹھے رہے۔ میتب بن زبیر چوبدار نے کہا کھڑے ہو جاؤ یہ امیر المومنین ہیں۔ ابن ابی ذئب نے تڑپ کر فرمایا کہ اِنَّمَا یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ٥ آدمی صرف اپنے پروردگار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں! خلیفہ اس جواب کی جلالت سے کانپ گیا اور چوبدار سے کہا کہ ان کو مت چھیڑو۔ ان کے ایک جملہ سے میرے سر کے تمام بال کھڑے ہو گئے۔ (تاریخ بغداد)

ایک مرتبہ ابن ابی ذئب عبدالصمد بن علی کے پاس پہنچے۔ درمیان گفتگو میں عبدالصمد نے کہہ دیا کہ اے ابن ابی ذئب میرا خیال ہے کہ آپ کے اعمال میں کچھ ریاکاری اور دکھاوے کی بو آتی ہے تو آپ نے فوراً زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ اے عبدالصمد میں کس کو دکھانے کے لئے اعمال کروں گا؟ خدا کی قسم تمام روئے زمین کے دنیا دار انسان میری نظر میں اس تنکے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں ۱۵۸ھ یا ۱۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۵۸-حضرت محمد بن طارق مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ تابعی محدث ہیں اور حدیث میں عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں اور طاؤس و مجاہد وغیرہ دور تابعین کے محدثین سے بھی انہوں نے علمی استفادہ کیا ہے اور لیث بن سعد و سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ وغیرہ کے استاد حدیث ہیں۔ امام نسائی و ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ و صالح محدث اور اپنے زمانے کا ممتاز عابد تحریر کیا ہے۔

یہ بیت اللہ شریف کے مجاور بن گئے تھے اور روزانہ بلا ناغہ ستر طواف کرتے تھے کعبہ شریف کے ستر طواف کرنے میں تقریباً دس میل راستہ کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

(تہذیب التہذیب)

۱۵۹-حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی اور لقب ''امام دارالہجرۃ'' اور وطن مدینہ منورہ ہے۔ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

کسی بزرگ نے آپ کی پیدائش ووفات کی تاریخ کو اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

فَخْرُ الْاَئِمَّةِ مَالِکٌ   نِعْمَ الْاِمَامُ السَّالِکُ

مَوْلِدُهٗ نَجْمُ هُدًی   وَفَاتُهٗ فَازَ مَالِکٌ

۹۳   ۱۷۹

لفظ ''نجم'' سے تاریخ پیدائش اور ''فاز مالک'' سے تاریخ وصال ظاہر ہوتی ہے نو سو مشائخ سے علم حدیث پڑھا جن میں سے تین سو تابعین تھے اور آپ کے بے شمار شاگردوں میں سے حضرت امام شافعی جیسے امام الحدیث وصاحبِ مذہب مجتہد بھی ہیں جو علم وفضل میں آپ ہی کے ہم پلہ ہیں۔ ان کے علاوہ معن بن عیسیٰ وعبداللہ بن مسلمہ قعنبی وعبداللہ بن وہب وغیرہ بھی آپ ہی کے شاگردوں میں ہیں جو امام بخاری و امام مسلم و امام ابوداؤد و امام ترمذی و امام احمد بن حنبل وغیرہ کے اساتذہ ومشائخ حدیث ہیں آپ کو علم طلب کرنے کی خواہش بلکہ حرص بہت زیادہ تھی حالانکہ زمانہ طالب علمی میں مفلسی کا یہ عالم تھا کہ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو بیچ کر کتابیں وغیرہ خریدتے تھے مگر اس کے بعد آپ پر دولت کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے بڑی بڑی فتوحات شروع ہوگئیں۔

آپ درسِ حدیث کا بڑا اہتمام واحترام فرماتے تھے۔ غسل کرکے باوضو بہترین پوشاک پہن کر خوشبو لگا کر ایک چوکی پر نہایت عجز وانکسار کے ساتھ بیٹھتے اور جب تک حدیث کا درس رہتا عود دلوبان کی انگیٹھی جلتی رہتی۔ درس حدیث کے دوران کمال ادب کی وجہ سے پہلو نہیں بدلتے تھے بلکہ جس حالت اور نشست کے ساتھ اول بیٹھتے آخر تک

اسی ہیئت و حالت پر بیٹھے رہتے۔ ایک مرتبہ درس حدیث کے دوران آپ کے پیرہن میں بچھو گھس گیا اور اس نے چند مرتبہ آپ کو ڈنک مارا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلتا رہا مگر آپ نے احترام درسِ حدیث کی وجہ سے نہ سبق بند کیا نہ پہلو بدلا۔

مدینۃ الرسول کے احترام کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے مگر زمانہ بیماری کے سوا کبھی شہر کے اندر قضائے حاجت نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ حرم کے باہر جنگلوں اور میدانوں میں رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔ بادشاہوں نے تحائف میں بہترین گھوڑے آپ کو نذر کئے مگر آپ حرم مدینہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے اور یہی فرماتے رہے کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے چوپایہ کے پاؤں سے کس طرح روندوانا گوارا کروں گا جس زمین کے چپے چپے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدم بوسی کا فخر و شرف حاصل ہوا ہے۔

ابو عبداللہ نامی ایک بزرگ سے منقول ہے کہ میں خواب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے مشک رکھا ہوا ہے اور آپ مٹھی بھر بھر کر امام مالک کو عطا فرماتے ہیں اور امام مالک تمام حاضرین پر وہ مشک چھڑکتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہی آئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس حدیثیں بارگاہ نبوت سے امام مالک کو عطا ہوئیں اور پھر آپ کے ذریعے ساری امت کو یہ حدیثیں پہنچ رہی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری جن کی علمی جلالت و شہرت محتاج تعارف نہیں ایک دن امام مالک کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت اور انوار و برکات کی کثرت کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور امام مالک کی شان میں مدح کا یہ قطعہ نظم فرمایا ؎

يَا بَى الْجَوَابَ فَلاَ يُرَاجِعُ هَيْبَةً   وَالسَّائِلُوْنَ نَوَاكِسُ الْاَذْقَانِ

اگر وہ (امام مالک) جواب نہ دیں تو آپ کی ہیبت سے دوبارہ کوئی سوال نہ کر سکے اور سب سائل سر جھکائے بیٹھے رہیں۔

اَدَبُ الْوَقَارُ وَعَزُّ سُلْطَانُ التُّقٰى   فَهُوَ الْمُطَاعُ وَلَيْسَ ذَا سُلْطَانِ

وقار آپ کا ادب کرتا ہے اور تقویٰ کی بادشاہی آپ کی عزت کرتی ہے۔ ساری دنیا آپ کی اطاعت کرتی ہے حالانکہ آپ کوئی بادشاہ نہیں ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید آپ کی بے حد تعظیم کرتا تھا۔ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بہت گراں قدر نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ کو بغداد لے جانے کی انتہائی کوشش کی مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے مدینۃ الرسول کی جدائی کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں ہے۔

درس حدیث کے بعد تلاوت قرآن مجید آپ کا بہترین شغل تھا اور اتنی بار کلام اللہ ختم کیا کہ شمار نہیں ہو سکا۔ آپ بہت ہی صاحب کرامت بھی تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک پارسا عورت کا انتقال ہوا۔ غسل دینے والی عورت نے اپنی کسی دشمنی کی وجہ سے اس پارسا و صالحہ عورت کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کس قدر زنا کار تھی فوراً ہی غسل دینے والی عورت کا ہاتھ شرم گاہ سے ایسا چمٹ گیا کہ ہزاروں کوششوں کے باوجود ہاتھ شرم گاہ سے جدا نہیں ہوا۔ تمام علمائے مدینہ اس کا سبب اور تدبیر معلوم کرنے سے عاجز رہے لیکن امام مالک نے اپنے کشف و کرامت سے معلوم کر لیا اور فرمایا کہ اس غسل دینے والی عورت کو حد قذف (وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر کی ہے) لگائی جائے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جب اس کو اسی کوڑے لگائے گئے تو خود بخود اس کا ہاتھ شرم گاہ سے جدا ہو گیا اور سب کے دلوں میں امام مالک کی امامت و کرامت کا نور جگمگانے لگا۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتاب موطا امام مالک ہے۔ جس کو تقریباً ایک ہزار محدثین نے آپ کی زبان مبارک سے سن کر تحریر کیا ہے۔ یوں تو موطا کے سولہ نسخے پائے جاتے ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور و رائج یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی کا نسخہ ہے۔

یہی یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کی وفات کے وقت آخری ملاقات کے لئے ایک سو تیں فقہا و محدثین حاضر تھے اور سب اسی انتظار میں کھڑے تھے کہ شاید

اس آخری وقت میں امام کی کوئی نظر کرم مجھ پر پڑ جائے اور میری دنیا و آخرت سدھر جائے اس حالت میں امام مالک نے آنکھیں کھولیں اور یحییٰ بن یحییٰ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی وَاَمَاتَ وَاَحْیٰی یعنی اس خدائے عزوجل کے لئے حمد ہے جس نے ہمیں کبھی خوشی دے کر ہنسایا اور کبھی غم دکھلا کر رلایا۔ ہم اسی کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان قربان کرتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اب موت سر پر کھڑی ہے اور خداوند تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اے امام اس وقت آپ کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ میں اولیاء اللہ کی صحبت کی وجہ سے بہت خوش ہوں اور میں اہل علم ہی کو اولیاء سمجھتا ہوں یاد رکھو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ تعالیٰ کو علماء سے زیادہ عزیز کوئی مخلوق نہیں ہے۔ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور میں بے حد مسرور و خوش دل ہوں کہ میری تمام عمر علم دین کی تحصیل و تعلیم میں بسر ہوگئی۔ سن لو! میں کسی مسلمان کو شریعت کا ایک مسئلہ بتا کر اس کے اعمال کی اصلاح کر دینا یا کسی عالم سے ایک مسئلہ پوچھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لینا ایک سو حج نفل اور ایک سو جہاد سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی آواز دھیمی پڑ گئی اور پھر چند منٹ کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

(اکمال و طبقات و بستان المحدثین)

۱۶۰- حضرت امام محمد بن حسن شیبانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۱۳۱ھ یا ۱۳۲ھ یا ۱۳۵ھ میں آپ کی ولادت شہر واسط میں ہوئی اور کوفہ میں پرورش پائی۔ آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بہت ہی خاص الخاص و محبوب شاگرد رشید ہیں اور آپ ہی نے اپنی کتابوں کے ذریعے سب سے زیادہ حنفی مذہب کی اشاعت فرمائی اسی لئے فقہائے حنفیہ کی تاریخ میں آپ کا لقب محرر المذہب (مذہب کا لکھنے والا) ہے آپ نے نو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو سب علوم دینیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے علاوہ دوسرے بہت سے مشائخ سے

بھی آپ نے علم حدیث کی تحصیل فرمائی جن میں مسعر بن کدام وسفیان ثوری وعمرو بن دینار و مالک بن مغول و امام مالک و امام اوزاعی و قاضی ابو یوسف وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کو طلب علم کا انتہائی شوق تھا چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے والد کی میراث میں سے تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علم نحو وشعر ادب ولغت وغیرہ کی تعلیم و تحصیل پر خرچ کیا اور پندرہ ہزار حدیث وفقہ کی تکمیل پر۔

آپ کے تلامذہ اس قدر بے شمار ہیں کہ ان کی تعداد کا شمار انتہائی دشوار ہے جب آپ کوفہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو آپ کے درس میں اس کثرت طلبہ و سامعین آتے تھے کہ کوفہ کی تمام سڑکیں اور راستے بند ہو جاتے تھے۔ مگر آپ کے چند خاص خاص شاگردوں کی فہرست میں حضرت امام شافعی و ابوحفص کبیر و ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوز جانی و ہشام بن عبیداللہ رازی وعلی بن مسلم طوسی و خلف بن ایوب و ابوعبید قاسم بن سلام وغیرہ انتہائی نمایاں و درخشاں ہیں۔

آپ نے حضرت امام شافعی کی والدہ سے نکاح فرما لیا تھا اور اپنا سارا مال و اسباب اور کتابیں امام شافعی کو سونپ دیا تھا۔ امام شافعی خود فرماتے ہیں کہ میں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر امام محمد کی کتابیں اپنے ساتھ لایا اور ان کی کتابوں سے برابر علمی استفادہ کرتا رہا۔ امام شافعی یہ بھی فرماتے تھے کہ علم فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد کا ہے۔ امام حربی ناقل ہیں کہ میں نے امام احمد حنبل سے دریافت کیا کہ آپ ایسے ایسے دقیق مسائل کہاں سے بیان فرماتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب امام محمد کی کتابوں کا فیض ہے۔

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے آپ کو رقہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا چنانچہ آپ نے اپنی مشہور کتاب ''رقیات'' کی تصنیف رقہ میں فرمائی پھر بعد کو آپ عہدہ قضا چھوڑ کر رقہ سے بغداد چلے آئے۔

ہارون رشید جب پہلی مرتبہ ایران گئے تو امام محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور

ایران ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی دونوں کی ایک ہی دن ایران میں وفات ہوئی اور ہارون رشید دونوں کے دفن میں شریک ہوئے اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہا کہ ہائے! میں نے آج فقہ و عربیت دونوں کو ایران کی زمین میں دفن کر دیا۔

امام محمد اپنی علمی جلالت و علوم دینیہ کی مہارت و امامت کے علاوہ کثرت عبادت میں بھی اپنے دور کے بہت بڑے عابد و زاہد شمار کئے جاتے تھے اور اس قدر با کرامت صاحب ولایت تھے کہ عام طور پر لوگ ان کو اولیائے ابدال میں سے سمجھتے تھے اور ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ (تبصرۃ الدرایہ و مناقب موفق وغیرہ)

قاضی ابن رجاء نے محمویہ سے (جو اولیاء کے طبقہ ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کیا ہے کہ میں نے امام محمد بن حسن کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ پر کیا گزری؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا تو میں تم کو علم کا خزانہ نہ بناتا۔ یہ فرما کر حق تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ تو جواب دیا کہ "فوقی" وہ تو مجھ سے بالاتر ہیں۔ پھر میں نے حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ فوقہ بطبقات وہ ابو یوسف سے بھی بدر جہا طبقات اوپر ہیں۔ (تاریخ بغداد للخطیب) ۱۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۱۶۱-حضرت مکی بن ابراہیم بلخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا نام عمر بن ہارون ہے یہ بلخ کے رہنے والے بہت بڑے امام فقہ و استاد حدیث ہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد خاص ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو حافظ و امام و شیخ خراسان لکھا اور امام بخاری و امام احمد بن حنبل و امام یحییٰ بن معین و امام ذہلی جیسے اماموں نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے امام بخاری

نے اپنی بیشتر ثلاثی حدیثوں کو ان ہی سے روایت کیا ہے۔

یہ پہلے یک تاجر تھے ان کو علم حاصل کرنے کی رغبت حضرت امام ابو حنیفہ ہی نے دلائی تھی۔ یہ ایک مرتبہ امام ممدوح کی خدمت میں ملاقات کے لئے آئے تو آپ نے فرمایا کہ مکی! تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے جب تک علم نہ ہو تجارت میں بھی بڑی خرابی رہتی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی اس پر خلوص نصیحت کا مکی کے دل پر بہت بڑا اثر ہوا اور انہوں نے فقہ و حدیث کا علم پڑھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان دونوں علوم میں امامت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مکی کو اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے انتہائی گہرا روحانی تعلق اور بے پناہ والہانہ عقیدت تھی چنانچہ ہر مجلس بالخصوص نماز پنجگانہ کے بعد امام ابو حنیفہ کے لئے دعائے خیر کرتے اور فرماتے تھے کہ ان ہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے علوم کا دروازہ کھولا۔

ایک مرتبہ درس حدیث کی مجلس میں روایت شروع فرمائی اور حدثنا ابو حنیفة فرمایا کہ ایک طالب علم نے چلا کر کہا کہ آپ ابن جریج کی احادیث بیان کیجئے۔ ابو حنیفہ کی روایت بیان نہ کیجئے تو آپ کو اس قدر غصہ آ گیا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا کہ ہم بے وقوفوں کو حدیث نہیں سناتے۔ تو میری مجلس سے اٹھ جا تیرے لئے مجھ سے حدیث لکھنا حرام ہے۔ چنانچہ جب تک اس طالب علم کو مجلس درس سے نکال نہیں دیا گیا آپ نے حدیث نہیں بیان فرمائی اور جب اس کو نکال دیا گیا تو پھر حدثنا ابو حنیفة کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

علم و فضل کی جلالت کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی صاحب کرامت تھے۔ ساٹھ حج کئے اور دس برس تک حرم کعبہ میں معتکف رہ کر عبادت میں مصروف رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ و مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ)

۱۶۲-حضرت محمد بن سوقہ غنوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

کنیت ابوبکر' وطن کوفہ اور لقب عابد ہے۔ یہ تابعی ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں اور تابعی محدثین میں سے سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی سے بھی علم حدیث میں بہت زیادہ علمی فیض اٹھایا ہے اور ان کے حلقہ درس کے شرکاءِ خاص میں سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ و عبداللہ بن مبارک وغیرہ بہت نامور ہیں۔

حسین بن حفص کا بیان ہے کہ سفیان ثوری نے اپنی درس گاہ میں طالب علموں سے فرمایا کہ میں کوفہ میں سب سے بہترین محدث کی کتاب نکالتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے محمد بن سوقہ کی کتاب نکالی۔ سفیان بن عینیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ میں تین آدمی ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے کہہ دیا جائے کہ تم کل ہی مرنے والے ہو تو وہ جتنا عمل صالح کرتے ہیں اس سے زیادہ نہیں کر سکتے کہ یہ تین شخص محمد بن سوقہ' عمرو بن قیس ملائی اور ابوحیان تیمی ہیں۔ محمد بن سوقہ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے انہوں نے تجارت سے ایک لاکھ درہم کمائے تھے لیکن مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اس مال کے جمع ہونے میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور پھر سارا مال خیرات کر دیا پابندئ سنت و کثرت عبادت میں اپنے زمانے کے صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ ابن حبان و نسائی و دارقطنی وغیرہ نے ان کو ثقہ و عابد و فاضل و دیندار و سخی اور کوفہ کا سب سے نیک آدمی بتایا ہے۔

(تہذیب التہذیب)

۱۶۳-حضرت معلٰی بن منصور رازی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فقہائے حنفیہ میں نہایت بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجہ کے امام حدیث ہیں اور قاضی امام ابو یوسف و امام محمد (شاگردان امام ابوحنیفہ) کے مایہ ناز و قابل فخر شاگرد ہیں امام بخاری نے بھی ان کی مجلس حدیث میں حاضر ہو کر کچھ احادیث کی سماعت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ کَانَ مِنْ اَوْعِیَةِ الْعِلْمِ یعنی یہ علم کے بھرے برتنوں میں

سے تھے۔ عجلی کا قول ہے کہ یہ ثقہ و معتمد و صاحبِ عزت ہیں بارہا ان کو عہدۂ قضا کے لئے طلب کیا گیا مگر انہوں نے اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے کبھی بھی قاضی کا عہدہ قبول نہیں فرمایا۔

انتہائی عابد و زاہد اور صداقت شعار و پرہیز گار بزرگ تھے اور نمازوں میں ان کا خضوع وخشوع تو کرامت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ یہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک بھڑوں کا چھتہ ان کے سر پر گر پڑا مگر یہ انتہائی استغراق کے ساتھ نماز میں مشغول رہے۔ کیا مجال کہ ذرا توجہ ہٹ جائے آخر اسی حالت میں نماز ختم کی جب فارغ ہوئے اور لوگوں نے دیکھا تو بھڑوں کے ڈنک سے ان کے تمام سر میں ورم آ گیا تھا۔ آپ کا اصلی وطن رے ہے۔ مگر بغداد آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے اور ۲۱۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ)

۱۶۴۔ حضرت محمد بن عبداللہ رقاشی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عبداللہ اور وطن بصرہ ہے یہ امام بخاری و امام مسلم و امام نسائی وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔ امام ذہلی نے ان کو مضبوط علم والا اور عجلی نے ان کو سچا و قابل اعتماد محدث و صاحبِ عقل عبادت گزار لکھا ہے۔ ان کے لئے عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ یہ روزانہ چار سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ امام بخاری وغیرہ کا قول ہے کہ ان کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۶۵۔ حضرت محمد بن سلام بیکندی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبداللہ محمد بن بیکندی ماوراء النہر کے نہایت بلند مرتبہ محدث ہیں۔ امام مالک و عبداللہ بن مبارک و عبداللہ بن ادریس وغیرہ اکابر محدثین کی درس گاہوں میں علم حدیث کی تعلیم حاصل کی اور امام بخاری و امام دارمی نے ان کے مدرسے میں علم حدیث پڑھا۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے چالیس ہزار درہم علم حدیث کی تحصیل میں اور چالیس ہزار درہم علم حدیث کی نشر و اشاعت میں خرچ کیے۔ ان کی مجلس حدیث میں طلبہ کا ہجوم

بہت زیادہ رہتا تھا یہاں تک کہ جنات بھی درس میں شریک ہوتے تھے۔

چنانچہ علی بن حسن محدث کا بیان ہے کہ ایک دن محمد بن سلام کی مجلس میں ایک بوڑھا شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے ابوعبداللہ! میں جنوں کے بادشاہ کا قاصد ہوں۔ ہمارے بادشاہ نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی درس گاہ میں انسانوں سے زیادہ جنوں کا ہجوم رہتا ہے آپ اس کا خیال رکھیں۔

ان کے زمانے کے علمائے حدیث ان کا انتہائی احترام کرتے تھے اور امام احمد بن حنبل تو ان سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے چنانچہ ابوعصمہ سہل بن متوکل کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث سننے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے میرا وطن دریافت کیا میں نے جب بخارا کا نام لیا تو امام موصوف نے فرمایا کہ کیا تم نے محمد بن سلام سے حدیث نہیں سنی؟ اگر تم ان سے حدیث کی سماعت کر لیتے تو پھر تم کو کسی سے حدیث سننے کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ (عینی وتہذیب التہذیب)

۱۶۶۔ حضرت محمد بن عبدالجبار قرشی ہمدانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کا لقب سندولا ہے۔ یہ عبداللہ بن مبارک وسفیان بن عیینہ ویزید بن ہارون وغیرہ محدثین کے شاگرد اور امام ابو داؤد وغیرہ کے استاد ہیں۔ نہایت مرد صالح وثقہ محدث ہیں شیرویہ نے ''طبقات الھمدانین'' میں تحریر فرمایا کہ یہ ہمارے شہر کے سب سے عبادت گزار عابد تھے۔ انہوں نے چالیس مرتبہ سے زیادہ حج کیا اور پینتالیس جہادوں میں شامل ہوئے۔

محمد بن حسین محدث کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے دوسرے دن ان کے مکان کی وہ محراب پھٹ گئی جس محراب میں یہ نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ جب محمد بن عبدالجبار ہمدانی بغداد میں گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو یحییٰ بن معین ان کے گھوڑے کی رکاب تھام لیتے تھے لوگوں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ امام المحدثین ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں بھلا ایسے

شخص کے گھوڑے کی رکاب کیوں نہ پکڑوں جو صرف تین ہی مقصدوں کیلئے سفر کرتا ہے۔ علم حدیث کی طلب میں، یا حج میں، یا جہاد میں۔ محدث ابو نعیم جب محمد بن عبدالجبار کو دیکھتے تو کہا کرتے تھے کہ یہ کتنا مبارک شخص ہے کہ ہمیشہ یا تو حج کے سفر میں رہتا ہے یا جہاد کے سفر میں۔ (تہذیب التہذیب)

۱۶۷-حضرت محمد بن سماعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد کے بہت ہی نامور شاگرد ہیں اور امام لیث بن سعد و معلّی بن خالد وغیرہ سے بھی علم حدیث حاصل کیا ہے علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ "تذہیب تہذیب الکمال" میں ان کو حافظ و مصنف و صاحب اجتہاد لکھا اور محدث صمیری نے بھی ان کو حافظ و ثقہ بتایا۔ ۱۹۲ھ میں یہ بغداد کے قاضی مقرر ہوئے اور ایک مدت تک اس منصب پر فائز رہے لیکن نگاہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ یہ فرماتے تھے کہ چالیس برس تک کبھی میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی لیکن جس روز میری والدہ کا انتقال ہوا اس دن ایک وقت کی جماعت چھوٹ گئی تو میں نے اس خیال سے کہ جماعت کی نماز کا پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے اس نماز کو اکیلے پچیس مرتبہ پڑھا اسی درمیان میں مجھے غنودگی آ گئی تو کسی نے خواب میں آ کر کہا کہ پچیس نمازیں تو تم نے پڑھ لیں مگر فرشتوں کی آمین کا کیا کرو گے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ امام جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو اس فضیلت کو تم بغیر جماعت سے نماز پڑھے ہوئے کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ ۲۳۳ھ میں محمد بن سماعہ کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۶۸-حضرت محمد بن اسلم طوسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو الحسن محمد بن اسلم بن سالم طوسی شہر طوس کے رہنے والے تھے۔ حدیث میں یزید بن ہارون (شاگرد امام ابو حنیفہ) وجعفر بن عون ویعلی بن عبید وغیرہ مشائخ خراسان کے شاگرد ہیں اور ان کے شیوخ میں سے بڑے نضر بن شمیل ہیں جو ابن خزیمہ و ابو بکر بن داؤد کے بھی استاد تھے علمائے فاضلین و اولیائے کاملین میں ان کا شمار ہوتا تھا اور عام طور پر لوگ ان کو اپنے وقت کا ابدال سمجھتے تھے۔ محمد بن رافع کا بیان ہے کہ میں نے ان کی زیارت کی ہے علم وعمل میں بالکل صحابہ کرام کا نمونہ تھے۔ ایک دن کسی نے اسحاق بن راہویہ سے پوچھا کہ عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑو) اس حدیث کے مصداق کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس زمانے میں محمد بن اسلم طوسی اور ان کے متبعین ہیں کیونکہ میں پچاس برس سے ان لوگوں کو بڑی گہری نظر سے دیکھ رہا ہوں مگر کبھی ان لوگوں سے بال برابر کوئی حرکت خلاف سنت صادر نہیں ہوئی۔

اہل خراسان کو ان سے بے حد عقیدت تھی اور یہ لوگ ان کو امام احمد بن حنبل کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ وفات کے بعد دس لاکھ آدمیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ محرم ۲۴۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (بستان المحدثین)

۱۶۹-حضرت محمد بن یحییٰ عدنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ عدنی نے محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت سے علم حدیث حاصل کیا اور ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جن میں امام مسلم و امام ترمذی و امام ابن ماجہ جیسے باکمال محدثین بھی ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ بہت ہی مرد صالح و باکرامت بزرگ تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ نے پیدل چل کر ستر حج کئے امام بخاری کا قول ہے کہ ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۷۰۔حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابو الحسین و نام و نسب مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد اور لقب عساکر الدین ہے۔ بنی قشیر قبیلہ کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے قشیری کہلاتے ہیں۔ نیشاپور کے رہنے والے ہیں جو خراسان کا بہت ہی خوبصورت و مردم خیز شہر ہے۔ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے کہا کہ ۲۰۴ھ میں اور بعض ۲۰۶ھ بیان کرتے ہیں اور ابن اثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اسی آخری قول کو اختیار فرمایا ہے لیکن ان کی وفات پر سب کا اتفاق ہے کہ ۲۴ رجب ۲۶۱ھ میں ہوئی اور ۲۵ رجب دوشنبہ کے دن دفن کئے گئے۔

امام مسلم علم حدیث کے جلیل القدر اماموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ابو حاتم و ابوزرعہ جیسے اماموں نے ان کی امامت کی گواہی دی اور ان کو محدثین کا پیشوا تسلیم کیا ہے۔ اور ائمہ حدیث مثلاً امام ترمذی و ابوبکر بن خزیمہ وغیرہ نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔

صحیح مسلم

امام مسلم کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں آپ کی تحقیق و اِمعانِ نظر کا کمال نظر آتا ہے خاص کر آپ کی جامع صحیح مسلم جو صحاح ستہ میں داخل ہے اس میں فن حدیث کے عجائبات اور خاص کر لطائفِ اسناد و متونِ احادیث کے حسن سیاق کی ایسی ایسی بے مثال مثالیں ہیں جو بلا شبہ نوادرات کا درجہ رکھتی ہیں اور روایت میں آپ کی احتیاط کا تو یہ عالم ہے کہ اس میں کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ نے اپنی اس کتاب کا انتخاب تین لاکھ ایسی حدیثوں سے کیا ہے کہ جن کو خود اپنے مشائخ سے سنا تھا پھر صحیح حدیثوں کے انتخاب میں اپنی ذاتی تحقیقات ہی پر بھروسہ نہیں فرمایا۔ بلکہ کمال احتیاط کے طور پر صرف انہیں احادیث کو اپنی کتاب میں درج فرمایا جن کی صحت پر تمام مشائخ وقت کا اتفاق تھا۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ:

"ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا

بلکہ میں نے تو اس کتاب (صحیح مسلم) میں صرف ان حدیثوں کو لکھا ہے کہ
جن کے صحیح ہونے پر تمام شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم)"

امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ بلکہ کتاب مکمل ہونے کے بعد امام الحدیث ابو زُرعہ رازی کو دکھایا جو اس زمانے میں فن جرح و تعدل کے امام مانے جاتے تھے۔ چنانچہ امام ابو زُرعہ رازی نے جس حدیث میں کسی ادنیٰ علت کی طرف اشارہ کیا امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا۔ اس طرح پندرہ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد بارہ ہزار صحیح حدیثوں کا ایک ایسا منتخب مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے یہ دعویٰ فرمایا کہ:

"محدثین اگر دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں گے جب بھی ان کا
دارومدار اسی المسند الصحیح (صحیح مسلم) پر رہے گا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

چنانچہ اس باخدا مردِ مسلم کے کلام کا اثر جہانگیری اور کرامت تو دیکھو کہ دو سو برس تو کیا آج گیارہ سو برس سے بھی زیادہ گزر گئے۔ مگر آج تک اس کتاب کی مقبولیت کا آفتاب غروب نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابو علی نیشاپوری اور محدثین اہل مغرب کا یہی خیال ہے کہ روئے زمین پر صحیح مسلم سے بڑھ کر لاجواب و صحیح ترین کوئی کتاب نہیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اس کو صحیح بخاری پر بھی فوقیت و ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے اس دعوے کی دلیل بھی بیان کی ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں ذکر کریں گے جن کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین، و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سند کا سلسلہ امام مسلم تک ختم ہو۔

پھر دوسری ایک بہت کڑی شرط امام مسلم نے یہ بھی لگائی ہے کہ دو راویوں کے اوصاف میں صرف عادل ہی ہونے پر بس نہیں فرماتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

اور امام بخاری کے نزدیک اتنے سخت شرائط اور اتنی زبردست پابندیاں نہیں ہیں

پھر امام بخاری کی اکثر روایات محدثین شام سے بطریق مناولہ ہیں۔ (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ خود امام بخاری نے ان کے مصنفین کی زبان سے ان حدیثوں کو نہیں سنا ہے) اسی لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی اشتباہ ہو جاتا ہے کہ ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت سے اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہو جاتا ہے اور امام بخاری اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں مگر امام مسلم کو کبھی بھی یہ مغالطہ پیش نہیں آیا کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں ذکر کردہ تمام حدیثوں کو خود اپنے مشائخ سے سنا ہے۔ (بستان المحدثین)

• بہرحال صحیح بخاری و صحیح مسلم کی افضلیت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس پر مکمل بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ طرفین کے دلائل صحیح بخاری شریف کی شروح میں مفصل مذکور ہیں جن کو اہل علم مطالعہ کر سکتے ہیں۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کی کچھ ایسی دھونس بیٹھی ہوئی ہے اہل علم حقیقت کو سمجھتے ہوئے بھی امام بخاری کے بارے میں زبان کھولتے ہوئے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی اتنی بات تو ہم جیسے کم علم طالب علم بھی عرض کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے کہ امام بخاری کے بلاضرورت تصرفات مثلاً حدیثوں کی تقدیم و تاخیر بے شمار تکرار، حذف و اختصار، غیر مطابق ابواب، درمیان حدیث میں کہیں تفسیر، کہیں نقل آیات کہیں متابعات، کہیں نقل مذاہب کہیں اپنا اجتہاد، کہیں ائمہ فقہ پر ہاتھ صاف کر دینا۔ دلائل کی طرف غیر واضح اشارات وغیرہ صحیح بخاری شریف کے یہ وہ ہوش ربا مشکلات ہیں کہ جن سے فہم مطالب میں بعض جگہ اتنی سخت پریشانی اور اس قدر مشکل کا سامنا ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات معلم و متعلم دونوں کے لئے دردسر کا سامان ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں شک نہیں کہ خود صحیح بخاری ہی کی دوسری سندوں اور حدیثوں کو دیکھ کر اشکال حل ہو جاتا ہے مگر بہر حال اس حقیقت کے اعتراف سے کسی کو چارہ نہیں کہ صحیح بخاری تعقیدات و مغلقات فن حدیث کی ایک بکھری ہوئی دوکان ہے جس کے پراگندہ سامانوں کو چھان بین کر چھانٹ لینا کسی ماہر فن ہی کا کام ہے۔

مگر امام مسلم نے یہ پریشان کن طریقہ ہی اختیار نہیں فرمایا بلکہ لطائف وتنوع اسناد

کے لطف کے ساتھ ساتھ حدیثوں کو انتہائی تجرید کے ساتھ اس طرح موتی کی لڑیوں کے مانند مرتب فرما کر روایت فرمایا ہے کہ کہیں اشکال کا نام تک نہیں۔ حدیث پڑھتے چلے جایئے آپ کے ذہن میں ان کے معانی موتیوں کی طرح چمکتے اور ستاروں کی طرح روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ اس لئے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تفصیل کے معاملے میں فقیر راقم الحروف کو حافظ عبدالرحمٰن بن ربیع یمنی شافعی کا قطعہ بے حد پسند ہے۔

تَنَازَعَ قَوْمٌ فِی الْبُخَارِیْ وَ مُسْلِمٍ لَدَیَّ وَقَالُوْا اَیُّ ذَیْنِ یُقَدَّمُ

میرے سامنے ایک قوم نے بخاری و مسلم کے بارے میں جھگڑا کیا کہ ان دونوں میں سے کون بڑھ چڑھ کر ہے۔

فَقُلْتُ لَقَدْ فَاقَ الْبُخَارِیُّ صِحَّةً کَمَا فَاقَ فِیْ حُسْنِ الصَّنَاعَةِ مُسْلِمٌ

تو میں نے کہہ دیا کہ صحت کے لحاظ سے بخاری کو فوقیت حاصل ہے جیسے کہ مسلم فن کی خوبیوں کے اعتبار سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

امام مسلم اپنی علمی جلالت وفنی مہارت و امامت کے علاوہ اقلیم تقویٰ و عبادت کے بھی تاجدار تھے۔ تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی۔ نہ کسی کو مارا نہ کسی کو گالی دی ان کے علاوہ اپنی بہت سی خصائل حمیدہ میں وہ اپنے تمام ہم عصروں میں ممتاز ہیں۔

ابو حاتم رازی نے جو اس دور کے اکابر محدثین میں سے ہیں۔ امام مسلم کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح فرما دیا ہے میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابو علی زاغونی کو وفات کے بعد کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل خیر سے تمہاری نجات ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اوراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان ہی ورقوں کی بدولت میری نجات ہوئی۔

امام مسلم کی وفات کا سبب بھی بڑا عجیب و غریب ہے کہتے ہیں کہ ایک دن درس گاہ میں آپ سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کو نہ پہچان سکے۔ اپنے مکان میں تشریف لا کر اپنی کتابوں میں اس حدیث کو تلاش فرمانے لگے۔

کھجوروں کا ایک ٹوکرا آپ کے قریب رکھا تھا۔ آپ مطالعہ کی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے اور حدیث کی فکر و جستجو میں اس قدر مستغرق ہو گئے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے اور آپ کو کچھ خبر نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو درد شکم ہوا اور یہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔ (بستان المحدثین وغیرہ کتب معتبرہ)

۱۷۱۔ حضرت محمد بن آدم بن سلیمان جہنی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ عبداللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے شاگرد اور امام ابو داؤد و امام نسائی وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔ ابو حاتم و نسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ اور سچا محدث تحریر کیا۔

ان کی عبادت و ریاضت اور کثرت کرامت کو دیکھ کر عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ یقیناً اولیائے ابدال میں سے ہیں۔ ۲۵۰ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۷۲۔ حضرت محمد بن نصر مروزی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی کا لقب فقیہ ہے۔ ان کے والد مرو کے رہنے والے تھے لیکن یہ بغداد میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں سکونت اختیار کی اس لئے یہ نیشاپوری بھی کہلاتے ہیں یہ بڑے باکمال حافظ حدیث ہیں اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ محمد بن اسحاق دَبوسی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن نصر کو سمرقند میں دیکھا وہ حدیثوں کا ایک سمندر تھے۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ لکھا اور فرمایا کہ یہ حدیث کے ان اماموں میں سے ہیں جو تمام دنیا میں مشہور ہوئے اور اس میں کسی کو کلام نہیں کہ یہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم حدیث تھے۔

علمی کمال کے ساتھ ساتھ تقویٰ و ریاضت اور زہد و عبادت میں بھی بڑے صاحب کمال تھے احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن نصر سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں ان کی پیشانی پر بھڑ بیٹھ گئی اور اس

نے اس قدر ڈنک مارا کہ ان کے چہرے پر خون بہ نکلا مگر یہ سکون و اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور ذرا بھی حرکت نہیں کی۔

عثمان بن جعفر لبان نے ان کی ایک عجیب کرامت بیان کی ہے کہ یہ مصر سے کشتی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ اچانک کشتی غرق ہو گئی اور یہ اور ان کی باندی دونوں سمندر کی موجود میں پھنس گئے پھر ان دونوں پر غشی طاری ہو گئی اور سمندر کی موجوں نے ان دونوں کو ایک جزیرہ میں خشکی پر پھینک دیا۔ خشکی پر پہنچنے کے بعد جب محمد بن نصر کو ہوش آیا تو اپنے ساتھ اپنی باندی کو پایا پھر دونوں پیاس سے بے قرار ہو گئے اور محمد بن نصر موت کے انتظار میں لیٹ گئے کہ اچانک غیب سے ایک مرد پانی کا کوزہ لے کر نمودار ہوا اور ان کے سامنے پانی کا کوزہ پیش کر دیا۔ انہوں نے سیراب ہو کر خود بھی پیا اور اپنی باندی کو بھی پلایا پھر ایک دم وہ مرد نظروں سے غائب ہو گیا اور کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں سے آیا تھا اور کدھر چلا گیا؟

یہ بڑے کفایت شعار بھی تھے ان کا بیان ہے کہ علم حدیث کی طلب میں کئی برس میں مصر میں مقیم رہا لیکن سال بھر میں میری خوراک' کپڑے' کاغذ' روشنائی وغیرہ تمام ضروریات زندگی کا خرچ صرف بیس درہم ہوتا تھا۔ ۲۹۴ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۷۳- حضرت محمد بن مسیّب نیشاپوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ ۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے حاکم کا بیان ہے کہ یہ بہت بڑے عابد تھے اور علم حدیث کی طلب میں انہوں نے بے پناہ مشقت اٹھائی تھی۔ محمد بن مسیب خود کہا کرتے تھے کہ محدثین کے منبروں میں سے کوئی ایسا منبر نہیں ہے جہاں میں حدیث سننے کے لئے نہ گیا ہوں۔ حافظ ابو علی نے بیان کیا کہ محمد بن مسیب مصر میں چلتے تھے اور ان کی دونوں آستینوں میں ایک سو جزو کاغذ کی کاپیاں ہوتی تھیں جن میں ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ یہ بہت ہی رقیق القلب بھی تھے حدیث سناتے وقت جب قال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے تو اس قدر روتے کہ طالب علموں کو ان کے رونے پر رحم آنے لگتا تھا اور یوں ہی خوف خداوندی سے دن رات رویا کرتے تھے یہاں تک کہ روتے روتے دونوں آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور بالکل نابینا ہو گئے تھے۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ ان کے شاگردوں میں بہت مشہور ہیں۔ حاکم نے اپنی تاریخ میں ان کا سن وفات ۳۱۵ھ بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۷۴۔ حضرت محاملی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل بن محمد طبی بغدادی کا لقب محاملی ہے چونکہ ساٹھ برس تک کوفہ کے قاضی رہ چکے ہیں۔ اس لئے قاضی حسین بھی کہلاتے ہیں۔ بغداد کے بہت نامور محدث اور باکرامت شیخ طریقت ہیں۔ ابو حذافہ سہمی (شاگرد امام مالک) کے مایہ ناز تلامذہ میں ہیں اور دار قطنی وغیرہ محدثین ان کے شاگرد ہیں ان کے درس حدیث کی مجلس میں دس ہزار کے قریب آدمی حاضر رہتے تھے آخری عمر میں قاضی کے منصب سے مستعفی ہو گئے تھے۔ کوفہ میں اپنے مکان کو اہل علم کا ٹھکانہ بنا رکھا تھا اور روزانہ علم حدیث کی طلب کے لئے ان کے مکان پر سینکڑوں طالب علموں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ محمد حسین جو اس دور کے نہایت ہی بزرگ شخص ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ حق تعالیٰ محاملی کی برکت و طفیل سے اہل بغداد پر سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ ۲ ربیع الثانی ۳۳۰ھ کو درس حدیث سے فارغ ہو کر معمول کے مطابق اٹھے تو اچانک کوئی بیماری ہو گئی اور پندرہ دن کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ (بستان المحدثین)

۱۷۵۔ حضرت نصر بن علی جہضمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ بہت ہی بلند مرتبہ محدث ہیں۔ مسلم بن حجاج قشیری وغیرہ حدیث کے اماموں نے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا ہے بصرہ کے محلہ جہاضمہ میں رہتے تھے اس لئے جہضمی کہلاتے ہیں۔ آپ کے علم و فضل کو دیکھ کر خلیفہ بغداد مستعین باللہ عباسی نے آپ کو

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنانا چاہا۔ چنانچہ بصرہ کے گورنر نے آپ کو بلا کر شاہی فرمان سنا دیا۔ آپ نے بادشاہ کا فرمان سن کر فرمایا کہ میں گھر جاتا ہوں استخارہ کر کے اس کا جواب دوں گا چنانچہ مکان پر آئے اور دو رکعت نماز استخارہ پڑھ کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر تیرے دربار میں میرے لئے بھلائی ہو تو مجھے فوراً ہی وفات دے دے اور ایسی کٹھن ذمہ داری سے جس میں خلیفہ مجھے مبتلا کرنا چاہتا ہے مجھے نجات عطا فرما دے۔ یہ دعا مانگ کر آپ سو گئے لوگوں نے گھنٹوں انتظار کرنے کے بعد آپ کو بیدار کرنا چاہا تو آپ کی وفات ہو چکی تھی آپ کی یہ کرامت ربیع الآخر ۲۵۰ھ میں صادر ہوئی۔ (نووی)

۱۷۶۔حضرت امام نسائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

امام قاضی حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی ۲۱۴ھ میں خراسان کے شہر نساء میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے بعد مصر میں مقیم ہو گئے۔ جلیل القدر محدث اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں آپ کی کتاب سنن نسائی ''صحاح ستہ'' میں داخل ہے۔ آپ شافعی المذہب تھے اور علم حدیث میں قتیبہ بن سعید و ہناد بن سری و محمد بن بشار و محمود بن غیلان و امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث وغیرہ ہزاروں محدثین کرام کے شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی طویل ہے جن میں ابو القاسم طبرانی و ابو جعفر طحاوی و ابوبکر حداد فقیہ و ابو احمد بن اسحاق سنی و ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی وغیرہ انتہائی مشہور و معروف فقہا و محدثین ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے اساتذہ و تلامذہ کے بارے میں فرمایا لَایُحْصُوْنَ یعنی ان لوگوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

حاکم نیشاپوری نے فرمایا کہ فقہ حدیث میں امام نسائی کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ علی ابن عمر کا بیان ہے کہ آپ اپنے زمانے میں مصر کے تمام فقہا و محدثین سے افضل تھے اور نقد حدیث و معرفتِ رجال میں بے مثال تھے۔

درسِ حدیث و فتاویٰ و تصنیف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار بھی تھے۔ تمام عمر صومِ داؤدی کے پابند رہے یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک

دن افطار کرتے۔ دن رات عبادت کرتے اور ہر سال حج اور جہاد کے لئے بھی جاتے۔

اُمراء و سلاطین کے درباروں سے سخت متنفر اور ان کی ملاقاتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہے اور عوام و خواص کے دیندار طبقے میں بے حد مقبول و مرجع خلائق تھے۔ آپ کی اسی مقبولیت کو دیکھ کر بعض علماءِ مصر آپ کے حاسد بن گئے تھے چنانچہ جب آپ دمشق تشریف لے گئے تو وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی آپ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے **کِتَابُ الْخَصَائِصْ** اور **کِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَہ** تصنیف فرمائی آپ اپنی ان کتابوں کو رملہ میں عوام کو سنا رہے تھے کہ مصر کے حاسد علماء نے آپ سے سوال کر دیا کہ آپ حضرت امیر معاویہ کے فضائل سنائیے تو آپ نے جواب دیا کہ ان کے فضائل کیا ہیں؟ جو میں سناؤں۔ اس پر مصر کے حاسد علماء نے آپ کے خلاف شیعہ ہونے کا زبردست پروپیگنڈہ کیا۔ یہاں تک کہ جامع مسجد میں لوگوں نے آپ کو بہت زیادہ مارا اور مصر سے آپ کو نکال دیا اور آپ زخمی ہو کر مکہ مکرمہ چلے آئے جہاں ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے مگر ابن یونس کا قول ہے کہ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو فلسطین میں ہوئی۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مبارک مکہ مکرمہ پہنچائی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اکمال وتہذیب التہذیب و بستان المحدثین)

۱۷۷۔ حضرت وہب بن منبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ایمان لائے تھے مگر دیدارِ نبوی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ صحابہ میں حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے اسی لئے تابعی ہیں۔ یہ اصل میں خراسان کے رہنے والے تھے مگر کسریٰ بادشاہ ایران نے ان کو یمن کی طرف شہر بدر کر دیا تھا اس لئے آپ اور آپ کی اولاد نے یمن کو اپنا وطن بنا لیا یہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس و ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور ان کے

تلامذہ میں ان کے صاحبزادے عبداللہ اور عمرو بن دینار وغیرہ کافی مشہور ہیں۔
امام ابو زُرعہ ونسائی وعجلی و ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ تابعی کہا۔ مثنیٰ بن صباح نے فرمایا کہ یہ زبان کے اتنے ستھرے تھے کہ چالیس برس تک انسان تو انسان کسی جانور کو بھی کبھی انہوں نے کوئی گالی نہیں دی۔ بہت بڑے عابدوں میں سے تھے۔ بیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ آپ کا قول ہے کہ میں نے ستر سے اوپر انبیائے سابقین کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے آپ کا سن وفات ۱۱۰ھ بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۷۸-حضرت وہیب بن ورد مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو عثمان یا ابو امیہ ہے اور نام عبدالوہاب لیکن یہ وُہیب کے لقب سے مشہور ہیں عطا بن رباح وسفیان ثوری وغیرہ جماعت محدثین سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک وفضیل بن عیاض و عبدالرزاق وغیرہ بڑے بڑے محدثین ہیں۔ ابن معین ونسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ محدث بتایا اور ابو حاتم رازی نے ان کے عابد و زاہد اور بلند پایہ واعظ ہونے کی شہادت دی اور ابن حبان نے ان کو بہت بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا کہا۔ حضرت سفیان ثوری جب درس حدیث سے فارغ ہوتے تھے تو شاگردوں سے فرماتے تھے کہ اٹھو چلو! ہم ایک پاکیزہ اور ستھرے مرد (وُہیب بن الورد) کی زیارت کرلیں۔

یہ خوف خداوندی سے بہت زیادہ رویا کرتے تھے درمیان وعظ اور درس حدیث کے وقت برابر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔

کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس شخص کو عبادت کی لذت حاصل ہوسکتی ہے جو گناہ کرلے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں؟ گناہ کرنیوالے کا تو کیا ٹھکانا؟ جس نے گناہ کا صرف ارادہ کرلیا وہ بھی عبادت کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔
(تہذیب التہذیب)

۱۷۹- حضرت وزیر بن صبیح ثقفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو روح اور وطن شام ہے یہ یونس بن میسرہ کے شاگرد اور صفوان بن صالح و ہشام بن عمار وغیرہ کے استاد ہیں۔ ابو حاتم نے ان کو صالح الحدیث اور ابن حبان نے ثقہ لکھا اور ابو نعیم اصفہانی نے فرمایا کہ تمام لوگ ان کو اولیاء اللہ کے طبقہ ابدال میں شمار کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۰- حضرت وکیع بن الجراح (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ دور تبع تابعین کے مشہور امام الحدیث ہیں۔ امام اوزاعی و سفیان ثوری و ہشام بن عروہ وغیرہ سے علم حدیث کی تحصیل کی اور امام احمد و عبداللہ بن مبارک و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی وغیرہ ہزاروں محدثین نے آپ سے حدیثوں کی روایت کی ہے۔

آپ کوفہ سے بغداد میں تشریف لائے اور دارُالحدیث قائم کیا۔ جہاں ہزاروں طالبانِ علم حدیث آپ کے درس سے محدث بن گئے۔

آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بھی شاگرد تھے اور امام موصوف سے انتہائی والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور ہمیشہ امام ابو حنیفہ ہی کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے۔ کثرت عبادت میں آپ کی کرامت کا یہ حال تھا کہ آپ سال بھر روزہ دار ہی رہتے تھے اور ہر رات نوافل میں ایک ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

مزاج میں اس قدر تواضع و انکسار تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو تکلیف دیتا تو آپ اس کو کچھ بھی نہیں کہتے بلکہ اپنے سر پر مٹی ڈالتے اور رو رو کر یہ کہتے کہ اگر میں گناہگار نہ ہوتا تو ہرگز یہ شخص میرے اوپر مسلط نہ ہوتا پھر بکثرت توبہ و استغفار کرتے یہاں تک کہ آپ کو تکلیف دینے والا شخص اپنی ایذا رسانی سے تائب ہو جاتا۔ سفر حج سے واپس آتے ہوئے ۱۹۹ھ میں عراق کے راستے میں آپ نے وصال فرمایا۔ (طبقات شعرانی)

۱۸۱- حضرت ہمام بن حارث نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا وطن کوفہ ہے۔ صاحب فضیلت تابعی ہیں اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا لقب عابد ہے۔ آپ حضرت عمرو حذیفہ ومقداد بن اسود و بی بی عائشہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کرنے والے تابعی محدثین میں سے ہیں اور آپ کے شاگردوں میں امام ابراہیم نخعی بھی ہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ کے دادا استاد ہیں۔

ابوالحسن مدائنی نے فرمایا کہ ہمام بن حارث جلیل القدر تابعی و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے یہ عزم کرلیا تھا کہ قبر کے سوا پیٹھ لگا کر کبھی نہیں سوؤں گا چنانچہ تمام عمر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں سوئے ہمیشہ بیٹھے بیٹھے سولیا کرتے تھے۔ آپ نے کوفہ میں ۶۵ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۲- حضرت ہشیم بن بشیر سلمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ وطن کے اعتبار سے واسطی ہیں اور علم حدیث میں سلیمان تیمی و عمرو بن دینار و عاصم احوال و خالد حذاء و یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور امام مالک و سفیان ثوری و عبداللہ بن مبارک جیسے اماموں نے ان کی بارگاہ علم میں حاضر باشی کا شرف حاصل کرکے علمی استفادہ کیا۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہشیم بہت زیادہ تسبیح پڑھتے تھے اور ان کے چہرے پر اتنا رعب و جلال تھا کہ میں چار پانچ دن ان کی صحبت میں رہا مگر دو سوالوں سے زیادہ ان سے دریافت کرنے کی ہمت و جرأت نہ کرسکا۔ حسین بن حسن رومی کا بیان ہے کہ میں نے ہشیم سے بڑھ کر کسی کو ذکر الٰہی کرنے والا نہیں دیکھا۔ مشہور بزرگ اور محدث سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں قاضی ابو یوسف کی صحبت میں بیٹھوں یا ہشیم کی؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم ہشیم کی صحبت میں حاضر رہو۔ اسی طرح اسحاق زیادی نے

فرمایا کہ مجھے خواب میں دیدار نبوی کی دولت حاصل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ ہشیم کی حدیثیں سنو۔ وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے۔ بغداد کے مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی نے بھی ذکر فرمایا کہ مجھے خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار کی حاضری نصیب ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ہشیم بھی دربار نبوی میں حاضر ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ اے ہشیم! تم کو اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ شعبان ۱۸۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۸۳-حضرت ہثیم بن جمیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حافظ ابو سہل ہثیم بن جمیل حدیث میں امام مالک ولیث بن سعد وغیرہ کے شاگرد اور امام احمد ومحمد بن مثنیٰ وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی طلب میں دو مرتبہ اپنا سارا مال خرچ کر دیا اور بالکل مفلس ہو گئے۔ یہ اپنے زمانے کے اعلیٰ درجہ کے متقی تھے۔ سفیان بن محمد مصیصی نے ان کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ہثیم بن جمیل کی وفات کے وقت حاضر تھا وہ سکرات موت میں تھے اور قبلہ رو لیٹے ہوئے تھے لوگوں نے ان کو چادر اڑھا دی تھی اور روح پرواز کرنے کے انتظار میں تھے اسی حالت میں ان کی لونڈی نے ان کا پاؤں ہاتھ سے دبایا تو آپ نے جانکنی کے عالم میں نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ میری لونڈی! تم ان پیروں کو خوب اچھی طرح دباؤ اللہ جانتا ہے کہ میرے یہ دونوں پاؤں زندگی بھر میں کسی گناہ کی طرف نہیں چلے ہیں یہ فرمایا اور روح پرواز کر گئی آپ کی وفات ۲۱۳ھ میں ہوئی اور شہر بغداد میں مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۴-حضرت ہشام بن اسماعیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فقیہ دمشق ابو عبدالملک ہشام بن اسماعیل خزاعی بہت نامور محدث اور کثیر العبادت

بزرگ تھے۔ عطر کی تجارت کرتے تھے اس لئے لوگ ان کو عابد عطار کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یہ ولید بن مسلم وہقل بن زیاد ومحمد بن شعیب وغیرہ محدثین کے حلقہ درس کے فیض یافتہ ہیں اور امام بخاری و امام ابو زرعہ وغیرہ نے ان کی شاگردی اختیار کی ہے ابن عمار و عجلی و ابو حاتم وغیرہ کا قول ہے کہ دمشق میں ان سے بڑھ کر مرد صالح ومتبع سنت وعبادت گزار کوئی شخص نہیں تھا۔ ابو زرعہ نے ان کو دمشق کے مفتیوں کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے ان کے صلاح وتقویٰ اور عبادت و ریاضت کی شہادت دی ۲۱۷ھ میں انہوں نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۵-حضرت ہاشم بن قاسم لیثی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ہاشم بن قاسم مسلم کا لقب قیصر اور وطن بغداد ہے۔ شعبہ ولیث بن سعد وغیرہ محدثین کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل وعلی بن مدینی ویحییٰ بن معین وغیرہ ائمہ حدیث کے شیخ ہیں امام احمد بن حنبل ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ ہاشم بن قاسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے علمائے صالحین میں سے ہیں ابن سعد و ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کے ثقہ و صادق ہونے پر تمام ناقدین حدیث کا اتفاق ہے۔

حاکم و عجلی نے ان کو متبع سنت و حافظ حدیث لکھا ہے اور فرمایا کہ علم وعمل میں ان کے صاحب کرامت ہونے پر اہل بغداد فخر کیا کرتے تھے۔ ۲۰۵ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۸۶-حضرت یعقوب بن عبداللہ بن الاشج

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ مدینہ منورہ کے باشندے تھے لیکن مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ سعید بن مسیب و بشیر بن سعید و کریب وغیرہ شیوخ حدیث کے قابل فخر شاگرد اور ابن اسحاق

ولیث بن سعد وغیرہ کے استاد حدیث ہیں۔ ابن قاسم کا بیان ہے کہ یعقوب بن عبداللہ اس امت میں بہترین صالحین و اولیائے کاملین میں سے تھے۔ آپ سمندری جہاد میں مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کرتے تھے اور اسی جہاد کے دوران ۱۲۲ھ میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی امام مالک نے آپ کی ایک کرامت بیان کی ہے کہ یعقوب بن عبداللہ نے اسی جہاد میں اپنی شہادت سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور مجھے دودھ پلایا گیا ہے چنانچہ جب یہ خواب سے بیدار ہوئے تو ان کو دودھ کی قے ہوئی حالانکہ یہ اس وقت بیچ سمندر میں ایسی جگہ مصروف جہاد تھے کہ جہاں دور دور تک کہیں دودھ کا پتہ نہیں تھا اس خواب کے چند ہی دن کے بعد اسی جہاد میں آپ شہید ہو گئے۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۷۔حضرت یعقوب بن ابی سلمہ ماجشون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ مدینہ منورہ کے تابعی محدث ہیں اور حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس و ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد رشید ہیں اور ان کے شاگردوں میں خود ان کے دونوں صاحبزادے عبدالعزیز و یوسف وغیرہ دوسرے محدثین ہیں۔

ان کی ایک بڑی عجیب کرامت یہ ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے غسل دینے کے لئے تخت پر ان کی نعش مبارک کو رکھا اور شام کے وقت ان کے دفن ہونے کا شہر میں اعلان بھی کر دیا گیا۔ لیکن غسال نے جب غسل دینے کے لئے آپ کے کپڑے اتارے تو دیکھا کہ آپ کے جسم کا پسینہ آپ کے قدم کے نیچے سے بہتا ہے غسال نے آپ کو غسل دینے سے انکار کر دیا چنانچہ تین دن تک آپ کی نعش مبارک تختہ پر رکھی رہی پھر اچانک آپ کے بدن میں حرکت ہوئی اور آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ستو لاؤ۔ چنانچہ فوراً ستو پانی میں گھولا گیا اور آپ نے نوش فرمائے۔ پھر لوگوں نے سارا ماجرا آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میری وفات ہو گئی اور فرشتوں نے میری روح کو ساتویں آسمان تک چڑھایا تو اوپر سے آواز آئی کہ یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے جواب

دیا کہ یہ یعقوب بن ابی سلمہ ماجشون ہیں تو حکم ہوا کہ ان کو ابھی دنیا میں اتنی اتنی مدت تک رہنے دو۔ چنانچہ فرشتوں نے مجھے آسمان سے نیچے اتارا۔ ۱۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۸- حضرت یونس بن میسرہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو عبیدہ یونس بن میسرہ دمشق کے رہنے والے تابعی محدث ہیں آپ نابینا تھے مگر آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا آپ نے حضرت واثلہ وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن یسر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت و شاگردی میں علم حدیث حاصل کیا آپ دمشق کی جامع مسجد میں درس دیتے تھے۔ آپ کے سینکڑوں تلامذہ میں امام اوزاعی بھی ہیں۔

ابو حاتم و بزار و عجلی وامام ابو داؤد و دار قطنی وغیرہ نے آپ کو شامی تابعین کی فہرست میں لکھا اور آپ کے ثقہ و صالح اور بہت بڑا عابد و زاہد ہونے کی شہادت دی۔ ان کی دعاؤں کی مقبولیت اور عبادت کی کثرت کا عام طور پر چرچا تھا۔ ہثیم بن عمران کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر تھا اور یہ بعد نمازِ عصر یوں دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ! مجھے شہادت کی موت نصیب فرما۔ میں ان کی دعا سن کر دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یہ ایک نابینا عالم ہیں بھلا ان کو کہاں اور کیسے شہادت نصیب ہو گی؟ مگر خدا کی شان! کہ ۱۳۲ھ میں دمشق میں ایک بلوہ ہوا اور اس موقع پر دو شخصوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ان کے قاتلوں کو جب ان کے مراتب و کرامات کا پتہ چلا تو ان کے دونوں قاتل ان کی نعش مبارک کے پاس کھڑے افسوس کرتے اور زار زار روتے تھے کہ افسوس ہم لوگوں نے اتنے جید عالم اور با کرامت بزرگ کو قتل کر دیا۔ (تہذیب التہذیب)

۱۸۹- حضرت یونس بن عبید بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بہت ہی خدا ترس و اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد اور صاحب کرامت بزرگ تھے اور بصرہ کے محدثین میں علم و عمل کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھے۔ حسن بصری اور محمد بن

سیرین کے علم و عمل کے وارث اور ان دونوں بزرگوں کے مخصوص شاگرد تھے اور شعبہ بن الحجاج نے ان کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور ان کے فیض صحبت سے ظاہری و باطنی کمال حاصل کیا۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے حلال کمائی کا ایک درہم مل جاتا تو میں اس کا گیہوں خرید کر اپنے ہاتھ سے ستو تیار کرتا اور اس کو تمام مریضوں کو پلاتا تو مجھے یقین ہے کہ جو مریض میرا یہ ستو پی لیتا اس کو اللہ تعالیٰ ضرور شفا عطا فرما دیتا۔ ۱۳۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (طبقات شعرانی)

۱۹۰-حضرت یونس بن یوسف لیثی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا وطن مدینہ منورہ ہے اور آپ علم حدیث میں سعید بن مسیب و عطا بن یسار و سلیمان بن یسار وغیرہ معتمد محدثین کی درسگاہوں کے فاضل حدیث ہیں آپ کے علم و فضل کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام مالک و ابن جریج نے بھی آپ کی درس گاہ میں حاضری دے کر علم حدیث کی تحصیل کی ہے۔

آپ بہت ہی پابند شریعت و صاحبِ عبادت و باکرامت بزرگ تھے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر آپ کی نظر پڑ گئی تو آپ نے یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ مجھے اندھا کر دے تاکہ پھر مجھ سے یہ گناہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ فوراً ہی آپ کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی لیکن چند دنوں کے بعد جب حدیثوں کے لکھنے پڑھنے کی مجبوری کا خیال آیا تو پھر یہ دُعا مانگی کہ الٰہی! میری آنکھوں کی روشنی عطا فرما تاکہ میں حدیثوں کو لکھ پڑھ سکوں۔ چنانچہ یہ دُعا بھی مقبول ہوگئی اور اسی دم آپ کی آنکھوں میں روشنی آ گئی اور آپ پھر بدستور حدیثوں کی قرأت و کتابت میں مشغول ہو گئے۔ مقبولیتِ دُعا میں آپ کی کرامت عام طور پر مشہور تھی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۹۱-حضرت یحییٰ بن عبدالملک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو زکریا بن عبدالملک خزاعی اصل میں اصفہان کے رہنے والے تھے مگر کوفہ کو انہوں نے اپنا وطن بنالیا تھا۔ امام اعمش و سفیان ثوری وغیرہ کے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ و علی بن مدینی و یحییٰ بن معین وغیرہ باکمال محدثین کے استاد ہیں۔

یہ بہت ہی بارعب و ہیبت والے شیخ الحدیث تھے مگر آپ پر خوف خداوندی کا بڑا غلبہ تھا دن رات روتے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں میں ہمیشہ آشوب چشم جیسی سرخی رہتی تھی بعض لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کی آنکھوں کا علاج یہی ہے کہ آپ رونا چھوڑ دیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ آنکھیں خوف خداوندی سے رونا چھوڑ دیں تو پھر ان آنکھوں میں کون سی بھلائی باقی رہ جائے گی؟ واقدی کا قول ہے کہ آپ نے ۱۸۶ھ یا ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۱۹۲-حضرت یحییٰ بن سلیم قرشی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو محمد یحییٰ بن سلیم قرشی کا وطن اصلی طائف تھا مگر انہوں نے مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی عبید اللہ بن عمر عمری و موسیٰ بن عقبہ و سفیان ثوری وغیرہ کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں امام شافعی و عبداللہ بن مبارک و وکیع بن الجراح و حمیدی وغیرہ نہایت مشہور ائمہ حدیث ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے کہ حمیدی نے جو کچھ یحییٰ بن سلیم سے روایت کیا ہے وہ سب صحیح ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ یحییٰ بن سلیم صاحب فضیلت و باکرامت تھے اور ہم لوگ ان کو اولیاء کے طبقہ ابدال میں شمار کرتے تھے۔ ۱۹۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۹۳-حضرت یحییٰ بن معین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو زکریا یحییٰ بن معین بغدادی کا لقب ''امام الجرح والتعدیل'' ہے۔ اور بلا

شبہ ان کی علمی جلالت اور فن حدیث و رجال کی معرفت و مہارت کو دیکھ کر اگر ان کو حدیث کا پہاڑ اور نقدِ روایت و معرفت رُواۃ کا صراف اور محدثین کا امام بلکہ سلطان کہہ دیا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہو گا جو آفتاب کی طرح روشن ہے۔

ان کے والد صوبہء ایران کے امیر خراج تھے۔ لاکھوں درہم کا ترکہ انہوں نے چھوڑا تھا مگر ان کے سپوت بیٹے نے یہ ساری رقم علم حدیث کی خدمت میں خرچ کر ڈالی۔ دس لاکھ حدیثوں کو انہوں نے اپنے قلم سے لکھا۔ محمد بن نصر طبری کا بیان ہے کہ میں یحییٰ بن معین کی ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے حدیث کے بہت سے دفتروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جو حدیث ان دفتروں میں نہ ملے۔ سمجھ لو کہ وہ جھوٹی ہے۔

انتقال کے بعد تیس الماریاں اور بیس تھیلے حدیثوں کے دفتروں سے بھرے ہوئے آپ کے گھر سے نکلے یہ آپ کا ترکہ تھا۔

ان کی علمی وجاہت اور رعب و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ محدثین زمانہ آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔ ہارون بن معروف فرماتے ہیں کہ بغداد میں شام سے ایک نامور شیخ الحدیث تشریف لائے صبح کو سب سے پہلے میں ان کی خدمت میں پہنچا اور حدیث لکھنے کی درخواست کی آپ نے فوراً اپنی کتاب اٹھائی اور حدیثوں کا املاء شروع کرا دیا اتنے میں دروازہ کھٹکا آپ نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا احمد بن حنبل شیخ نے فرمایا' آ جاؤ۔ امام احمد بن حنبل بیٹھ گئے اور شیخ اپنی حالت پر کتاب ہاتھ میں لئے احادیث لکھواتے رہے۔ اس کے بعد احمد بن دورقی و عبداللہ بن رومی و زہیر بن حرب وغیرہ باری باری مکان میں داخل ہوئے اور شیخ نے ان سب کو بیٹھنے کا حکم دیا اور کتاب ہاتھ میں لئے اپنی حالت پر باوقار بیٹھے برابر احادیث لکھاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی یحییٰ بن معین۔ نام سنتے ہی شیخ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دونوں ہاتھ کانپنے لگے اور کتاب شیخ کے ہاتھ سے گر پڑی! آپ علم حدیث میں عبداللہ بن مبارک وسفیان بن عیینہ ووکیع بن الجراح وغندر ویحییٰ بن سعید القطان وعبدالرحمٰن بن مہدی وعبدالرزاق وغیرہ ہزاروں محدثین کے شاگرد اور امام بخاری

وامام مسلم وامام ابو داؤد وامام ابو زُرعہ وغیرہ ہزاروں محدثین کے استاد ہیں۔ آپ حدیث کے راویوں پر صاف صاف بے لاگ تبصرہ فرماتے تھے اور روایتوں پر بہت ہی ٹھوس نقد و تبصرہ کرتے تھے اور آپ کے جرح و تعدیل میں اتنی حقانیت وصداقت اور اس قدر یقین کامل ہوتا تھا کہ ہارون بن بشیر راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یحییٰ بن معین قبلہ رو بیٹھے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر بلند آواز سے یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر میں نے کسی ایسے آدمی کو جھوٹا کہا ہو جو کذاب نہ ہو تو مجھے تیری مغفرت نصیب نہ ہو۔ آپ کے بارے میں ہر کوچہ و بازار میں علانیہ کہا جاتا تھا کہ یحییٰ بن معین وہ شخص ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے جھوٹ کو دفع فرماتے ہیں اور چھانٹ چھانٹ کر جھوٹی حدیثوں کو نکال پھینکتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ یحییٰ بن معین امام ربانی و عالم حقانی ہیں۔ ابن حبان و عجلی وغیرہ نے ان کو دیندار و صاحبِ فضیلت و مقتدیٰ و نقاد حدیث و اعلم و صاحبِ معرفت تحریر فرمایا۔ ابوبکر بن خیثمہ کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین ۱۵۸ھ میں بغداد کے اندر پیدا ہوئے اور ۲۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ان کو خدمت حدیث کے طفیل میں خداوند عالم نے یہ کرامتیں عطا فرمائیں کہ ان کو اسی تخت پر غسل دیا گیا جس تخت پر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور ان کا جنازہ اسی مقدس چارپائی پر اٹھایا گیا جس چارپائی پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں آرام فرمایا تھا اور جنت البقیع میں آپ کی قبر مبارک بنی۔

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے دن بغداد کے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان بزرگ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس وقت حضور اتنی بڑی جماعت کے ساتھ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں یحییٰ بن معین کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جا رہا ہوں۔ یہ وہ شخص تھا جو میری حدیثوں سے جھوٹ کو دفع کرتا تھا۔

جیش بن مبشر نے بیان فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میری مغفرت فرما دی اور مجھ کو دو مرتبہ اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور تین سو حوریں میرے نکاح میں آئیں۔

(تہذیب التہذیب)

۱۹۴-حضرت یحییٰ بن سعید قطان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حافظ ابو سعید یحییٰ بن سعید قطان بصری کا شمار ان نامور محدثین میں ہے جو حدیثوں کی جانچ پڑتال اور راویوں کے پرکھنے میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں امام سفیان ثوری ان کی قوت حافظہ اور ٹھوس علمی قابلیت پر تعجب فرماتے تھے۔ ائمہ حدیث ان کے قول کو حجت بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس راوی یا حدیث کو یحییٰ بن سعید نے چھوڑ دیا۔ اس کو ہم سب نے چھوڑ دیا۔

آپ کے اساتذہ حدیث کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سلیمان تیمی و یحییٰ بن سعید انصاری و امام جعفر صادق و امام اعمش و امام اوزاعی و امام مالک و سفیان ثوری وغیرہ اکابر محدثین ہیں اور آپ کے حلقہ تدریس سے علمی فیض پانے والے تلامذہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ جن میں یحییٰ بن معین و امام احمد بن حنبل و عبدالرحمٰن بن مہدی و علی بن مدینی و ابوبکر بن ابی شیبہ اس طرح چمکتے ہیں جس طرح موتیوں کے ہار میں درشہوار ہیں۔

آپ بہت بارعب و صاحب وقار محدث تھے۔ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ آپ نماز عصر کے بعد مسجد کے ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی وغیرہ محدثین سامنے کھڑے سوال و جواب کرتے تھے۔ آپ کے رعب و ہیبت سے کسی کو بیٹھنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی!

آپ کی طبیعت میں قدرے مزاح و خوش طبعی بھی تھی۔ مگر عمر بھر کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے صرف مسکرا دینے کی عادت تھی تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ امام بندار کا قول ہے کہ میں بیس

برس تک آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہا مگر کبھی اس مدت میں آپ سے کوئی گناہ کا کام ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

آپ بہت زیادہ عبادت گزار بھی تھے آپ کی عبادت کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بیس سال تک بلاناغہ آپ ہر رات نماز تہجد میں ایک ختم قرآن مجید پڑھتے رہے اور چالیس برس تک نمازِ ظہر کے لئے زوالِ آفتاب سے پہلے مسجد میں پہنچتے رہے۔

آپ کی وفات سے پہلے کسی بزرگ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میدانِ حشر میں کوئی پکار رہا ہے کہ یحییٰ بن سعید کے لئے امان ہے۔

اسی طرح زُہیر بن نعیم بابی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یحییٰ بن سعید کے بدن پر ایک کرتا ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتاب من اللہ العزیز الحکیم براءۃ لیحیٰ بن سعید القطان من النار۔

(یعنی خدا کی طرف سے یہ لکھی ہوئی تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان کے لئے جہنم سے نجات ہے)

۱۲۰ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۱۹۵۔حضرت یزید بن ہارون واسطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے جلیل القدر و عقیدت مند شاگردوں میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا بہت ہی مفصل تذکرہ لکھا جس میں ان کو حافظ و مقتدیٰ و شیخ الاسلام وغیرہ کے القاب سے ذکر کیا ہے۔علی بن مدینی کا قول ہے کہ میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے زیادہ کسی کو ہم نے حفظِ حدیث میں کامل نہیں پایا یحییٰ بن ابی طالب کا ان کے بارے میں یہ بیان ہے کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیثوں کا سماع کیا ہے ان کے درس میں ستر ہزار حاضرین کا مجمع ہوتا تھا۔

علی بن عاصم سے منقول ہے کہ یزید بن ہارون کثرتِ عبادت میں صاحب کرامت تھے پوری رات ہمیشہ نماز نوافل پڑھتے رہتے تھے اور تقریباً چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ آپ کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں مگر خوف الٰہی سے دن رات اس قدر زیادہ روئے کہ مستقل طور پر آشوبِ چشم کی شکایت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ آنکھوں کی خوبصورتی و روشنی دونوں جاتی رہیں۔

آپ کا سن ولادت ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ ہے آپ شہر واسط میں پیدا ہوئے لیکن تحصیل علم کے بعد ایک مدت تک بغداد میں حدیث کا درس دیتے رہتے پھر آخری عمر میں اپنے وطن واسط چلے گئے اور ۲۰۶ھ یا ۲۱۷ھ میں واسط ہی میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب وطبقات شعرانی ومناقب صمیری)

۱۹۶۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کی کنیت ابوزکریا اور وطن نیشا پور ہے۔ آپ امام بخاری و امام مسلم و امام ترمذی و امام نسائی وغیرہ اماموں کے شیخ حدیث ہیں اور آپ نے امام مالک و لیث بن سعد و عبداللہ بن نمیر و عبدالرحمٰن بن ابی الزنا وغیرہ سینکڑوں محدثین سے احادیث کی روایت کی ہے۔

آپ بڑے حسین و خوبصورت و بہترین فاضل حدیث و صاحبِ خیر تھے اور علمی فضیلت و دینی وجاہت اور عبادت و کرامت کے لحاظ سے بلاشبہ اپنے زمانے کے سردار محدثین و پیشوائے علماء تھے۔ امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ کے متقی و صادق و ثقہ ہونے کی شہادت دی اور عام طور پر محدثین ان کو ریحانۃ اھل العراق (اہل عراق کا پھول) کہا کرتے تھے۔

محمد بن اسلم طوسی کا قول ہے کہ میں خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں کن کن محدثوں کی حدیثوں کو لکھوں؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم یحییٰ بن یحییٰ کی بیان کی ہوئی تمام حدیثوں کو لکھ لو۔

ان کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کے جنازے میں بغیر کسی اعلان کے ایک لاکھ مسلمان شریک ہوئے۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں ایک بہت بڑے غم میں پریشان حال تھا اسی حالت میں سو گیا تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر مجھے بشارت دی کہ تم یحییٰ بن یحییٰ کی قبر پر حاضری دو اور وہاں استغفار کرنے کے بعد دعا کرو تو تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ صبح سویرے میں نے ایسا ہی کیا تو میری حاجت پوری ہو گئی اور سارا غم دور ہو گیا۔

آپ امام احمد بن حنبل سے بڑی محبت فرماتے تھے چنانچہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے تمام کپڑے امام احمد بن حنبل کو دے دیئے جائیں۔ ماہ صفر ۲۲۰ھ کو نیشاپور میں آپ نے وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۹۷-حضرت یوسف بن یحییٰ مصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ قرشی مصری کا لقب مشہور امام بویطی ہے یہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نہایت مخصوص و محبوب شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں ربیع بن سلیمان مرادی و ابو الولید بن ابی لجارود مکی و احمد بن منصور رماوی وغیرہ مشہور محدثین ہیں۔

حضرت امام شافعی کی بارگاہ میں اس قدر مقرب و معتمد تھے کہ امام ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ امام بویطی میری زبان ہیں جو کچھ ان کی زبان سے سنو اس کو میرا قول سمجھو۔ یہ مصر کے بہت بڑے عابدوں میں سے تھے ابو الولید فرماتے ہیں کہ میں امام بویطی کا پڑوسی تھا۔ میں رات کے کسی حصے میں بھی جاگتا تو ان کو نماز یا تلاوت قرآن مجید میں مشغول پاتا۔ ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ہونٹ ذکر الٰہی سے ہلتے ہی رہتے تھے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے برسوں پہلے اپنے کشف سے یہ فرمایا تھا کہ اے بویطی! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری موت لوہے کے اندر جکڑے ہوئے ہونے کی حالت

میں ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں جب مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ کھڑا ہوا تو امام احمد بن حنبل کی طرح یہ بھی گرفتار کر کے لوہے کی ہتھکڑی اور بیڑی پہنا کر مصر سے بغداد لائے گئے اور قید کر دیئے گئے۔ آپ جیل خانے میں ہر جمعہ کو غسل فرماتے اور کپڑے پہن کر جیل کے پھاٹک تک تشریف لے جاتے تو داروغہ جیل آپ کو واپس لوٹا دیتا۔ آپ یہ کہہ کر لوٹ آتے کہ یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرے داعی (موذن جمعہ) کی پکار پر حاضر ہو گیا ہوں مگر مسجد کی حاضری سے مجبور ہوں۔

آپ خلق قرآن کے فتنے میں امام احمد بن حنبل کی طرح حق پر ثابت قدم رہے اور لوہے کی بھاری ہتھکڑی و بیڑی پہنے ہوئے جیل خانے میں برسوں مصروف عبادت رہے اور اسی حالت میں ۲۳۲ھ میں جیل خانے کے اندر لوہے کی ہتھکڑی و بیڑی پہنے ہوئے وفات پائی اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ اے بویطی! تمہاری موت لوہے کے اندر ہو گی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۹۸-حضرت یحییٰ بن عثمان بن سعید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان کی کنیت ابو سلیمان یا ابو زکریا ہے۔ یہ حمص کے رہنے والے تھے اپنے والد عثمان بن سعید و معن بن عیسیٰ و بقیہ بن الولید وغیرہ کے تلامذہ اور امام ابو داؤد و امام نسائی و امام ابن ماجہ وغیرہ کے شیوخ میں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبل ان کی بے حد تعظیم فرماتے تھے۔ سعید بن واضح فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یہ اعلان کر رہا ہے کہ اگر اس وقت روئے زمین پر ابدال میں سے کوئی باقی ہے تو وہ یحییٰ بن عثمان حمصی ہیں۔ ''ابدال'' اولیاء کے مراتب میں سے ایک بہت بلند مرتبہ ہے۔ ۲۵۵ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

(تہذیب التہذیب)

۱۹۹- حضرت یونس بن عبد الاعلیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کا وطن مصر ہے آپ نے حضرت امام شافعی و ابن وہب و سفیان بن عیینہ و معن بن عیسیٰ وغیرہ محدثین کی درس گاہوں میں علم حدیث پڑھا اور آپ کے دریائے علم سے سیراب ہونے والوں میں امام مسلم و امام نسائی و ابن ماجہ وغیرہ سینکڑوں باکمال و نامور محدثین ہیں۔

آپ فن قرأت کے بھی بہت بڑے ماہر اور امام وقت تھے اور اس فن میں قاری ورش کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ چنانچہ ابن جریر طبری وغیرہ نے فن قرأت آپ ہی سے سیکھا تھا۔ آپ ترک و تجرید اور زہد و عبادت میں بھی یکتائے زمانہ تھے عمر بھر فقیرانہ زندگی بسر فرمائی ریاضت و مجاہدہ اور طرح طرح کی نفلی عبادتوں میں مصروف رہے۔ آپ کی علمی و عملی جلالت و وجاہت کا یہ عالم تھا کہ یحییٰ بن حسان محدث آپ کو اسلام کا ستون کہا کرتے تھے اور تمام علماء و قضاۃ و محدثین آپ کے علمی تبحر کے سامنے سرنگوں رہتے تھے۔

اعلیٰ درجے کے مستجاب الدعوات و صاحب کرامات تھے۔ مصر میں عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ آپ کی دعاؤں سے مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے چنانچہ ہزاروں مریض ہر وقت آپ کے آستانہ پر حاضر رہتے تھے اور آپ کی دعاؤں سے شفایاب ہوتے تھے۔

ذوالحجہ ۱۷۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۲ ربیع الآخر ۲۶۴ھ کو پیر کے دن آپ کی مصر میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

۲۰۰- حضرت یعقوب بن سفیان بن جوّان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ فارس کے رہنے والے تھے اور آپ نے ایک ہزار مشائخ سے حدیثیں لکھیں اور حدیث کی طلب میں تیس برس تک سفر کرتے رہے جن میں اُنیس برس تک تو صرف دمشق و حمص و فلسطین کا دورہ فرماتے رہے آپ کے ہزاروں شاگردوں کی صف میں امام

ترمذی و امام نسائی جیسے بلند مرتبہ مشائخ حدیث بھی ہیں۔ حاکم و ابن حبان وغیرہ نے آپ کو امام حدیث و صاحب تقویٰ و متبع سنت و کثیر العبادات تحریر کیا اور آپ کے علم و فضل کی شہادت دی۔ آپ کی ایک بڑی عجیب کرامت یہ ہے جو خود آپ نے بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سفر کی حالت میں میرا توشہ بالکل ختم ہو گیا تو میں دن رات حدیثیں لکھنے لگا تا کہ جلد سے جلد حدیثیں لکھ کر اپنے وطن میں چلا جاؤں ایک مرتبہ جاڑے کی رات میں حدیثوں کی تحریر میں مشغول تھا کہ ناگہاں میری آنکھوں میں پانی اتر آیا اور میں بالکل ہی نابینا ہو گیا اور میں اپنی اس مصیبت پر رونے لگا اور روتے روتے سو گیا تو ایک دم حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے یعقوب! تم کیوں رو رہے ہو؟ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اس لئے اس رنج و غم میں رو رہا ہوں کہ میں اب حدیثوں کو لکھنے سے محروم ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنے قریب بلا کر نہایت شفقت کے ساتھ میری آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور کچھ پڑھ کر آنکھوں پر دم فرمایا اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو میری آنکھوں میں روشنی آ گئی اور میں پھر حدیثوں کے لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

محدث عبدان بن محمد مروزی کا بیان ہے کہ میں نے یعقوب بن سفیان کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ خداوند کریم نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری بخشش ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تم جس طرح دنیا میں حدیثیں سنایا کرتے تھے اسی طرح اب آسمان میں بھی حدیثیں سنایا کرو ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ ۲۷۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

رضی اللہ تعالیٰ عنھم ورضوا عنہ

اللھم ارزقنا اتباع سنن سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واحشرنا

فی زمرة عبادک المخلصین الکاملین بجاه حبیبک ورسولک سیدنا محمد علیه الصلوٰة والسلام وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقه سیدنا محمد خاتم النبین وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله وصحبه وعلماء شریعته واولیاء طریقته اجمعین۔آمین

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنه
خادم الحدیث دارالعلوم مسکیه
دھوراجی (گجرات)
یکم شعبان ۱۳۰۵ھ